بیت المقدس اور اس کے مضافات

شرعی حیثیت، درپیش خطرات اور امت کی ذمہ داریاں

ڈاکٹر محمد عثمان شبیر

ایفا پبلی کیشنز - نئی دہلی

نام کتاب: بیت المقدس اور اس کے مضافات
نام مولف: ڈاکٹر محمد عثمان شبیر
(نائب صدر ہیئۃ علماء فلسطین (بیرون فلسطین)
مترجم: الیاس نعمانی ندوی
کمپوزنگ: محمد سیف اللہ
صفحات: ۲۶۶
سن اشاعت: ۲۰۱۳ء
قیمت: ۱۸۰/روپے

ناشر

ایفا پبلیکیشنز
۱۶۱-ایف، بیسمنٹ، جوگابائی، پوسٹ باکس نمبر: ۹۷۰۸
جامعہ نگر، نئی دہلی-۱۱۰۰۲۵
ای میل:ifapublication@gmail.com
فون:011 - 26981327

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست

پیش لفظ ۱۱

مقدمہ ۱۳

دیباچۂ طبع اول ۱۷

باب اول: سرزمین بیت المقدس اوراس کے مضافات کی برکت ۲۱

سرزمین بیت المقدس کی برکت ۲۲

برکت کے معنی ۲۲

سرزمین بیت المقدس کی مادی ومعنوی برکتیں ۲۲

ا-سرزمین بیت المقدس کی مادی برکت ۲۲

۲-سرزمین بیت المقدس اوراس کے مضافات کی معنوی برکتیں ۲۷

الف-فلسطین بعثت گاہ انبیاء اور جائے نزولِ ملائکہ ہے ۲۷

ب-سرزمین فلسطین انبیاء کا مدفن ۳۰

ج-سرزمین فلسطین مقام حشر ونشر ۳۳

سرزمین بیت المقدس اوراس کے مضافات کی برکت کے نتائج ۳۵

فلسطین سخت آزمائشوں اورفتنوں کے وقت عالم اسلام کا مرکز ۳۵

فلسطین میں اللہ کی خاطر مقیم مجاہد ہے ۳۶

شام میں مقیم شخص کے لئے نیت جہاد کی ضرورت ۳۸

اللہ کی خاطر ''رباط'' کی فضیلت ۳۸

باشندگان شام وہ غالب جماعت ہیں جن کے ذریعہ اللہ اپنے دشمنوں سے بدلہ لے گا ۴۰

باب دوم: بیت المقدس اور اس کے مضافات کا تقدس ۴۴

بیت المقدس اور اس کے مضافات کے تقدس کا مطلب ۴۴

تقدس کے معنی ۴۴

بیت المقدس اور اس کے مضافات کے تقدس کی وجہ ۴۵

۱-سرزمین فلسطین میں مسجد اقصی ہے ۴۵

۲-الف-مسجد اقصی کی تعمیر اور اس کے نام ۴۵

بیت المقدس کے نام ۴۷

ب-مسجد اقصی کی حقیقت اور اس میں رباط کے مقامات ۴۸

مسجد اقصی کی حقیقت اور اس کے حدود ۴۹

مروانی مصلی اور مسجد اقصی کے دیگر قابل رباط مقامات ۵۶

مسجدیں اور مصلے ۵۶

الف-مروانی مصلی ۵۶

ب-جامع قبلی ۶۰

ج-مسجد اقصی قدیم ۶۲

د-مسجد براق ۶۳

ہ-مسجد مغاربہ (اسلامی میوزیم) ۶۴

و۔مسجد قبۃ الصخرہ (مسجد خواتین)	۶۵
مسجد اقصیٰ کی اذان گاہیں	۶۶
مسجد اقصیٰ کے قبے	۶۶
مسجد اقصیٰ کے برآمدے	۶۹
مسجد اقصیٰ کے در	۷۰
مسجد اقصیٰ کے مدارس	۷۱
مسجد اقصیٰ کی سبیلیں	۷۲
مسجد اقصیٰ کے چبوترے	۷۳
۲۔فلسطین مبارک چٹان کی سرزمین ہے	۷۴
بیت المقدس اوراس کے مضافات کے تقدس کے نتائج	۷۶
سرزمین بیت المقدس شرک اور ظلم برداشت نہیں کرتی	۷۶
مسلمانوں کے ہاتھوں یہودی غلبہ کا خاتمہ	۸۶
چند قابل توجہ امور	۸۶
فلسطین میں یہود کی جانب سے فساد برپا کرنے کی کوششیں	۸۸
فساد برپا کرنے کی یہودی منصوبہ بندی اوران کے فسادی ارادے	۸۸
مسجد اقصیٰ پر قبضہ کے لئے یہودیوں کی خرافاتیں	۹۱
دیریاسین کا قتل عام	۹۶
دجال بیت المقدس میں داخل نہیں ہوگا	۱۰۶
باب سوم: بیت المقدس اوراس کے مضافات کی اسلامیت	۱۰۹
بیت المقدس اوراس کے مضافات کا اسلام سے تعلق	۱۰۹

مسلمانوں کے دلوں میں مسجد اقصی سے تعلق پیدا کرنا	۱۰۹
سرزمین بیت المقدس کے اسلام سے تعلق کی بنیاد	۱۱۴
ا- بیت المقدس وقتِ بعثت سے قبلہ رسول	۱۱۴
قبلہ کی تبدیلی	۱۱۶
۲- سرزمین اسراء ومعراج	۱۱۷
الف- مسجد اقصی کا مسجد حرام سے تعلق	۱۱۸
ب- مسجد اقصی کو آزاد کرانا واجب ہے	۱۱۹
۳- بیت المقدس اور اس کے مضافات کی فتح	۱۱۹
بیت المقدس اور اس کے مضافات کے مخصوص فقہی احکام	۱۲۳
الف- ان فقہاء کے نزدیک مفتوحہ علاقہ کا حکم	۱۲۳
ب- دارالاسلام کا دفاع واجب ہے	۱۲۵
یہودی قبضہ کے بعد بھی فلسطین کی اسلامیت باقی ہے	۱۲۸
فقہاء کے اقوال پر ایک نظر	۱۲۹
فلسطین کی فتح اسلامی کے آثار	۱۳۲
اسلام میں مسجد اقصی کا مقام	۱۳۲
ا- مسجد اقصی کے مخصوص احکام	۱۳۳
الف- مسجد اقصی کی زیارت مستحب ہے	۱۳۳
زیارت بیت المقدس کے آداب	۱۳۴
ب- مسجد اقصی میں نماز کی فضیلت	۱۳۵
ج- اسرائیلی ویزے سے بیت المقدس کی زیارت کا حکم	۱۳۷

مسجد اقصی سے حج وعمرہ کا احرام باندھنا مستحب ہے ۱۴۴
اس مسئلہ کی بابت فقہاء کی آراء ۱۴۵
جائزہ ۱۴۶
نیکی کی طرح گناہ میں بھی اضافہ ۱۴۸
مسجد اقصی کے پڑوس کی فضیلت ۱۵۰
مسجد اقصی اور مسجد صخرہ کی تعمیر اوران دونوں پر خلفاء کی توجہ ۱۵۳
بیت المقدس میں اسلامی حکومت کے زمانہ میں عام زندگی کا استحکام ۱۵۷

باب چہارم: بیت المقدس اوراس کے مضافات کو یہودیانے کے لئے کی گئی اہم کارروائیاں اورصہیونی جرائم ۱۶۱

بیت المقدس کو یہودیانے کے لئے کی جانے والی کارروائیاں ۱۶۱
زمین کو یہودیانے کی بابت پالیسیز ۱۶۲
ا-شہرقدس میں فلسطینیوں کی زمینوں اور جائدادوں کوا یکوائر کرنا ۱۶۲
۲-قدس میں صہیونی نو آبادیات اور مراکز کا قیام ۱۶۲
۳-فلسطینیوں کی تعمیرات پر پابندی اورصہیونی غاصبوں کی تعمیرات میں تعاون ۱۶۳
۴-مشرق قدس کو دیگر شہروں اور گاؤں سے جغرافیائی طور پر الگ کرنا ۱۶۴
۵-دیوار کی تعمیر کے نام پر قدس کی ہزاروں دونم آراضی کو ضبط کرنا ۱۶۴
آبادی کو یہودیانے کی بابت پالیسیز ۱۶۵
مسجد اقصی اور دیگر مقدس مقامات کی بابت پالیسیز ۱۶۸

قدس پر قبضہ مورخہ ۷/۶/۱۹۶۷ء سے لے کر دسمبر ۲۰۱۰ء تک کی قدس اور مسجد اقصی کے ساتھ صہیونی دست درازیوں اور بے حرمتیوں کا ایک تاریخی چارٹ ۱۸۲

باب پنجم: بیت المقدس اور اس کے مضافات کے تئیں امت کی ذمہ داریاں ۲۴۶

قدس کی بابت حکام کی ذمہ داری ۲۴۶

قدس کی بابت علماء، داعیوں اور خطیبوں کی ذمہ داری ۲۴۹

قدس کی بابت عرب و مسلم قوموں کی ذمہ داری ۲۵۰

قدس کی بابت ذرائع ابلاغ سے وابستہ افراد کی ذمہ داری ۲۵۳

اختتامیہ ۲۵۵

مراجع ومصادر ۲۵۹

کتب تفسیر ۲۵۹

کتب حدیث ۲۵۹

کتب فقہ ۲۶۰

کتب تاریخ ۲۶۲

لغات ۲۶۴

جدید کتابیں ۲۶۵

رسائل ۲۶۵

پیش لفظ

اس سیاہ تاریخ کو یاد کر کے کلیجہ شق ہوتا ہے اور دل کی آنکھیں خون کے آنسو بہاتی ہیں، جب مسلمانوں کا قبلۂ اول مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل گیا اور یہودیوں کی مکاری اور نصرانیوں کے فریب سے ظالم، نسل پرست اور مغرب کی طرف سے ناجائز طور پر لائی ہوئی یہودی مملکت نے اس پر قبضہ کرلیا، خلافت فاروقی میں جب سے بیت المقدس فتح ہوا، اس وقت سے لے کر ۱۹۶۷ء تک درمیان میں ۹۰ سال کے وقفہ کے علاوہ یہ مقدس خطہ ہمیشہ اسلام کے زیر سایہ اور مسلمانوں کے زیر اقتدار رہا؛ لیکن اس وقت نہ صرف یہ کہ یہ علاقہ یہودیوں کے زیر تسلط ہے؛ بلکہ مسجد اقصی کا تحفظ بھی خطرے میں ہے۔

افسوس بالائے افسوس یہ ہے کہ مسلمان اب اپنی اس روشن تاریخ کو فراموش کئے جارہے ہیں اور ملت اسلامیہ کے قلب پر لگنے والے اس زخم کی ٹھیس بھی ہمیں محسوس نہیں ہورہی ہے، ایسا لگتا ہے کہ جیسے مسلمانوں نے اس مسئلہ کو فراموش کردیا ہے اور قبلۂ اول ان کے ذہن سے اوجھل ہوگیا ہے، یہ سرمایہ غم کہیں ہمارے ہاتھوں سے چلا نہ جائے اور ہم خود فراموشی کے ایسے مریض نہ ہو جائیں کہ متاعِ غم بھی لٹ جائے اور احساس زیاں بھی رخصت ہو جائے:

وائے ناکامی ! متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

اسلامک فقہ اکیڈمی نے حالات کے پس منظر میں اس طرف خصوصی توجہ اور متعدد عرب فضلاء کی تحریروں کو اردو قارئین تک پہنچانے کی کوشش شروع کی ہے، ان میں سب سے اہم ڈاکٹر محمد عثمان شبیر کی کتاب ''بیت المقدس اور اس کے مضافات'' ہے۔

یہ اپنے موضوع پر نہایت ہی جامع تالیف ہے، جو پانچ ابواب پر مشتمل ہے، پہلا باب ارضِ بیت المقدس کے فضائل و برکات پر ہے، دوسرے باب میں بیت المقدس کے مضافات اور خود بیت المقدس کے مقدس مقامات کا ذکر ہے، تیسرے باب میں بیت المقدس اور اس کے مضافات کی اسلامی تاریخ اور اسلام سے اس کے گہرے ارتباط کا تذکرہ ہے، چوتھے باب میں صہیونی جرائم اور سازشوں سے متعلق مسلمانوں کے مختلف طبقات کی ذمہ داریوں پر روشنی ڈالی گئی ہے، غرض کہ یہ کتاب اپنے موضوع پر ایک مختصر انسائیکلوپیڈیا ہے، جس میں ایک طرف تاریخی نقطۂ نظر سے بیت المقدس کے ماضی اور حال کا جائزہ ہے، تو دوسری طرف شرعی نقطۂ نظر سے بیت المقدس کے فضائل و برکات، اسلامی مقدسات میں اس کی شمولیت اور اس کی اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے، اور صرف ایک داستانِ عبرت ہی نہیں ہے؛ بلکہ حال اور مستقبل کے لئے پیغام بھی ہے۔

امید ہے کہ اکیڈمی کی یہ پیشکش اصحابِ ذوق کے لئے بہترین علمی سوغات اور پوری ملت اسلامیہ کے لئے دعوتِ عمل ثابت ہوگی، اللہ تعالی جلد وہ وقت لائے کہ قبلۂ اول اعداء اسلام کے پنجہ سے آزاد ہو اور ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں، **وما ذلک علی اللہ بعزیز**۔

خالد سیف اللہ رحمانی
(جنرل سکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی، انڈیا)

۱۸ ربیع الاول ۱۴۳۴ھ
۳۰ جنوری ۲۰۱۳ء

مقدمہ(۱)

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه، ومن دعا بدعوته إلى يوم الدين، أما بعد:

اس کتاب کا پہلا ایڈیشن تقریباً چوبیس سال پہلے ۱۹۸۷ء مکتبہ فلاح کویت سے شائع ہوا تھا، اس مکتبہ نے یہ پہلا ایڈیشن تین ہزار کی تعداد میں شائع کیا تھا، جو چند مہینوں میں ختم ہو گیا تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ مسئلہ فلسطین پر اسلامی نقطۂ نظر سے لکھی جانے والی کتابیں بہت کم تھیں، یا تقریباً نایاب تھیں، اس مسئلہ سے متعلق لکھی گئی اکثر تحریریں محض قومی جذبہ سے لکھی گئی تھیں، زیر نظر کتاب کی مقبولیت کا سبب یہی تھا۔ مغربی ممالک کے اسلامی مراکز نے اس کی بڑی تعداد میں خریداری کی، بعض اسلامی مراکز نے ایک ہزار نسخوں کا آرڈر دیا تو کچھ نے پانچ سو نسخوں کا، اس لئے مکتبہ کے مالک نے میرے سامنے دوسرا ایڈیشن دس ہزار نسخوں کا شائع کرنے کی تجویز رکھی، میں نے اس وقت کی ضرورت کے پیش نظر اسے منظور کرلیا، اللہ کا احسان کہ یہ کتاب مشرق ومغرب میں خوب پھیلی، اور لوگوں نے اسے شوق کے ہاتھوں سے لیا، یاد ش بخیر ایک مغربی ملک میں رہائش پذیر ایک قاری نے میرے نام اپنے خط میں تحریر کیا تھا کہ میں نے ایک رات اس کتاب کو اٹھایا تو ایک مجلس میں ہی اسے پڑھ ڈالا، اور پھر دوسری مرتبہ بھی اسی رات میں میں نے اسے ختم کرلیا۔

---

(۱) "هيئة علماء فلسطين في الخارج" سے شائع ہونے والے ایڈیشن کے لئے لکھا گیا مقدمہ۔

پی ایل او اور فلسطین پر قابض صہیونی حکومت کے درمیان اوسلو میں ۱۹۹۳ء میں ہونے والے امن معاہدہ کے بعد اس کتاب کی مانگ کم ہوگئی، اس لئے کہ کچھ لوگوں کو اس معاہدہ سے امن وصلح کا وہم ہو گیا تھا، لیکن چند برسوں میں ہی حقیقت واضح ہوگئی، لوگوں کی غلط فہمیاں دور ہو گئیں، اور ہر خاص وعام سمجھ گیا کہ صہیونیوں کے ساتھ امن معاہدہ ایک لیلائے خیال، کار عبث اور وقت کا ضیاع ہے، اس صورت حال کی وضاحت کے بعد ایک بار پھر اس کتاب کی مانگ میں اضافہ ہو گیا، اور دار النفائس، اردن نے ۲۰۰۴ء میں اس کتاب کا تیسرا ایڈیشن شائع کرنے کی اجازت مانگی۔ بالواسطہ مذاکرات کے عہد میں، اور فلسطینی انتظامیہ کی مذاکرات کی خواہش کے درمیان (اس خواہش کا ثبوت ایک فلسطینی مذاکرات کار کی تصنیف کردہ کتاب "**الحياة مفاوضات**" (زندگی مذاکرات سے ہی عبارت ہے) ہے، اس کتاب میں قابض صہیونیوں کے ساتھ جنگ کو مذاکرات تک محدود کیا گیا تھا، اور مذاکرات کی میز پر صہیونیوں کے مقابلہ کی ضرورت بتائی گئی تھی، مذاکرہ کاروں نے اس قدس کے مسئلہ پر توجہ کم دی جو زبرست صہیونی صلیبی حملہ کا نشانہ تھا، جسے یہودیانے کی کوششیں جاری تھیں، جہاں اسلامی آثار مٹائے جا رہے تھے، جہاں فلسطینیوں کے گھر شہید کر کر کے صہیونیوں کی کالونیاں تعمیر کی جا رہی تھیں، اور جہاں کے باشندگان کو جلاوطن کیا جا رہا تھا۔

مسجد اقصی اور بیت المقدس کے ان حالات نے اس کتاب کی ضرورت بہت بڑھا دی، جس کا ثبوت یہ ہے کہ "**هيئة علماء فلسطين في الخارج**" نے ۲۰۱۰ء میں مجھ سے اس کتاب کی ایک بار پھر اشاعت کا مطالبہ کیا، نیز یہ بھی خواہش ظاہر کی کہ مسئلہ بیت المقدس سے متعلق سامنے آئے نئے امور کا اس میں اضافہ کیا جائے، خاص طور سے مسجد اقصی کی حدود واضح کرتے ہوئے یہ بتایا جائے کہ مصلی مروانی اور دیوار براق اس مسجد کے جزو لاینفک ہیں۔ نیز شہر بیت المقدس، مسجد اقصی اور اسلامی مقدسات بالخصوص قبرستان "مامن اللہ" (جس میں ہزاروں

صحابہ، علماء اور مجاہدین مدفون ہیں) کو یہودیانے اور ختم کرنے کی سازشیں عیاں کی جائیں، ساتھ ہی شہر قدس اور مسجد اقصی کے تئیں امت کی ذمہ داریاں بتائی جائیں۔ اس فرمائش کو میں نے قبول کیا، اور اللہ کے حضور دعا کی کہ وہ اس فرمائش کو پورا کرنے میں میری مدد کرے، اسی لئے اس ایڈیشن میں بعض نہایت اہم اضافے ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

۱- مسجد اقصی کی حدود کا بیان۔

۲- اسرائیل سے ویزا لے کر بیت المقدس اور مضافات کی زیارت کا حکم۔

۳- بیت المقدس اور مضافات کو یہودیانے کی سازشیں اور صہیونی مظالم۔

۴- شہر قدس اور مسجد کی بابت امت کی ذمہ داری۔

اس کے علاوہ اس ایڈیشن میں قدس اور مسجد اقصی میں موجود اسلامی آثار کی کچھ وضاحتی تصویریں ہیں، اسی طرح ۷/جون ۱۹۶۷ء سے لے کر دسمبر ۲۰۱۰ء کے آخر تک بیت المقدس اور وہاں موجود اسلامی آثار وعمارتوں پر اہم صہیونی زیادتیوں اور بے حرمتیوں کا زمانی ترتیب کے اعتبار سے ایک طویل چارٹ بھی اس ایڈیشن میں شامل ہے۔ ان اضافوں کی وجہ سے اب اس کتاب کا نام بدل کر "بیت المقدس اور اس کے مضافات، شرعی حیثیت، درپیش خطرات اور امت کی ذمہ داریاں" کر دیا گیا ہے، اب اس کو مندرجہ ذیل پانچ ابواب میں تقسیم کر دیا گیا ہے:

باب اول: سرزمین بیت المقدس اور اس کے مضافات کی برکت۔

باب دوم: بیت المقدس اور اس کے مضافات کا تقدس۔

باب سوم: بیت المقدس اور اس کے مضافات کی اسلامیت۔

باب چہارم: بیت المقدس اور اس کے مضافات کو یہودیانے کے لئے کی گئی اہم

کارروائیاں اور صہیونی جرائم۔

باب پنجم: بیت المقدس اور اس کے مضافات کے تئیں امت کی ذمہ داریاں۔

ڈاکٹر محمد عثمان شبیر

سابق سربراہ شعبہ فقہ واصول فقہ

کلیۃ الشریعۃ والدراسات الاسلامیۃ

ونائب صدر: ہیئۃ علماء فلسطین فی الخارج

دیباچہ طبع اول

الحمد لله رب العالمين، ولا عدوان إلا على الظالمين، وصلى الله على سيدنا محمد وعلى آله وعلى صحبه والتابعين لهم بإحسان إلى يوم الدين۔

أما بعد: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے چند علاقوں کو دیگر علاقوں پر فضیلت دیتے ہوئے انہیں شرف وعظمت سے نوازا ہے، ان علاقوں کو اللہ نے عبادت وطاعت خداوندی کے خاص مقامات بنایا، ان میں کی جانے والی نیکیوں پر ملنے والے اجر وثواب کو دو چند کیا، اور از راہ مہربانی بندوں کو اس کی اطلاع اپنے انبیاء اور رسولوں کے ذریعہ دی، ان مقامات میں افضل ترین مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور بیت المقدس ہیں۔

مکہ مکرمہ میں وہ خانۂ خدا قائم ہے جسے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ نے تعمیر کیا تھا، اللہ تعالیٰ نے اسے مرجع خلائق اور باعث امن بنایا، رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر فرمایا تھا: ''اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی پیدائش کے وقت ہی محترم قرار دیا تھا، پس وہ اللہ کے حکم سے قیامت تک کے لئے محترم رہے گا، مجھ سے پہلے کسی کے لئے بھی یہاں قتال کی اجازت نہ تھی، اور میرے لئے بھی بس آج کے ایک پہر کے لئے یہاں قتال کی اجازت تھی، اب یہ قیامت تک کے لئے محترم ہے، نہ یہاں کا کانٹا اکھاڑا جائے گا، نہ شکار کو ہانکا جائے گا، اور نہ یہاں کا لقطہ کوئی شخص اٹھا سکتا ہے، ہاں بس وہ اٹھا سکتا ہے جو اس کے مالک کو جانتا ہو، اور نہ ہی یہاں کا تر پودا اکھاڑا جائے گا، حضرت عباسؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! سوائے اذخر نامی گھاس کے کہ وہ لوگوں کی بھٹیوں اور گھروں میں استعمال ہوتی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں سوائے

اذخر کے'' (بخاری ومسلم) (۱)۔حضرت عبداللہ بن عدی بن حمراءؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ ﷺ حزورہ (مکہ میں ایک جگہ) میں کھڑے ہوئے فرمارہے تھے: ''اے مکہ! تو اللہ کی بہترین سرزمین ہے، اور اللہ کو سب سے محبوب علاقہ ہے، اگر مجھے نکالا نہ جاتا تو میں یہاں سے نہ جاتا'' (ترمذی) (۲)۔

مدینہ منورہ کو یثرب بن مہلائل نے بسایا تھا، جو کہ عمالقہ سے تعلق رکھتا تھا، رسول اکرم ﷺ نے اقامت دین کے لئے وہاں کی ہجرت کی، اپنی مسجد وہاں تعمیر کی، وہیں آپ مدفون ہوئے، آپ ﷺ نے اس کی بابت فرمایا تھا: ''حضرت ابراہیمؑ نے مکہ کو محترم قرار دیا تھا اور وہاں کے لئے (ایک روایت کے مطابق وہاں کے باشندگان کے لئے) دعا فرمائی تھی، جس طرح انہوں نے مکہ کو محترم قرار دیا تھا اسی طرح میں مدینہ کو محترم قرار دیتا ہوں، اور جس طرح حضرت ابراہیمؑ نے باشندگان مکہ کے لئے دعا کی تھی، میں نے ویسی ہی دعا مدینہ کے صاع ومد (تجارت ورزق میں) برکت کے لئے کی ہے'' (بخاری، مسلم) (۳)۔

بیت المقدس یبوسیوں نے تقریباً تین ہزار قبل مسیح بسایا تھا، اور اپنے جدامجد کے نام پر ''یبوس'' رکھا تھا، جو ان کنعانیین میں سے تھا جنھوں نے تقریباً چار ہزار قبل مسیح جزیرۃ العرب سے فلسطین کو ہجرت کی تھی، وہاں مسجد اقصی ہے جو مسجد حرام سے چالیس برس بعد عبادت کے لئے تعمیر کی گئی تھی، یہ بات ایک حدیث سے ثابت ہے (۴)، وہ ملائکہ کا جائے نزول ہے، بکثرت انبیاء وہاں مبعوث ہوئے، نہ جانے کتنے انبیاء نے وہاں کی زیارت کی اور وہاں دفن ہوئے، وہیں سے آپ ﷺ آسمانوں کے سفر پر رخصت ہوئے۔

(۱) ابن اثیر: جامع الاصول، ۹/ ۲۸۸، اور مسلم کی شرح نووی ۷/ ۱۲۵۔

(۲) ابن اثیر: جامع الاصول ۹/ ۲۹۲، سنن ترمذی: کتاب المناقب، باب فضل مکۃ (۹۲۵) یہ حدیث صحیح ہے۔

(۳) ایضا ۹/ ۳۰۸۔

(۴) یہ حدیث باب دوم میں درج ہے۔

بیت المقدس فلسطین کا اہم ترین شہر ہے، وہ فلسطین کے لئے دل کی حیثیت رکھتا ہے، ابن اثیر نے فلسطین کا محل وقوع بتاتے ہوئے لکھا ہے: ''اردن ومصر کے درمیان کا معروف خطہ، جس میں بیت المقدس کو ام البلاد کی حیثیت حاصل ہے (۱)''۔ یعنی فلسطین کے تمام شہر بیت المقدس کے تابع ہیں، فلسطین میں اس کے مثل کوئی نہیں ہے، جیسے کہ مکہ کو ام القری اور سورہ فاتحہ کو ام القرآن کہتے ہیں۔

کتاب وسنت میں بیت المقدس اور اس کے مضافات سے متعلق متعدد خصوصیات واحکام کا تذکرہ کیا گیا ہے، ان میں سے کچھ تو فقہ واحکام کی کتابوں، تفسیروں اور حدیث کی شرحوں میں پھیلے ہوئے ہیں، اور بعض ایک مستقل کتاب میں جمع کر دیئے گئے ہیں، لیکن ابھی تک بہت سی حدیثوں اور آثار کی تحقیق وتخریج اور مذکورہ فقہی مسائل کی علمی تحقیق نہیں ہوئی ہے، اسی لئے میں نے بطور خاص دو باتوں کا اہتمام کیا ہے:

اول: صحیح احادیث وآثار کی بنیاد پر بیت المقدس اور اس کے مضافات کی خصوصیات کا واضح بیان، تاکہ مسلمانوں کے دلوں میں بیت المقدس اور اس کے مضافات سے قلبی تعلق مضبوط ہو، اور سرزمین فلسطین کو مکمل آزاد کرائے جانے کی ذمہ داری کا احساس پیدا ہو۔

دوم: بیت المقدس سے متعلق فقہی مسائل واحکام کی علمی تحقیق، تاکہ کوئی مسلمان جب اس کی بابت کوئی حکم سنے یا اس کی کوئی تطبیق دیکھے تو حقیقت سمجھ سکے، ایسے چند احکام یہ ہیں:

۱- جنگ یا صلح کے ذریعہ فتح کی گئی زمین کا حکم۔

۲- صہیونیوں کے قبضہ کے بعد بھی سرزمین فلسطین کی اسلامیت کا تسلسل۔

۳- مسجد اقصی کی زیارت اور اس کے لئے سفر کرنے کا حکم۔

۴- مسجد اقصی میں نماز کی اہمیت۔

---

(۱) ابن اثیر: النہایۃ فی غریب الحدیث، دار الفکر بیروت ۱۷۳/۴۔

۵-حج یا عمرہ کے لئے مسجد اقصی سے احرام باندھنے کا حکم۔

۶-حرم قدسی میں گناہوں کے ارتکاب کا حکم۔

۷-مسجد اقصی کے قریب رہنے کا حکم۔

میں نے بیت المقدس اور اس کے مضافات کے تین خصائص پر تفصیلی کلام کیا ہے، یہ ہیں: برکت، تقدس اور اسلامیت، اور ان تینوں پر باقاعدہ ایک ایک باب تحریر کیا ہے۔

پہلے باب میں بیت المقدس اور اس کے مضافات کے تقدس، اس کی وجہ اور اس کے نتیجہ پر کلام کیا گیا ہے۔

تیسرے باب میں بیت المقدس اور اس کے مضافات کی اسلامیت اور اس کی بنیاد پر گفتگو کرتے ہوئے اس علاقہ پر اسلامی فتح کے اثرات اور اس علاقہ کے مخصوص فقہی احکام بیان کئے گئے ہیں۔

کتاب کے آخر میں ایک اختتامیہ تحریر کیا گیا ہے جس میں میں نے اہم نتائج بحث اختصار کے ساتھ ذکر کئے ہیں۔

اللہ سبحانہ وتعالی سے دعا ہے کہ وہ میری اس حقیر کاوش کو قبول فرمائے، اور اسے اس دن میری حسنات میں شمار فرمائے جب مال واولاد کچھ فائدہ نہ دیں گے۔

ڈاکٹر محمد عثمان شبیر

باب اول:

سرزمین بیت المقدس اوراس کے مضافات کی برکت

اللہ سبحانہ وتعالی نے قرآن مجید کی متعدد آیات میں سرزمین بیت المقدس اوراس کے مضافات کو بابرکت بتایا ہے، مثلاً ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے: ﴿**سبحان الذی .... السمیع البصیر**﴾ (بنی اسرائیل:۱) (پاک ہے وہ جو لے گیا ایک رات اپنے بندے کو مسجد حرام سے اس مسجد اقصی تک جس کے گرد وپیش کو ہم نے برکت دی ہے، تاکہ اسے اپنی کچھ نشانیوں کا مشاہدہ کرائیں، حقیقت میں وہی سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا ہے)، اسی طرح ارشاد ہوا ہے: ﴿**ونجیناہ ولوطا............ للعالمین**﴾ (انبیاء:۷۱) (اور ہم ابراہیم اور لوط کو بچا کر اس سرزمین کی طرف نکال لے گئے جس میں ہم نے دنیا والوں کے لئے برکتیں رکھی ہیں)، یہ برکتوں والی سرزمین (مفسرین کے بیان کے مطابق) شام ہے، جس میں فلسطین بھی شامل ہے(۱)۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہے: ﴿**ولسلیمان الریح .... عالمین**﴾ (انبیاء:۸۱) (اور سلیمان کے لئے ہم نے تیز ہوا کو مسخر کردیا تھا جو اس کے حکم سے اس سرزمین کی طرف چلتی تھی جس میں ہم نے برکتیں رکھی ہیں، اور ہم ہر چیز کا علم رکھنے والے تھے)، یعنی حضرت سلیمان کے لئے ہوا مسخر کردی گئی تھی وہ انہیں بہت کم وقت میں بابرکت سرزمین یعنی ملک شام پہنچادیا کرتی تھی (۲)۔

---

(۱) ملاحظہ ہو: ابن الجوزی: زاد المسیر ، المکتب الاسلامی، بیروت، طبع اول، ۱۹۶۴ء، ۵/ ۳۶۸، قرطبی: الجامع لأحکام القرآن، داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۱/ ۳۰۵۔

(۲) ملاحظہ ہو: ابن الجوزی: زاد المسیر ۵/ ۳۷۴، قرطبی: الجامع لاحکام القرآن: ۱۱/ ۳۲۲، ابن کثیر: تفسیر القرآن العظیم، دارالمعرفۃ، بیروت ۳۰/ ۱۸۷۔

سرزمین بیت المقدس کی برکت

برکت کے معنی:

عربی زبان میں برکت کے معنی خیر میں اضافہ کے ہیں، برک اونٹ کے سینے کو کہتے ہیں، پانی کے مخزن کے لئے بھی برکت کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

''برکۃ' بارک اللہ سے مشتق ہے(۱)، شریعت کی اصطلاح میں برکت کے معنی ہیں: ''کسی چیز میں خداوندی خیر کا ثبوت''۔ مبارک اس چیز کو کہتے ہیں جس میں یہ خداوندی خیر پایا جائے (۲)۔

سرزمین بیت المقدس کی مادی ومعنوی برکتیں:

۱-سرزمین بیت المقدس کی مادی برکت:

یہ سرزمین بہت سرسبز وشاداب ہے، متعدد دریا اس علاقہ سے گزرتے ہیں، یہاں کا پانی بہت شیریں ہے، یہاں حسین وادیاں اور پہاڑ ہیں، پھر یہ علاقہ عالم اسلام کے بالکل بیچ میں ہونے کی وجہ سے اس کا دل محسوس ہوتا ہے، اس کے شمال میں لبنان، شمال مشرق میں سیریا، مشرق میں اردن، جنوب میں خلیج عقبہ، جنوب مغرب میں جزیرہ نمائے سینا اور مغرب میں بحر ابیض متوسط ہے۔

---

(۱) ملاحظہ ہو: فیومی: المصباح المنیر، المطبعۃ المنیریۃ، قاہرہ، طبع ششم، ۱۹۲۶ء، ۱/ ۶۲، اصفہانی: المفردات فی غریب القرآن، مطبعۃ مطفی الحلبی، قاہرہ ۱۹۶۱ء، ص: ۴۴۔

(۲) اصفہانی: حوالہ بالا۔

ایشیا سے افریقہ اور افریقہ سے ایشیا جانے والوں کے لئے یہ لازمی گزرگاہ ہے، بحر متوسط میں یورپ کی طرف کو جو علاقے گھسے ہوئے ہیں یہ ان میں سے ایک ہے، اسے صدیوں سے دنیا کے شمالی حصہ سے جنوبی حصہ میں جانے اور جنوبی حصہ سے شمالی حصہ میں جانے کے لئے لازمی گزرگاہ کی حیثیت حاصل ہے، اس کے علاوہ یہ تہذیبی اور عسکری طور پر قدیم دنیا کے اہم ممالک کے بیچ میں واقع ہے، ہوسکتا ہے کہ اسے بکثرت انبیاء کی بعثت اور آسمانی دینوں کے مرکز نیز آس پاس کے علاقوں میں مجاہدین کے لشکروں کی چھاؤنیوں کے طور پر اسی لئے منتخب کیا گیا ہو، سکندر نے ۳۳۲ قبل مسیح میں مصر پر حملے کے لئے یہی راستہ اختیار کیا تھا، حضرت عمرو بن عاص نے مصر کی فتح کے لئے اسلامی لشکروں کی چھاؤنی کے طور پر اسے ہی استعمال کیا تھا، اور ساحلی نشیبی علاقوں کو راستہ اس لئے بنایا تھا کہ یہ علاقہ عبور کرنے کے لئے آسان تھا، اور عرب یہاں کے حالات کے عادی تھے، بحر ابیض متوسط کے جزیروں کی فتح کے لئے جانے والے اسلامی بحری بیڑوں نے فلسطینی بندرگاہوں کو اپنا مرکز (Base) بنایا تھا۔

فلسطین کی مادی برکتوں کا ایک مظہر وہاں کی زبردست زراعت ہے، جس کا سبب دریاؤوں اور چشموں کی کثرت ہے، ارشاد ربانی: ﴿**بارکنا حوله**﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے ابن کثیر نے لکھا ہے کہ یہ برکت کھیتی اور باغبانی کی صورت میں تھی (۱)۔ ابن جوزی کہتے ہیں: ﴿**بارکنا حوله**﴾ کا مطلب ہے کہ اللہ نے اس کے آس پاس کے علاقے میں متعدد دریا بہائے ہیں، اور زراعت کے شعبہ میں برکت دی ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس برکت سے مراد اس علاقہ میں انبیاء کی بعثت اور ملائکہ کا نزول ہے (۲)۔

فلسطین جانے والے سیاحوں اور ماہرین جغرافیہ کی توجہ بھی اس جانب گئی ہے، ان

---

(۱) ابن کثیر: تفسیر القرآن العظیم ۳/ ۲۔

(۲) ابن الجوزی: زاد المسیر فی علم التفسیر ۵/ ۵۔

حضرات کا بھی فلسطین کے بارے میں یہ کہنا ہے کہ فلسطین اپنے چھوٹے رقبہ کے باوجود شام کا سب سے سرسبز وشاداب اور سب سے زیادہ آباد خطہ ہے (۱)۔ اور فلسطین کے سب سے زیادہ مشہور شہر اور وہاں کی زراعت کے بارے میں ان لوگوں کا کہنا ہے کہ قدس فلسطین کے سرسبز وشاداب ترین علاقوں میں سے ایک ہے (۲)۔ اس کے چاروں طرف باغات اور کھیتوں کی کثرت ہے، باغات میں خاص طور پر زیتون اور انگور کی کھیتی ہوتی ہے (۳)۔ اس کے مضافاتی علاقوں میں بہت بڑی تعداد میں کھیت اور باغات ہیں، اس خطہ میں چکوترے، بادام، اخروٹ، انجیر اور کیلے کی کھیتی بہت کامیاب ہے (۴)۔ قدس میں سب سے زیادہ زیتون پیدا ہوتا ہے، جس کا تیل وہاں کے باشندگان پوری دنیا میں برآمد کیا کرتے تھے (۵)۔

نابلس میں بھی زیتون کے پیڑ قدس سے کم نہیں ہیں، زیتون کے علاوہ وہاں کا خربوزہ بھی بہت مشہور ہے، اور بہت خوش ذائقہ ہوتا ہے (۶)، اس شہر کو دمشقی نے باغ میں تعمیر محل سے تمثیل دی ہے (۷)، اس کی زراعتی ترقی کا یہ عالم ہے کہ اس کے تحت تین

---

(۱) ابن حوقل: صورۃ الارض، منشورات دار مکتبۃ الحیاۃ، بیروت ص: ۱۵۹۔

(۲) ایضا۔

(۳) اسحاق بن حسین: آکان المرجان، ص: ۱۳، بحوالہ مقالہ: فلسطین فی الادب الجغرافی العربی، از: ڈاکٹر عماد الدین خلیل، یکے از مشمولات کتاب: دراسات تاریخیہ، المکتب الاسلامی، بیروت، طبع اول ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۳ء، ص: ۱۲۶۔

(۴) مقدسی: احسن التقاسیم ص: ۱۶۶، یاقوت الحموی: معجم البلدان: ۵/ ۱۶۹۔

(۵) ناصر خسرو، سفرنامہ ص: ۱۹، بحوالہ مقالہ: فلسطین فی الادب الجغرافی، ص: ۱۲۶۔

(۶) رحلۃ ابن بطوطۃ، دار احیاء التراث العربی، ۱۳۸۸ھ/ ۱۹۶۸ء، ص: ۵۶، دمشقی: نخبۃ الدہر وعجائب البر والبحر، ۱۹۲۳ھ، ص ۲۰۰-۲۰۱۔

(۷) دمشقی: حوالہ بالا۔

سو بستیاں آتی ہیں(۱)۔

اریحا کھجور، کیلے، تلسی اور گنے کی کھیتی میں مشہور ہے (۲)، بیسان میں بھی بالخصوص کھجور کے باغات اور چاول کے کھیت بکثرت ہیں (۳)، رملہ پھلوں بالخصوص انجیر اور کھجور کی کثرت کی وجہ سے معروف ہے (۴)، کہا جاتا ہے وہاں کے جیسا انجیر کہیں اور نہیں ہوتا، ماضی میں وہاں کا انجیر بہت بڑی مقدار میں برآمد کیا جاتا تھا (۵)۔شہر خلیل دو پہاڑوں کے درمیان نشیبی علاقہ میں واقع ہے، اور پھلوں سے لدے ہوئے درختوں سے بھرا پڑا ہے (۶)، اس شہر میں خاص طور پر انگور، سیب، زیتون، انجیر اور خرنوب (Carob) کے باغات ہیں، یہ شہر ان پھلوں کی بڑی مقدار مصر کو برآمد کرتا رہا ہے (۷)۔ عکا میں پھلوں اور زیتون کی پیداوار بہت ترقی یافتہ ہے (۸)، حیفا میں پھلوں خاص طور پر کھجور کے باغات بہت ہیں (۹)۔عکا سے سات فرسخ کی دوری پر قیساریہ ہے، جہاں پھلوں کے باغات بکثرت ہیں، یہاں خاص طور پر کھجور اور نارنگی وغیرہ کی باغبانی ہوتی ہے، اس شہر کے بارے میں مقدسی نے لکھا ہے کہ بحر روم (بحر متوسط) کے کنارے

---

(۱) ظاہری: زبدۃ کشف الممالیک، مطبعہ الجمہوریۃ، پیرس، ص: ۱۴۶۔

(۲) مقدسی: احسن التقاسیم، ص: ۱۷۵، قزوینی: آثار البلاد واخبار العباد، دار صادر بیروت، ص: ۱۴۲۔

(۳) مقدسی: حوالہ بالا، ص: ۱۶۲-۱۸۰، ابو الفداء: تقویم البلدان، دار الطباعۃ السلطانیہ، پیرس ۱۸۴۰ء، ص: ۴۳۔

(۴) مقدسی: حوالہ بالا، ص: ۱۶۴۔

(۵) ناصر خسرو، سفر نامہ، ص: ۱۹، بحوالہ مقالہ: فلسطین فی الادب الجغرافی، ص: ۱۲۶۔

(۶) ابن الوردی: خریدۃ العجائب وفریدۃ الغرائب، مطبعہ مصطفیٰ حلبی، قاہرہ: ۱۳۵۸ھ، ص: ۴۲، ابن حوقل: صورۃ الارض: ۱۵۸۔

(۷) مقدسی: احسن التقاسیم، ص: ۱۷۲، ابو الفداء: تقویم البلدان، ص: ۲۴۱۔

(۸) مقدسی: حوالہ بالا، ص: ۱۶۲۔

(۹) ناصر خسرو: سفر نامہ، ص: ۱۸، بحوالہ مقالہ: فلسطین فی الادب الجغرافی، ص: ۱۷۴۔

اتنا خوبصورت اور سرسبز و شاداب شہر کوئی اور آباد نہیں ہے، عسقلان بھی ایسا ہی شہر ہے، یہاں بھی باغات بہت ہیں، کھجور کے علاوہ یہاں زیتون، انگور، بادام، اور انار کی پیداوار ہوتی ہے(۱)۔

شہر غزہ جسے آں حضرت ﷺ کے جدامجد (ہاشم) کے نام پر غزہ ہاشم کہا جاتا تھا، اس کے بارے میں بھی ان مصنفین کا کہنا ہے کہ یہاں کے باغات بہت گھنے ہیں، یہاں انگور اور نارنگی وغیرہ کی باغبانی بہت ترقی یافتہ ہے(۲)۔

صفد میں نہایت خوش ذائقہ اور خوشبودار ناسپاتی کے درخت بہت ہیں، یہاں کا چکوترا بہت بڑا ہوتا ہے، دمشقی کے زمانے میں یہاں کے ایک چکوترے کا وزن تقریباً چھ دمشقی رطل ہوتا تھا(۳)۔ یہاں انگور، زیتون، تارپین، خرنوب (Carob)، بہی اور دیگر پھلوں کی پیداوار ہوتی ہے(۴)، یہاں کی زراعتی ترقی کا یہ عالم تھا کہ ظاہری کے بیان کے مطابق اس کے تحت بارہ سو گاؤں آتے تھے(۵)۔

بہرحال فلسطین کے تمام پہاڑی اور میدانی علاقے زیتون، انجیر، شہتوت، انگور اور تمام پھلوں سے بھرے رہتے ہیں(۶)، اس کے علاوہ غور میں گنے کی کھیتی بھی بہت زیادہ ہوتی ہے، قدس کے مضافات میں کپاس بھی پیدا ہوتی ہے، اور برآمد کی جاتی رہی ہے(۷)۔ باغات اور پھلوں کی اس کثرت کا اصل سبب پانی کی کثرت ہے، فلسطین بحر متوسط کے کنارے آباد ہے، بحر میت اور بحیرہ طبریہ بھی یہیں ہے، یہ بحیرہ بہت مشہور ہے، اور اس کا پانی شیریں ہے، اس کے

---

(۱) مقدسی: احسن التقاسیم، ص: ۱۷۴۔

(۲) مقدسی: حوالہ بالا، دمشقی: نخبۃ الدہر، ص: ۲۱۳، ظاہری: زبدۃ کشف الممالیک، ص: ۴۲۔

(۳) دمشقی: نخبۃ الدہر وعجائب البر والبحر، ص: ۲۱۱۔

(۴) ایضاً۔

(۵) ظاہری: زبدۃ کشف الممالیک، ص: ۴۲۔

(۶) ابن حوقل: صورۃ الارض، ص: ۱۵۸-۱۵۹۔

(۷) مقدسی: احسن التقاسیم، ص: ۱۸۰۔

ساحل پر بہت گرم پانی کے چشمے رواں ہیں، اس کے جنوب میں ایک چشمے کا پانی اتنا گرم ہے کہ وہ انڈا ابال دیتا ہے اور گوشت پکا دیتا ہے، ان چشموں کا پانی کھارا اور گندھک آلودہ ہے، جس کو زیادتی وزن، جلدی بیماریوں اور بلغم کی زیادتی وغیرہ کے دیسی علاج کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے (۱)۔ اس علاقہ میں چشموں، نہروں اور ندیوں کی فراوانی ہے، مثلاً عسقلان کے چشمے، اریحا کے چشمے، بیسان کے چشمے اور ندیاں، خلیل کے چشمے، قیساریہ کے چشمے، اور قدس میں سلوان وغیرہ کے چشمے (۲)۔ اس کے علاوہ فلسطین میں جاڑوں میں بہت بارش ہوتی ہے۔

یہ زراعتی سرگرمیاں یہودیوں کے اس پروپیگنڈے کا جواب ہے کہ یہودیوں نے فلسطین کی زمین پر زبردست کھیتی شروع کی ہے، اور عربوں نے پوری تاریخ میں یہاں کھیتی سے بے توجہی کی ہے، اس لئے یہودی عربوں سے زیادہ اس سرزمین کے حقدار ہیں۔

۲- بیت المقدس اور اس کے مضافات کی معنوی برکتیں:

سرزمین بیت المقدس اور اس کے مضافات کو اللہ نے جو برکت اپنی عطائے خاص سے نوازی ہے اس کا ایک اہم پہلو معنوی برکت ہے، اس معنوی برکت کے کئی اسباب ہیں: یہ بعثت گاہ انبیاء اور جائے نزول ملائکہ ہے، متعدد انبیاء کا مدفن ہے جو قیامت کے روز یہیں سے اٹھیں گے، مقام حشر وحساب ہے، یہیں لوگوں کے لئے میزان قائم کی جائے گی، ذیل میں اس کی تفصیل ملاحظہ ہو:

الف- سرزمین فلسطین بعثت گاہ انبیاء اور جائے نزول ملائکہ ہے:

سرزمین فلسطین، بالخصوص بیت المقدس بہت سے انبیاء پر نزول وحی کی گواہ ہے، جیسے

(۱) دمشقی: نخبۃ الدہر وعجائب البر والبحر، ص: ۲۱۱-۲۱۲، رحلۃ ابن بطوطہ: ص: ۵۸۔

(۲) یاقوت حموی: معجم البلدان ۵/ ۱۶۸۔

حضرت داود، حضرت سلیمان، حضرت عیسی، حضرت لوط، اور حضرت موسی۔

اللہ سبحانہ وتعالی نے حضرت ابراہیم اور حضرت لوط کی ہجرت فلسطین کا تذکرہ یوں کیا ہے: ﴿**فآمن له لوط** .... **إنه هو العزيز الحكيم**﴾ (عنکبوت:۲۶) (ابراہیم پر لوط ایمان لائے، اور کہا میں اپنے رب کی خاطر ہجرت کر رہا ہوں، بلاشبہ وہ بہت زبردست اور بڑی حکمت والا ہے)۔قتادہ کا کہنا ہے کہ ان سب لوگوں نے کوثی (کوفہ کی ایک مضافاتی بستی سے) شام کو ہجرت کی تھی (۱)۔ اس ہجرت کا تذکرہ ایک اور مقام پر اللہ نے اس طرح کیا ہے: ﴿**ونجيناه ولوطاً** .... **للعالمين**﴾ (انبیاء:۷۱) (اور ہم ابراہیم اور لوط کو بچا کر اس سرزمین کی طرف نکال لے گئے، جس میں ہم نے دنیا والوں کے لئے برکت رکھی ہے)۔ یہ سرزمین (جیسا کہ ہم پیچھے لکھ آئے ہیں) شام ہے۔

حضرت موسیٰ کی ہجرت فلسطین کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد ہوا ہے: ﴿**وجاوزنا ببني إسرائيل** .... **تجهلون**﴾ (اعراف:۱۳۸) (بنی اسرائیل کو ہم نے سمندر سے گزار دیا، پھر ان کا ایک ایسی قوم پر سے گزر ہوا جو اپنے چند بتوں کی گرویدہ بنی ہوئی تھی، کہنے لگے: اے موسیٰ! ہمارے لئے بھی کوئی ایسا معبود بنا دو جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں، موسیٰ نے کہا: تم لوگ بڑی نادان قوم ہو)۔حضرت موسیٰ نے ان کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنا سفر ہجرت جاری رکھیں اور سرزمین فلسطین میں داخل ہو جائیں: ﴿**يا قوم ادخلوا الأرض** .... **خاسرين**﴾ (مائدہ:۲۱) (اے برادران قوم! اس مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دی ہے، پیچھے نہ ہٹو ورنہ ناکام و نامراد پلٹو گے)۔

اس مبارک سرزمین پر ملائکہ کا نزول صرف ان انبیاء کے لئے وحی لانے تک محدود نہیں تھا جو یہاں مبعوث کئے گئے، یا یہاں ہجرت کر کے آئے، بلکہ یہاں فرشتے مسلسل آتے رہتے

---

(۱) ابن کثیر: تفسیر القرآن العظیم، دار المعرفہ، بیروت ۳/ ۴۱۰۔

ہیں، جیسا کہ حضرت زید بن ثابت کی روایت کردہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''شام کیسا خوش قسمت ہے! شام کیسا خوش قسمت ہے!'' صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ شام کی خوش قسمتی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ کے فرشتے شام پر اپنے پر پھیلائے رہتے ہیں'' (۱)۔ یعنی ملائکہ اس پر برکتیں نازل کرتے رہتے ہیں، اور اس پر سے بلائیں دور کرتے رہتے ہیں (۲)۔

ان اور ان جیسے دیگر اسباب کی بنا پر سرزمین شام اس بات کی مستحق ہے کہ اس کی نسبت برکت کی جانب کی جائے، زمخشری کا کہنا ہے: ''اللہ سبحانہ وتعالی نے سرزمین شام کی نسبت برکت کی جانب کی ہے، اور وہ اس کی حقدار بھی ہے، اس لئے کہ وہ بعثت گاہ انبیاء، جائے نزول وحی اور متعدد انبیاء کا زندگی میں اور بعد از زندگی مسکن ہے'' (۳)۔ ابوعبداللہ منہاجی کہتے ہیں: ''اللہ سبحانہ وتعالی نے پوری زمین میں سے سرزمین بیت المقدس کو خاص مقام دیا ہے، حضرت موسیٰ کو اللہ نے بیت المقدس جانے کا حکم دیا تھا، ...... حضرت داود اور حضرت سلیمان کی توبہ وہیں قبول کی گئی تھی، یہیں اللہ نے حضرت داؤد کے لئے پہاڑوں اور پرندوں کو مسخر کیا تھا، اور رسول اللہ ﷺ کو آسمان پر بیت المقدس سے ہی بلایا تھا....'' (۴)۔

---

(۱) ترمذی (۵/ ۷۳۴)، امام احمد (۵/ ۱۸۴) طبرانی اور حاکم نے یہ حدیث روایت کی ہے، ہیثمی نے مجمع الزوائد (۱۰/ ۶۰) میں لکھا ہے: یہ حدیث طبرانی نے روایت کی ہے، اور اس کے رجال صحیح کے ہیں،'' حاکم نے اسے صحیح اور شیخین کی شرط پر بتایا ہے''، فیض القدیر از مناوی ۴/ ۲۷۴۔

(۲) مناوی: فیض القدیر، دار المعرفۃ، بیروت ۴/ ۲۷۴۔

(۳) زمخشری کا یہ قول مناوی نے فیض القدیر (۴/ ۳۴۲) میں نقل کیا ہے۔

(۴) ابوعبداللہ محمد المنہاجی السیوطی: اتحاف الاخصا بفضائل المسجد الاقصی، تحقیق: احمد رمضان احمد، الہیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، ۱۹۸۲ء، ۱۰۵-۱۰۶۔

ب۔سرزمین فلسطین انبیاء کا مدفن:

فلسطین میں متعدد انبیاء مدفون ہیں، مثلاً ابوالانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ، ان کی قبر شہر خلیل میں معروف ہے(۱)، آپ کے علاوہ حضرت اسحاق، حضرت یوسف، حضرت یعقوب اور حضرت موسیٰ بھی وہیں مدفون ہیں، حضرت موسیٰ کی قبر بیت المقدس کے پاس ہی ہے۔

ابن الجوزی نے لکھا ہے: ''سرزمین قدس میں حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہم السلام مدفون ہیں''(۲)۔

امام مسلم اور بعض دیگر محدثین نے حضرت ابوہریرہؓ کا یہ اثر نقل کیا ہے کہ ملک الموت حضرت موسیٰ کے پاس آیا، تو آپ نے اس کو ایسا مارا کہ اس کی ایک آنکھ پھوٹ گئی، وہ اللہ تعالی کے حضور میں پہنچا اور عرض کیا کہ آپ نے مجھے ایک ایسے بندے کے پاس بھیجا تھا جو مرنا نہیں چاہتا ہے، حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ پھر اللہ نے اس کی آنکھ صحیح کردی، اور کہا پھر اس کے پاس جاؤ، اور اس سے کہو کہ وہ بیل کی کمر پر ہاتھ رکھے، اس کے ہاتھ کے نیچے جتنے بال آئیں گے وہ اتنے برس زندہ رہے گا، (جب فرشتے نے حضرت موسیٰ کو اللہ یہ پیغام پہنچایا تو حضرت موسی نے کہا: اے اللہ! ان برسوں کے بعد کیا ہوگا، اللہ نے فرمایا: ان برسوں کے بعد موت آجائے گی، حضرت موسیٰ نے کہا: کہ پھر موت ابھی دے دیجئے، اور یہ درخواست کی کہ انہیں سرزمین مقدس کے اتنے پاس جا کر موت دی جائے جتنی دور پتھر کو پھینکا جائے تو وہ گرتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر میں وہاں ہوتا تو تمہیں ان کی قبر لال ٹیلے کے نیچے دکھاتا''(۳)۔

(۱) شہر خلیل میں جس قبر کو سیدنا ابراہیمؑ کی قبر کہا جاتا ہے اس کے آپ کی قبر ہونے کے سلسلہ میں علماء کا اختلاف ہے، لیکن جمہور کا قول صحیح (بقول ابن تیمیہ: فتاوی ۲۷/ ۴۴۵) یہ ہے کہ وہ قبر آپؑ کی ہی ہے، لیکن حضرت یونسؑ، حضرت الیاسؑ، حضرت شعیبؑ اور حضرت اسحاقؑ کی قبر معلوم نہیں ہے۔

(۲) ابن الجوزی: فضائل القدس، تحقیق: ڈاکٹر جبرئیل جبور، منشورات دار الآفاق، بیروت، ص: ۹۷۔

(۳) بخاری: ۲/ ۹۲، مسلم ۴/ ۱۸۴۲۔

مازری نے لکھا ہے: بعض ملحدین نے اس حدیث کو غلط قرار دیا ہے، اور اس کے واقعہ کو ناقابل قبول کہا ہے، ان لوگوں کا کہنا ہے کہ حضرت موسیٰ کے لئے ملک الموت کی آنکھ پھوڑنا کیسے جائز تھا؟

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں بیان کیا گیا واقعہ صحیح ہے، اس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ملک الموت کو حضرت موسیٰ کی روح قبض کرنے کے لئے نہیں بھیجا تھا، اس وقت اللہ کو صرف امتحان مقصود تھا، بالکل ویسے ہی جیسے اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کو بیٹا ذبح کرنے کا حکم دیا تھا، لیکن بیٹا ذبح کروانا اللہ کو مقصود نہیں تھا، جس وقت حضرت موسیٰ نے ملک الموت کو جھانپڑ مارا تھا اس وقت اگر اللہ کو ان کی وفات منظور ہوتی تو ضرور ہو جاتی، رہا اس جھانپڑ کا مسئلہ تو چونکہ حضرت موسیٰ اس کو ملک الموت نہیں سمجھتے تھے بلکہ ایسا انسان سمجھتے تھے جو ان کے گھر میں گھس آیا تھا اس لئے یہ جائز تھا، خود رسول اکرم ﷺ نے مسلمان کے گھر کے اندر جھانکنے والے کی آنکھ بلا اجازت واطلاع پھوڑ دینے کی اجازت دی ہے، اس کا تو کوئی امکان ہی نہیں ہے کہ حضرت موسیٰ نے اسے ملک الموت سمجھ کر اس کی آنکھ پھوڑی ہو۔ فرشتے حضرت ابراہیمؑ کے پاس آئے تھے تو وہ بھی ان کو شروع میں نہ پہچان سکے تھے، اگر پہچان گئے ہوتے تو ان کے سامنے بچھڑا نہ پیش کرتے، اس لئے کہ فرشتے کھاتے پیتے نہیں ہیں۔

اس حدیث پر ہونے والے اعتراض کا جواب دینے کے بعد اب ہم اپنے محل استدلال پر گفتگو کرتے ہیں، اور وہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ نے اپنے رب سے یہ دعا کی تھی کہ انہیں سرزمین مقدس کے اتنے پاس لے جا کر موت دی جائے جتنی دور پتھر پھینکا جائے تو گرتا ہے''۔

سرزمین مقدس سے ان کی مراد شام بالخصوص بیت المقدس تھا، اس لئے کہ اس میں متعدد انبیاء مدفون ہیں، حضرت موسیٰ کی خواہش ہوئی کہ وہ بعد از وفات ان انبیاء کے قریب ہی رہیں، اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ حضرت موسیٰ نے سرزمین مقدس میں دفن کئے جانے

کے بجائے اس کے پاس دفن کئے جانے کی خواہش کیوں کی تھی، تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے یہ درخواست اس وقت کی تھی جب وہ ان شکست خوردہ یہودیوں کے ساتھ سرزمین تیہ میں تھے جن کی طبیعتیں فرعونوں کا ظلم سہتے سہتے ذلیل و بزدل ہوگئی تھیں، لہذا اللہ نے انہیں تیہ میں چالیس برس رکھا تاکہ فرعونوں کا ظلم کا نشانہ بننے والی نسل ختم ہوجائے، اور اصول یہ ہے کہ انبیاء کی وفات جس سرزمین میں ہوتی ہے انہیں وہی دفن کیا جاتا ہے جہاں ان کی وفات ہوتی ہے(۱)۔

اور چونکہ حضرت موسیٰؑ یہ جانتے تھے کہ مصر سے آئی ہوئی شکست خوردہ نسل بیت المقدس فتح نہیں کرسکتی اس لئے آپؑ نے اللہ سے یہ دعا کی کہ وہ انہیں بیت المقدس کے پاس لے جائے تاکہ وہ انبیاء و صالحین کے قریب میں دفن ہوں۔

ایک بات یہ بھی کہی گئی ہے کہ انہوں نے یہ دعا اس لئے کی تھی کہ انہیں اس بات کا ڈر تھا کہ اگر وہ بنی اسرائیل کے پاس دفن ہوئے تو بنی اسرائیل فتنے میں پڑ جائیں گے(۲)۔

سرزمین فلسطین کے سرچشمہ انبیاء ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ سفر معراج کے موقع پر اللہ سبحانہ وتعالی نے تمام انبیاء کو بیت المقدس میں ہی جمع کیا تھا اور آپ ﷺ نے مسجد اقصی میں ان کی امامت فرمائی تھی، حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ ''جب رسول اللہ ﷺ مسجد اقصی میں داخل ہوئے تو آپ نے نماز شروع فرمادی، پھر آپ نے دیکھا کہ تمام انبیاء آپ کی اقتدا میں نماز پڑھ رہے ہیں'' (۳)۔ ابن کثیر کہتے ہیں: ''ایلیا کا بیت المقدس حضرات ابراہیمؑ کے عہد سے ہی انبیاء کا وطن ہورہا ہے، اسی لئے تمام انبیاء کو وہیں جمع کیا گیا، پھر آپ نے ان کی امامت ان کے ہی علاقہ میں کی، اس سے معلوم ہوا کہ آپ سلسلۂ انبیاء کے گل سرسبد ہیں'' (۴)۔

---

(۱) ملاحظہ ہو: عینی: عمدۃ القاری، دارالفکر بیروت ۸/۱۴۹۔

(۲) ملاحظہ ہو: نووی: شرح صحیح مسلم، المطبعۃ المصریۃ قاہرہ ۱۵/۱۲۸۔

(۳) مسند احمد ۱/۲۵۷۔

(۴) ابن کثیر: تفسیر القرآن العظیم ۳/۲۔

ابوعبداللہ منہاجی کہتے ہیں: ''اللہ تعالی نے تمام انبیاء کو رسول اللہ ﷺ کے لئے جمع فرمایا، پھر آپ نے ان سب کو بیت المقدس میں نماز پڑھائی''(۱)۔

مندرجہ بالا باتوں سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ سرزمین فلسطین وہاں مدفون انبیا وصلحا کی کثرت کی وجہ سے مبارک ہے، یہ اتنی مبارک ہے کہ بہت سے مقربین بارگاہ الٰہی نے یہ دعا کی کہ انہیں وہاں دفن ہونے کی سعادت حاصل ہو اور بعض نے یہ دعا کی کہ اس کے پاس ان کی قبر ہو۔ نووی کہتے ہیں: حضرت موسیٰ نے سرزمین مقدس کے قریب لے جائے جانے کی جو دعا کی تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ سرزمین وہاں مدفون انبیا وصلحا کی وجہ سے باشرف وفضیلت ہے''(۲)۔

ج-سرزمین فلسطین مقامِ حشر ونشر:

امام احمد بن حنبلؒ نے رسول اللہ ﷺ کی باندی حضرت میمونہ بنت سعد سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمیں بیت المقدس کے بارے میں بتایئے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ جائے حشر ونشر ہے''(۳)۔

قیامت کے دن لوگوں کو قبر سے نکال کر بیت المقدس لایا جائے گا، یہاں وہ اپنی بابت فیصلہ کئے جانے کا انتظار کریں گے، اس مرحلہ میں انسانوں کو سخت پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے گا، حضرت مقداد بن اسودؓ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن سورج انسانوں سے اتنا قریب کر دیا جائے گا کہ وہ بس ایک میل کے فاصلہ پر رہ جائے گا، اور لوگ اپنے اعمال کی بقدر پسینے میں ہوں گے، پسینہ کچھ لوگوں کے ٹخنے تک، کچھ

---

(۱) ابوعبداللہ منہاجی: اتحاف الاخصا: ۱/۱۰۸۔

(۲) نووی: شرح مسلم ۱۵/۱۸۔

(۳) مسند احمد: ۶/ ۴۶۳، سنن ابن ماجہ: کتاب الاقامہ ۱/۴۲۹، یہ حدیث صحیح ہے۔

لوگوں کے گھٹنے تک، کچھ لوگوں کی کمر تک اور کچھ لوگوں کے منھ تک ہوگا'' (۱)۔ لیکن ٹھیک اسی وقت کچھ لوگ اللہ تعالی کے سایہ میں ہوں گے، ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''سات طرح کے لوگوں کو اللہ اس دن اپنے سایہ سے نوازے گا جس دن اس کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا: انصاف پسند حکمراں، وہ جوان جو اللہ کی عبادت میں پروان چڑھا ہو، وہ شخص جسے ایک معزز اور خوبصورت خاتون بدکاری کی دعوت دے لیکن وہ یہ کہہ دے کہ مجھے اللہ کا خوف ہے، وہ شخص جس کا دل مسجد میں ہی لگا رہے، وہ دو لوگ جو اللہ کی خاطر محبت کریں، اسی کی خاطر ایک دوسرے سے تعلق رکھیں، اور اسی کی خاطر تعلقات ختم کریں، وہ شخص جو اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرے اور اسے ایسے پوشیدہ رکھے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو یہ نہ معلوم ہو کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے، اور وہ شخص جو تنہائی میں اللہ کو یاد کر کے گریہ کرے'' (۲)۔

میزان اور حساب کتاب کے مرحلہ کے بعد لوگ بیت المقدس سے جدا ہو جائیں گے، کچھ جنت میں چلے جائیں گے تو کچھ جہنم میں۔

ابو عبد اللہ منہاجی کہتے ہیں: ''قیامت کے دن میزانیں بیت المقدس میں نصیب کی جائیں گی، حضرت اسرافیل صور بیت المقدس میں پھونکیں گے... اور لوگ بیت المقدس سے ہی جنت و جہنم میں لے جائے جائیں گے'' (۳)۔

ابن جوزی کہتے ہیں: ''حضرت کعب نے فرمایا: پیشی اور حساب کتاب بیت المقدس میں ہوگا'' (۴)۔

---

(۱) صحیح مسلم، ملاحظہ ہو: مسلم مع شرح نووی: ۱۷/۱۹۶۔

(۲) صحیح مسلم: ملاحظہ ہو: مسلم مع شرح نووی ۱۷/۱۲۰۔

(۳) ابو عبد اللہ منہاجی: اتحاف الاخصا ۱/۱۰۷۔

(۴) ابن جوزی: فضائل القدس، ص: ۱۳۷۔

سرزمین بیت المقدس اور اس کے مضافات کی برکت کے نتائج

فلسطین کے بابرکت سرزمین ہونے کے متعدد نتائج ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:
سخت ترین فتنوں اور آزمائشوں کے وقت یہ سرزمین عالم اسلام کا مرکز ہے، اس سرزمین میں اللہ کی خاطر رہنے والے کو مجاہد اور سرحد کی حفاظت کرنے والے کا درجہ حاصل ہے، اس کے باشندگان جب تک حق پر رہیں گے غالب رہیں گے، اللہ ان کے ذریعہ دین کے دشمنوں سے انتقام لے گا، ذیل میں ان امور کی تفصیل ملاحظہ ہو:

فلسطین سخت آزمائشوں اور فتنوں کے وقت عالم اسلام کا مرکز:

سرزمین فلسطین انبیا اور صالحین کی پناہ گاہ رہی ہے، سخت حالات اور آزمائشوں کے وقت انبیا اور صلحا نے یہاں ہجرت کرکے پناہ حاصل کی ہے، یہاں ہجرت کرکے آنے والوں میں حضرت ابراہیمؑ اور ان کے بھتیجے حضرت لوطؑ بھی ہیں، یہ حضرات جب عراق میں دین کو عام نہ کرسکے تو یہاں ہجرت کرکے آگئے، فرعون کی جانب سے جب زیادہ سختی کی گئی تو حضرت موسیٰ نے بھی بیت المقدس کا رخ کیا تھا۔

یہ سرزمین جب تک خداوندی برکت کی حامل رہے گی تب تک یہ صورت رہے گی، اور یہ برکت اسے قیامت تک حاصل رہے گی، رسول اللہ ﷺ نے متعدد صحیح احادیث میں اس کی خبر دی ہے، ذیل میں ایسی چند حدیثیں ملاحظہ ہوں:

۱- طبرانی نے حضرت سلمہ بن نفیل سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد

فرمایا: ''عالم اسلام کا مرکز شام ہے''(۱)۔

یعنی سخت فتنوں کے وقت یہ اہل اسلام کے لئے جائے امن ہے۔

۲-حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میں نے دیکھا کہ کتاب اللہ میرے تکیہ کے نیچے سے نکال لی گئی میں نے غور کیا تو وہ ایک زبردست نور تھا، جو کتاب کو شام لے گیا، سنو، فتنوں کے وقت ایمان شام میں ہوگا''(۲)۔

۳-حضرت سالم بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''آخر زمانہ میں حضرموت سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو جمع کرے گی، ہم نے عرض کیا: اس وقت کی بابت آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس وقت شام میں ہی رہنا''(۳)۔

فلسطین میں اللہ کی خاطر مقیم مجاہد ہے:

سرزمین فلسطین کی برکت کا ایک مظہر یہ ہے کہ یہاں کے مقیم کو جہاد ورباط کا ثواب ملتا ہے، اس لئے کہ یہ سرزمین اپنے مقام اور اپنی عظمت کی وجہ سے ہر وقت جنگ کے حالات میں رہتی ہے، لہذا یہ نمازیوں اور فاتحوں کی تمناؤں کا مرکز ہے، اور اسی لئے اسے ہر وقت اس کی ضرورت رہتی ہے کہ کچھ لوگ اس کی حفاظت کریں اور ہر طرح کے حالات سے نبٹنے کے لئے تیار

---

(۱) یہ حدیث صحیح ہے، اسے طبرانی نے روایت کیا ہے، اور اس کے رجال ثقہ ہیں، ملاحظہ ہو: ہیثمی: مجمع الزوائد ۱۰/۶۰۔

(۲) یہ حدیث صحیح ہے، اسے حاکم نے اور ابونعیم نے حلیہ میں روایت کیا ہے، حاکم نے اسے شیخین کی شرط پر صحیح بتایا ہے، ملاحظہ ہو: ہیثمی: مجمع الزوائد ۱۰/۵۷، ربعی: فضائل الشام: ۱۳۔

(۳) یہ حدیث صحیح ہے، اسے امام احمد (۲/۸، ۵۳)، ترمذی، ابن حبان، طبرانی اور ابویعلی نے روایت کیا ہے، ہیثمی نے مجمع الزوائد (۱۰/۶۱) میں اس کے راویوں کو صحیح حدیث کے راوی بتایا ہے۔

رہیں۔

اسی وجہ سے قیامت تک کے اہل شام وفلسطین کوسرحد کی حفاظت کرنے والے مجاہدین کا مقام دے دیا گیا ہے، طبرانی نے حضرت ابودرداءؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اہل شام، ان کی بیویاں، اولاد، غلام اور باندیاں جزیرہ کے اختتام تک اللہ کے راستہ میں جہاد کرتے ہوئے سرحد کی حفاظت کرنے والے ہیں، جوشخص اس کے کسی شہر پر قبضہ کرلےتو وہ عمل رباط (سرحد کی حفاظت) میں ہے، اور جو اس کی کسی ساحلی بستی کو فتح کرے وہ عمل جہاد میں ہے'' (۱)۔

حضرت عبداللہ بن حوالہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ کئی گروہوں میں بٹ جاؤ گے، ایک گروہ شام میں ہوگا، ایک عراق میں ہوگا، ایک یمن میں ہوگا، حضرت ابن حوالہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ان میں سے کس گروہ میں شامل ہونے کا حکم آپ مجھے دیں گے، آپ ﷺ نے فرمایا: شام سے وابستہ رہنا، کہ شام اللہ کا منتخب علاقہ ہے، وہ اس میں اپنے اچھے بندوں کو ہی جمع کرتا ہے، اور اگر ایسا نہ کرسکو تو پھر علاقۂ یمن سے وابستہ رہنا، اور تم اپنے اپنے تالابوں کا پانی استعمال کرنا، اس لئے کہ اللہ سبحانہ وتعالی نے مجھ سے شام اور باشندگان شام کی بابت وعدہ کیا ہے'' (۲)۔

شام سے وابستہ رہنے کا جو حکم دیا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ شام میں ہی قیام کرنا، اس لئے کہ وہ بابرکت ہے، اور اس لئے کہ اللہ سبحانہ وتعالی نے باشندگان شام کے صبر اور جہاد کے اجر وثواب کا ذمہ لیا ہے۔

---

(۱) یہ حدیث طبرانی نے روایت کی ہے، ہیثمی نے مجمع الزوائد (۱۰/ ۶۰) میں لکھا ہے کہ: ''اس کی سند میں ارطاۃ بن منذر ہیں، اس کے بقیہ راوی ثقہ ہیں''۔

(۲) یہ حدیث صحیح ہے، اسے امام احمد اور امام ابوداود نے روایت کیا ہے، ملاحظہ ہو: جامع الاصول ۹/ ۳۵۰، مجمع الزوائد ۱۰/ ۵۸، فضائل الشام للربعی ص/ ۱۱۔

شام میں مقیم شخص کے لئے نیت جہاد کی ضرورت:

سرزمین شام اور بالخصوص فلسطین میں مقیم شخص کو تبھی مجاہد مانا جائے گا جب وہ اس قیام کے سلسلے میں رضائے خداوندی کے حصول یا جہاد یا سرحد کی حفاظت کی نیت کرے، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، اور ہر شخص کو وہ ملے گا جس کی وہ نیت کرے گا، پس جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی خاطر ہوگی اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لئے مانی جائے گی، اور جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لئے ہوگی تو اس کی ہجرت اسی کے لئے مانی جائے گی جس کا اس نے قصد کیا ہوگا'' (۱)۔ ابن قدامہ نے لکھا ہے: ''رباط (سرحد کی حفاظت) کی مدت کم اور زیادہ ہوتی ہے، لہذا انسان جتنی مدت کا قیام رباط کی نیت سے کرے گا اتنی مدت رباط کی ہوگی، خواہ زیادہ ہو یا کم، اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ایک دن کا رباط''، ''ایک رات کا رباط''۔ اور امام احمد نے فرمایا: ''رباط کا دن، رباط کی رات، رباط کا لمحہ'' (۲)۔

اللہ کی خاطر ''رباط'' کی فضیلت:

رسول اللہ ﷺ نے متعدد صحیح حدیثوں میں اللہ کی خاطر ''رباط'' کی فضیلت بیان فرمائی ہے، جو شخص اسلامی مملکت کی کسی سرحد پر سرحد کی حفاظت اور دشمن کو دور رکھنے کی نیت سے رہے تو اس کا ثواب اس شخص سے بڑھ کر ہے جو ہمیشہ دن میں روزے رکھے اور راتیں اللہ کے حضور نمازوں میں گزارے، ایسا شخص وفات کے بعد قبر کے عذاب سے محفوظ رہے گا، اور اسے بعد از وفات شہدا کی طرح رزق ملتا رہے گا، رباط کی فضیلت کے سلسلے میں چند حدیثیں ذیل میں

---

(۱) بخاری ۱/۲۔

(۲) ابن قدامہ: المغنی ۸/۳۵۴۔

ملاحظہ ہوں:

۱-حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ایک دن اللہ کی خاطر رباط (سرحد کی حفاظت) کرنا دنیا اوراس کی تمام اشیاء سے بہتر ہے، کسی کو جنت میں سے ایک کوڑے کے برابر ملنے والی جگہ دنیا اوراس کی تمام اشیاء سے بہتر ہے، اللہ کے راستے میں صبح یا شام میں تھوڑا بہت چلنا دنیا اوراس کی تمام اشیاء سے بہتر ہے''(۱)۔

۲-حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ: ''ایک روز وشب کا رباط ایک مہینے کے روزے اور تہجد سے بہتر ہے، اگر اسی عمل میں اس کا انتقال ہو جائے تو اسے قیامت تک یہی عمل کرتا ہوا مانا جائے گا، اس کو رزق ملتا رہے گا اور قبر کے عذاب سے وہ محفوظ رہے گا''(۲)۔

۳-حضرت فضالہ بن عبید سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ہر وفات پا جانے والے شخص کے اعمال کا سلسلہ وفات پر ختم ہو جاتا ہے، سوائے اللہ کی خاطر رباط کرنے والے کے، کہ اس کا عمل قیامت تک جاری رہتا ہے، اور وہ قبر کے عذاب سے محفوظ رہتا ہے''(۳)۔

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی خاطر رباط (سرحد کی حفاظت) کرتے ہوئے جس شخص کی وفات ہوتی ہے اسے ثواب ملتا ہے، اور یہ ثواب قیامت تک بڑھتا چلا جاتا ہے، یہ حدیثیں ایک دوسری حدیث: ''**إذا مات العبد انقطع عمله إلا من ثلاث**'' (جب انسان کی وفات ہو جاتی ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے، سوائے تین عملوں کے) سے

---

(۱) بخاری ۳/ ۲۲۴۔

(۲) مسلم: ۳/ ۱۵۲۰، مسند احمد ۲/ ۲۰۴۔

(۳) سنن ترمذی: ۴/ ۱۶۵، امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔

معارض نہیں ہے، اس لئے کہ اس حدیث میں تین سے مراد حصر نہیں ہے، اور پھر یہ عمل بھی ان تینوں میں سے ایک یعنی صدقہ جاریہ کے تحت آتا ہے(۱)۔

باشندگان شام وہ غالب جماعت ہیں جن کے ذریعہ اللہ اپنے دشمنوں سے بدلہ لے گا:

امام بخاریؒ نے حضرت معاویہ بن ابوسفیانؓ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ''میری امت میں ایک جماعت اللہ کے دین پر قائم رہے گی، اس سے غداری کرنے والے اور اس کے مخالفین اس کو نقصان نہ پہنچا سکیں گے، یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا'' (۲)۔

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ دیتا ہے، مسلمانوں میں ایک جماعت حق کے لئے جہاد کرتی رہے گی اور اپنے مخالفین پر غالب آتی رہے گی، یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا'' (۳)۔

یہ غالب جماعت کون سی ہے؟ اس سوال کے جواب میں علماء کا اختلاف ہے امام بخاری نے فرمایا: یہ اہل علم ہیں، اور بعض لوگوں نے اس سے مراد محدثین کو لیا ہے، امام بیضاوی نے کہا: یہ مجتہدین یا سرحد کی حفاظت کرنے والے، یا اللہ کے دین کو غالب کرنے کے لئے جہاد کرنے والے ہیں (۴)۔ ابن یخامر کا کہنا ہے کہ میں نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ وہ باشندگان شام ہیں (۵)۔

---

(۱) ملاحظہ ہو: نووی: شرح صحیح مسلم ۱۳/ ۶۰، مناوی: فیض القدیر ۵/ ۳۴، سرخسی: شروح السیر الکبیر ۱/ ۹۔

(۲) شرح عینی علی البخاری ۲۵/ ۸/ ۴، جامع الاصول از ابن اثیر ۹/ ۳۵۱۔

(۳) ایضا، صحیح مسلم ۳/ ۱۵۲۴۔

(۴) ملاحظہ ہو: نووی: شرح صحیح مسلم ۱۳/ ۶۰، مناوی: فیض القدیر ۵/ ۳۴، سرخسی: شرح السیر الکبیر ۱/ ۹۔

(۵) ابن اثیر جامع الاصول ۹/ ۳۵۱۔

حضرت معاذ بن جبل کی اس رائے کی تائید متعدد احادیث سے ہوتی ہے، جن میں سے چند یہ ہیں:

۱-امام ترمذیؒ نے حضرت معاویہ بن قرہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اپنے والد ماجد سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب باشندگان شام بگڑ جائیں گے تو پھر تم میں خیر نہیں بچے گا، اور ہمیشہ میری امت کی ایک جماعت غالب رہے گی، ان کو ان سے غداری کرنے والے اور ان کے مخالفین نقصان نہیں پہنچاسکیں گے، یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا''۔ بہز بن حکیم اپنے والد سے اور ان کے والد دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھے کہاں کا حکم دیتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ادھر کا، اور اپنے ہاتھ سے شام کی جانب اشارہ کیا(۱)۔

۲-امام احمدؒ نے حضرت ابوامامہؓ کی روایت سے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ ''میری امت میں ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم اور دشمنوں کو زیر کرنے والی رہے گی، کسی نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ جماعت کہاں ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بیت المقدس اور اس کے مضافات میں''(۲)۔

۳-حضرت امام ابویعلی نے حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت میں ایک جماعت مسلسل دمشق کے دروازوں اور اس کے مضافات، نیز بیت المقدس اور اس کے مضافات پر جہاد کرتی رہے گی، دھوکہ بازوں کی دھوکہ بازی ان کو نقصان نہ پہنچائے گی، اور وہ حق پر قائم رہے گی، یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا''(۳)۔

۴-طبرانی نے صحابی رسول حضرت خریم بن فاتک اسدیؓ سے روایت کیا ہے کہ انہوں

---

(۱) ترمذی: ۴/۴۸۵، امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے، ابن اثیر: جامع الاصول ۹/۳۵۱۔

(۲) مسند احمد ۵/۲۶۹۔

(۳) ہیثمی: مجمع الزوائد ۱۰/۶۰ ہیثمی نے اس کے راویوں کو ثقہ بتایا ہے۔

نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''باشندگان شام اللہ کی سرزمین پر اس کا کوڑا ہیں، وہ ان کے ذریعہ جن سے چاہتا ہے انتقام لیتا ہے، وہاں کے منافقین وہاں کے مومنین پر غالب نہ آسکیں گے، اور وہ فکر وغم کے حالات میں ہی مریں گے'' (۱)۔

۵- امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اہل مغرب حق پر قائم رہیں گے، اور یہ بات قیامت تک رہے گی'' (۲)۔

امام احمدؒ نے فرمایا کہ اہل مغرب سے مراد اہل شام ہیں، ابن تیمیہؒ نے امام احمدؒ کی تائید کرتے ہوئے فرمایا: یہ بات بالکل صحیح ہے، اور اس کی دو دلیلیں ہیں:

پہلی دلیل: بکثرت احادیث میں یہ بات اہل شام کے بارے میں کہی گئی ہے۔

دوسری دلیل: رسول اکرم ﷺ ''اہل مغرب'' شام اور اس سے مغرب میں آباد لوگوں کے لئے استعمال کرتے تھے، جیسے شام والے ''اہل مشرق'' اہل نجد وعراق کو کہتے تھے، مغرب ومشرق اضافی الفاظ ہیں، ہر علاقہ کا مغرب دوسرے علاقہ کا مشرق ہوتا ہے، اور اس کا مشرق دوسرے علاقہ کا مغرب ہوتا ہے، لہذا رسول اللہ ﷺ کے کلام میں مشرق ومغرب سے مراد اس علاقہ کے اعتبار سے ہوگا جہاں آپ نے یہ بات فرمائی تھی، یعنی مدینہ کے اعتبار سے۔

زمین کے طول وعرض کا علم رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ حران، رقہ اور سمیساط (۳) مکہ کے سامنے ہیں، اور فرات اور بیرہ (۴) کے درمیان طول میں دو ڈگری کا فاصلہ ہے، لہذا

---

(۱) ہیثمی: مجمع الزوائد: ۱۰/ ۶۰-۶۱ ہیثمی نے اس حدیث کے راویوں کو بھی ثقہ بتایا ہے۔

(۲) مسلم ۳/ ۱۵۲۵۔

(۳) فرات کے مغربی ساحل پر روم کی جانب آباد ایک شہر۔

(۴) بیرہ: ایک شہر جس میں سمیساط کا قلعہ تھا۔

فرات کا مغربی حصہ مدینہ سے بھی مغرب میں ہوگا، اوراس کا مشرقی حصہ مدینہ سے بھی مشرق میں ہوگا۔

آنحضرت ﷺ نے پیشین گوئی کی کہ اہل مغرب مسلسل غالب رہیں گے، جب کہ اہل مشرق کبھی غالب اور کبھی مغلوب ہوں گے، ایسا ہی ہوا بھی، شامی لشکر مسلسل غالب رہا''(۱)۔

مکمل طور پر ان احادیث کا مصداق اہل شام کے صلیبیوں اور تاتاریوں کے خلاف جہاد میں سامنے آیا، جب اہل شام نے اللہ کے دین کی مدد کی، اپنے اختلافات بالائے طاق رکھے اور کتاب وسنت پر عمل کیا تو اللہ نے مسلمانوں کی مدد فرمائی اور انہیں ان کے دشمنوں اور دین کے دشمنوں پر فتح دی۔

(۱) ابن تیمیہ: مناقب الشام واہلہ مع فضائل الشام للربعی، المکتب الاسلامی ۷۶-۷۷۔

باب دوم:

بیت المقدس اور اس کے مضافات کا تقدس

اللہ سبحانہ وتعالی نے قرآن مجید میں اس سرزمین کے تقدس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت موسیٰ کا یہ قول نقل کیا ہے: ﴿یا قوم ادخلوا .... خاسرین﴾ (مائدہ:۲۱) (اے برادران قوم! اس مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دی ہے، پیچھے نہ ہٹو، ورنہ ناکام و نامراد پلٹو گے)۔

بیت المقدس اور اس کے مضافات کے تقدس کا مطلب:

تقدس کے معنی:

مذکورہ بالا آیت میں تقدس کے معنی پاک ہونے کے ہیں، بعض حضرات نے اس کے معنی برکت بھی بتائے ہیں، پہلے معنی زیادہ صحیح ہیں، اس لئے کہ تقدس کے اصل معنی پاک کرنے کے ہیں، جس برتن سے پاکی حاصل کی جاتی ہے اس کو ''قدس'' کہتے ہیں، اللہ سبحانہ وتعالی نے قرآن مجید میں فرشتوں کا یہ قول نقل فرمایا ہے: ﴿ونحن نسبح ....ونقدس لک﴾ (آپ کی حمد وثناء کے ساتھ تسبیح اور آپ کے لئے تقدیس تو ہم کر ہی رہے ہیں) تقدیس کا مطلب ہے: ہم آپ کے لئے اپنے آپ کو پاک کر رہے ہیں، اسی معنی میں یہ مادہ ''بیت المقدس'' میں استعمال ہوا ہے، جیسا کہ زجاج اور جوہری کا کہنا ہے(۱)۔

(۱) نووی: تہذیب الاسماء واللغات، دار الکتب العلمیۃ، بیروت ۴/۱۰۹۔

اصفہانی نے لکھا ہے: ''تقدیس سے مراد وہ خداوندی تطہیر ہے جس کا تذکرہ اللہ تعالی کے اس ارشاد میں ہے: ﴿ویطھرکم تطھیرا﴾ اس سے مراد مادی نجاست کا ازالہ نہیں ہے، بیت المقدس کو بیت المقدس اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ شرک کی نجاست سے پاک سرزمین ہے، ''الأرض المقدسۃ'' میں بھی یہ لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے(۱)۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ تقدس کے معنی شرک، ظلم، زیادتی اور زمین میں تکبر سے پاکی ہے۔

بیت المقدس اوراس کے مضافات کے تقدس کی وجہ:

سرزمین فلسطین کے اس تقدس کا سبب مسجد اقصی اور مبارک چٹان ہے، اور یہ دونوں چیزیں وہاں حضرت موسیؑ وحضرت عیسیؑ کی بعثت سے پہلے سے یعنی یہود کے ہیکل، بیت اللحم کے کلیسائے مہد یا قدس کے کلیسائے قیامت سے پہلے سے موجود ہیں، کلیسائے قیامت کو پہلے کنیسۃ القمامۃ کہتے تھے، قمامۃ کوڑا کرکٹ کو کہتے ہیں، اور اس کلیسا کا یہ نام اس مقام کی جانب نسبت تھا جہاں یہودیوں نے سولی دی تھی، اور جس شخص کو سولی دی تھی وہ اس کی قبر پر کوڑا ڈالا کرتے تھے(۲)۔

۱-سرزمین فلسطین میں مسجد اقصی ہے:

۲-الف: مسجد اقصی کی تعمیر اوراس کے نام:

مسجد حرام کے بعد مسجد اقصی کو دنیا کی دوسری مسجد شمار کیا جاتا ہے، امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں حضرت ابوذرؓ سے روایت کیا ہے کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! دنیا میں سب سے

---

(۱) اصفہانی: المفردات فی غریب القرآن، مکتبہ مصطفیٰ بابی حلبی، قاہرہ: ۳۹۷۔

(۲) ابن کثیر: البدایۃ والنہایۃ ۱۰۱/۲، ۵۶/۷۔

پہلے کون سی مسجد بنی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مسجد حرام، میں نے عرض کیا: پھر کون سی ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مسجد اقصی، میں نے دریافت کیا: ان دونوں کی تعمیر میں کتنی مدت کا فرق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: چالیس برس''(۱)۔

کسی شخص کو یہ اشکال ہوسکتا ہے کہ حدیث سے ثابت ہے کہ مسجد اقصی حضرت سلیمانؑ نے بنائی تھی اور حضرت ابراہیم اور حضرت سلیمانؑ کے درمیان تقریباً ایک ہزار سال کا فاصلہ تھا، امام نسائی نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حضرت سلیمانؑ نے جب بیت المقدس کی تعمیر کی تو اللہ سے تین دعائیں کیں، دو کی قبولیت تو اس دنیا میں ظاہر ہوگئی ہے اور مجھے امید ہے کہ تیسری بھی اللہ نے قبول فرمالی ہوگی؟ انہوں نے اللہ سے یہ دعا کی کہ اللہ انہیں ایسی بادشاہت دے جو ان کے بعد پھر کسی کو نہ ملے، ایسے فیصلوں کی توفیق مانگی جو اللہ کے فیصلے سے ہم آہنگ ہوں، اللہ نے یہ دونوں دعائیں قبول فرمالیں، تیسری دعا یہ کی کہ اے اللہ جو آپ کے اس گھر میں صرف نماز پڑھنے کی نیت سے آئے اس کو گناہوں سے ایسا پاک صاف کردیجئے جیسا وہ اپنی ولادت کے وقت تھا، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے امید ہے کہ اللہ نے یہ تیسری دعا قبول فرمالی ہوگی''(۲)۔ لہذا مسجد اقصی اور مسجد حرام کے درمیان چالیس برس کا فرق کیسے ہوگا۔

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ بیت المقدس کی اولین تعمیر پہلے ہوچکی تھی، حضرت سلیمانؑ کے ہاتھوں اس کی تعمیر اس کی تجدید تھی، بالکل اسی طرح جیسے حضرت ابراہیمؑ نے مسجد حرام کی جو تعمیر کی تھی وہ اولین نہیں تھی۔

قرطبی نے لکھا ہے: '' آیت ربانی: ﴿وإذ یرفع إبراهیم القواعد من البیت﴾

(۱) متفق علیہ، ملاحظہ ہو: بخاری ۴/ ۱۱۷، جامع الاصول از ابن اثیر ۹/ ۳۵۷۔

(۲) اس حدیث کو ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں نقل کیا ہے، حاکم نے مستدرک میں اسے نقل کرکے اس کو شیخین کی شرط پر بتایا ہے۔

(بقرہ:۱۲۷)اور یہ دونوں حدیثیں یہ نہیں بتاتی ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت سلیمانؑ نے مسجد حرام اور مسجد اقصی کی بنیاد رکھی تھی، بلکہ ان دونوں کا عمل تجدید وتعمیر ثانی تھا''(۱)۔

اس سلسلے میں اختلاف ہے کہ پہلی مرتبہ کس نے بیت المقدس تعمیر کیا تھا، ایک روایت یہ ہے کہ مسجد حرام کی پہلی تعمیر حضرت آدم نے کی تھی، اس لئے یہ ممکن ہے کہ ان کے صاحب زادے نے چالیس برس بعد بیت المقدس تعمیر کیا ہو(۲)۔

ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ مسجد حرام کو تعمیر کرنے کے چالیس برس بعد فرشتوں نے اسے تعمیر کیا ہو، اس کی تائید حضرت علیؓ کی اس روایت سے ہوتی ہے:''اللہ تعالی نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ زمین پر ایک گھر تعمیر کرکے اس کا طواف کریں، یہ بات حضرت آدمؑ کی پیدائش سے پہلے کی ہے، پھر اس کی تھوڑی بہت تعمیر کرکے حضرت آدمؑ نے اس کا طواف کیا، پھر انبیاء اس کو تعمیر کرتے رہے، پھر اس کی مکمل تعمیر حضرت ابراہیمؑ نے کی''(۳)۔

یہ دونوں باتیں ہوسکتی ہیں، واللہ اعلم۔

بیت المقدس کے نام:

بیت المقدس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ وہاں اولیاء اللہ گناہوں سے پاک ہوتے ہیں، یا یہ ہے کہ یہ مقام شرک اور بتوں سے پاک ہے، اسی لئے ملائکہ وہاں کا قصد کرکے اس کا طواف کرتے ہیں، انبیاء وہاں اللہ کی عبادت کرتے اور اللہ کے حضور قربانیاں گزارتے۔

ابن اثیر نے الکامل میں لکھا ہے: حضرت داود کے زمانہ میں زبردست طاعون پھیلا، حضرت داود کو لے کر فرشتے بیت المقدس کی جگہ گئے، آپ فرشتوں کو وہاں سے آسمان پر چڑھتے

---

(۱) ملاحظہ ہو: قرطبی: الجامع لأحکام القرآن ۴/ ۱۳۸، عینی: عمدۃ القاری ۱۵/ ۳۶۲۔

(۲) قرطبی: حوالہ بالا۔

(۳) قرطبی: حوالہ بالا۔

ہوئے دیکھا کرتے تھے، اسی لئے آپ وہاں دعا کرنے کے لئے نکلے، آپ نے چٹان کی جگہ پر کھڑے ہوکر اللہ سے طاعون کے خاتمہ کی دعا کی، جسے اللہ نے قبول فرمایا، تو لوگوں نے اس مقام کو مسجد بنالیا، اس کی تعمیر آپ کی حکومت کے بارہویں سال میں شروع ہوئی، اور آپ اس کی تکمیل سے پہلے وفات پا گئے، آپ نے حضرت سلیمان کو اس کی تکمیل کی وصیت کی'' (۱)۔

بیت المقدس کو بیس سے زیادہ نام دیئے گئے، ناموں کی یہ کثرت اس مقام کی عظمت اور اس کے تقدس پر ہی دلالت کرتی ہے، چند نام ذیل میں ملاحظہ ہوں:

مسجد اقصی: اس نام کی وجہ مسجد حرام سے اس کا بعد مکانی ہے، ان دونوں کے درمیان ایک مہینہ کی مسافت ہے، یا پھر اس نام کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت اس کے آگے کوئی اور مسجد نہیں تھی۔

چند دیگر نام یہ ہیں: بیت المقدس، مسجد ایلیا، سلم، اس نام کی وجہ وہاں ملائکہ کا بکثرت سلام کرنا ہے، اور شلم یعنی سلامتی کا علاقہ، اور شلیم بیت ایل، صہیون، مصروت، بابوش، صلمون، کورسیلا اور قریہ (۲)۔

ب- مسجد اقصی کی حقیقت اور اس میں رباط کے مقامات:

مسجد اقصی کی حقیقت، اس کے حدود اور اس میں رباط کے مقامات کی بابت آج کے مسلمانوں میں بہت غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں، بعض لوگ قبۃ الصخرہ کو مسجد اقصی سمجھتے ہیں، کچھ لوگ مروانی مصلے کو مسجد اقصی کا حصہ نہیں سمجھتے، اس کو ایک ایسی دوسری عمارت سمجھتے ہیں جس کا مسجد سے کسی طرح کا کوئی تعلق نہیں ہے، بعض لوگ ''الاقصی المبارک'' اور ''الاقصی القدیم'' کی

(۱) ابن اثیر: الکامل فی التاریخ ۱/ ۱۲۷۔

(۲) ملاحظہ ہو: زرکشی: اعلام الساجد باحکام المساجد، دار التحریر للطباعۃ، قاہرہ ۱۹۸۴ء، ص: ۲۷۷، جراعی: تحفۃ الراکع والساجد فی احکام المساجد، المکتب الاسلامی، ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء، ص: ۱۸۴، المنہاجی: اتحاف الاخصا: ۱/ ۹۳۔

اصطلاحات سن کر پریشان ہوجاتے ہیں، اوران کا حقیقی مفہوم نہیں سمجھ پاتے ہیں، اس لئے مسجد اقصی کی حقیقت، اس کے حدوداوراس میں رباط کے مقامات کی بابت گفتگوکرنی ضروری ہے، اس لئے کہ ان امور کے علم کا اس سرزمین مقدس کے اسلامی تشخص کی حفاظت میں بڑا کردار ہے، نیز ان کے ذریعہ مسلمانوں کے اندر مسجد اقصی کے خلاف ہونے والی سازشوں کے بارے میں بیداری پیدا ہوتی ہے، اسی لئے ہم ذیل میں ان امور پر گفتگوکررہے ہیں۔

مسجد اقصی کی حقیقت اوراس کے حدود:

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿سبحان الذی أسری بعبده.................. السمیع البصیر﴾ (بنی اسرائیل:۱) (پاک ہے وہ جوایک رات اپنے بندے کومسجد حرام سے اس مسجد اقصی لے گیا جس کے گردوپیش کوہم نے برکت دی ہے، تاکہ اسے اپنی کچھ نشانیوں کا مشاہدہ کرائے، حقیقت میں وہی سب کچھ سننے اوردیکھنے والا ہے)۔اقصی کا مطلب ہے مسجد حرام سے سب سے زیادہ دورکی مسجد، قرطبی نے ''الجامع لاحکام القرآن میں لکھا ہے: ''اقصی کواقصی مسجد حرام سے اس کی دوری کی وجہ سے کہتے ہیں، وہ مکہ والوں کے لئے ایسی سب سے دورکی مسجد تھی جس کی عظمت وزیارت کی جاتی تھی''(۱)۔مسجد اقصی قدیم فصیل بندشہرقدس میں فصیل کے اندرکا پورا علاقہ ہے، یہ بات مجیر الدین حنبلی نے لکھی ہے، مصطفٰی دباغ کہتے ہیں: حرم قدسی مبارک دومسجدوں پرمشتمل ہے، مسجد صخرہ اورمسجد اقصی، ان دونوں کے درمیان اوران کے گردوپیش کا علاقہ فصیل تک اس میں شامل ہے''(۲)۔معلوم ہوا کہ مسجد اقصی اس پورے علاقہ کا نام ہے جو قدیم فصیل بندشہرقدس کے بالکل جنوب مشرق میں فصیل کے اندر ہے، اور جسے اب 'قدیم شہر'

(۱) قرطبی: الجامع لاحکام القرآن ۱۰/ ۲۱۲۔

(۲) مصطفٰی الدباغ: بلادنا فلسطین بیت المقدس، (۹/ ۲)، ص:۱۱۹، نیز ملاحظہ ہو: مجیر اللہ حنبلی: الانس الجلیل ۱/ ۶۰-۶۳۔

کہتے ہیں۔ یہ ''موریا'' پہاڑ پر ہے، یہ پہاڑ ان چار پہاڑوں میں سے ایک ہے جن پر شہر قدس قائم ہے، مسجد اقصی کا رقبہ تقریبا ایک لاکھ چوالیس ہزار اسکوائر میٹر ہے، یہ رقبہ فصیل بند شہر قدس کا چھٹا حصہ ہے، یہ Polygonal شکل میں ہے، اس کے مغربی جانب کی لمبائی ۴۹۱ میٹر ہے، مشرقی جانب کی لمبائی ۴۶۲ میٹر ہے، شمالی جانب کی لمبائی ۳۱۰ میٹر ہے، اور جنوبی جانب کی لمبائی ۲۸۱ میٹر ہے(۱)، جو شخص اقصی کے اس پورے رقبہ میں کہیں بھی نماز پڑھے، چاہے کسی درخت کے نیچے، یا کسی قبہ کے نیچے، یا کسی چبوترے پر، یا برآمدہ میں یا قبۃ الصخرہ کے اندر، یا جامع قبلی یا مصلی مروانی میں، تو ایسے شخص کی نماز پر مسجد اقصی میں نماز پڑھنے کا ثواب ملے گا، یعنی اس کی نماز دیگر مقامات کی نمازوں سے پانچ سو گنا زائد ثواب والی ہوگی، ثواب کی اس زیادتی کو متعدد حدیثوں میں بیان کیا گیا ہے، جن میں ایک حدیث حضرت ابوذرؓ کی روایت کردہ ہے، وہ فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس آپس میں اس معاملہ پر گفتگو کررہے تھے کہ مسجد نبوی اور مسجد اقصی میں سے کون سی مسجد افضل ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: میری اس مسجد کی نماز کا ثواب مسجد اقصی کی چار نمازوں سے زائد ہے، اور وہ کتنی اچھی نماز پڑھنے کی جگہ ہے، اور اگر کسی شخص کو ایسے مقام پر اپنے گھوڑے کی رسی کے برابر زمین مل جائے جہاں سے اسے بیت المقدس نظر آئے تو وہ اس کے لئے دنیا و مافیہا سے بہتر ہے'' (۲)۔ پس مسجد اقصی صرف وہ ہشت پہل عمارت نہیں ہے، جس کے اوپر سنہرا قبہ ہے اور جسے قبۃ الصخرہ کہتے ہیں، اور نہ ہی صرف وہ مسجد ہے جس پر سیسہ کے رنگ کا قبہ ہے، اور جس کو جامع قبلی کہتے ہیں، اور جسے بہت سے لوگ مسجد

---

(۱) ملاحظہ ہو: منہاجی سیوطی: اتحاف الاخصا، ص:۶۷، اور ڈاکٹر عبد اللہ معروف المدخل لدراسۃ المسجد الاقصی المبارک، ص/۳۲۔

(۲) بیہقی: الجامع لشعب الایمان ۷/۱۳، طبرانی نے اسے المعجم الاوسط میں اور حاکم نے اسے مستدرک میں نقل کیا ہے، موخر الذکر نے اسے صحیح قرار دیا ہے، اور ذہبی نے ان سے اتفاق کیا ہے۔

اقصی کہتے ہیں۔ بلکہ یہ دونوں عمارتیں مسجد اقصی کا جز ہیں، اور اس کے اس فصیل بند رقبہ کا حصہ ہیں جو حضرت آدمؑ کے زمانے سے اتنا ہی ہے، راجح ترین قول کے مطابق حضرت آدمؑ نے ہی سب سے پہلے مسجد اقصی تعمیر کی تھی، اس سے پہلے نہ یہاں کوئی کلیسا تھا، نہ ہیکل نہ عبادت گاہ۔ حضرت آدمؑ کے بعد اس کی مرمت ہوتی رہی اور یہ بار بار از سر نو تعمیر ہوئی، اسے سیدنا ابراہیمؑ نے تقریباً دو ہزار سال قبل مسیح آباد کیا تھا، ان کے بعد ان کی اولاد حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب نے اسے آباد رکھا، پھر حضرت سلیمانؑ نے تقریباً ایک ہزار سال قبل مسیح اس کی تعمیر جدید کی۔

مسجد اقصی کی ایک بہت بڑی فصیل ہے، جو مقدس اسلامی مقامات کو گھیرے ہوئے ہے، اس فصیل میں دس کھلے دروازے ہیں، جن کے نام ہیں:

باب اسباط، باب حطہ، باب شرف انبیاء (فصیل)، باب غوانمہ (الخلیل)، باب ناظر، باب حدید، باب قطانین، باب متوضا، باب سلسلہ، اور باب مغاربہ، اسی طرح اس کے پانچ بند دروازے ہیں، تین جنوبی جانب (باب منفرد، باب ثلاثی، اور باب مزدوج) اور دو مشرقی جانب، ان دونوں کے نام ہیں: باب رحمت اور باب جنائز (۱)۔

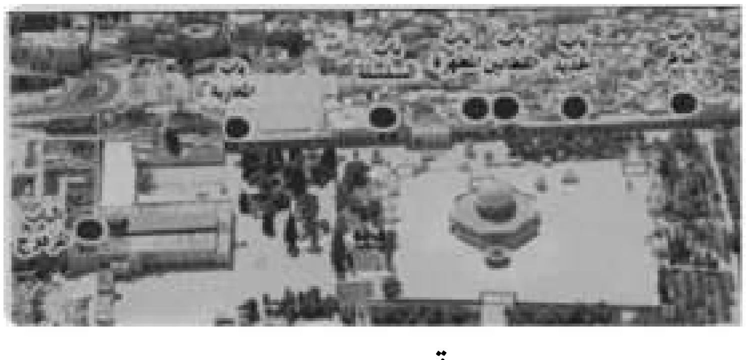

(مسجد اقصی کے دروازے)

(۱) ملاحظہ ہو: منہاج سیطوی، اتحاف الاخصا بفضائل الاقصی، ص: ٦٧۔

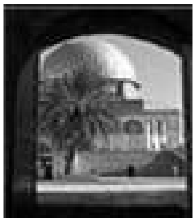 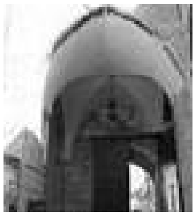

(باب قطانین)   (باب سلسلہ)   (باب مغاربہ)   (باب اسباط)

اس فصیل میں وہ دیوار براق بھی ہے جو مسجد اقصی کو مغربی جانب سے گھیرے ہوئے ہے، یہ دیوار حرم قدسی کی مغربی فصیل کے جنوبی حصہ میں تقریباً ۴۷ میٹر لمبی اور ۱۷ میٹر اونچی ہے، اس دیوار کو دیوار براق اس لئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے قریب ہی معراج کے سفر میں اپنا براق باندھا تھا، یہودیوں نے افترا پردازی کرتے ہوئے اسے ''دیوار گریہ'' کا نام دیا ہوا ہے، اس لئے کہ ان کے نزدیک یہ دیوار ان کے اس قدیم ہیکل کے بقایا میں سے ہے جسے ''ہیروڈس'' نے ۱۸ قبل مسیح میں بنوایا تھا، اور ۷۰ء میں ٹیٹس نے جسے تباہ کردیا تھا، اسی لئے یہ لوگ اس کو مقدس مانتے ہیں، اور اس دیوار کی بابت اپنے افسانہ کو سچ ثابت کرنے کے لئے طرح طرح کی باتیں گڑھتے ہیں۔ اسے مغربی فصیل کا حصہ مانا جاتا ہے، اور یہ دیوار بھی مسجد اقصی کا جزو لاینفک ہے(۱)۔ ذیل میں دیوار براق کی چند تصویریں ملاحظہ ہوں:

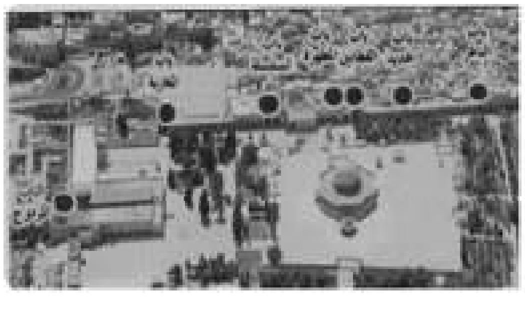

---

(۱) انصاری: مناسک القدس: ۴۶۔

اس فصیل کے اندر کردی رباط بھی ہے، یہ باب حدید سے شمال میں اس کے بالکل متصل ہے، اور مسجد اقصی کے فصیل کے پاس میں ہے، رباط کے معنی ہیں: ان لوگوں کے لئے بنائی گئی عمارت جو مسجد اقصی کے پاس اللہ کی خاطر سرحد کی حفاظت اور مقدس سرزمین کے دفاع کے لئے رہنا چاہیں، اس رباط کو والی مصر مقر اسیفی کرد نے ۶۹۳ھ/ ۱۲۹۴ء میں وقف کیا تھا، تاکہ اس میں غربا اور زائرین بیت المقدس قیام کرسکیں، مقر سیفی سلطان ناظر محمد ین قلاوون کے زمانہ میں ممالیک کے ممتاز قائدین میں سے ایک تھے (۱)۔ یہ رباط تین منزلوں پر مشتمل ہے، پہلی منزل بطور رباط تھی، دوسری مدرسہ جوہریہ کے تحت تھی، اور تیسری منزل خلافت عثمانیہ کے آخر میں بنی تھی، جس کا راستہ ایسے تنگ دروازہ سے تھا جس کے دونوں جانب پتھر کے دو چبوترے تھے، یہ دروازہ تنگ راستہ میں کھلتا تھا، پھر راستہ تھوڑا چوڑا ہوجاتا تھا، جو کچھ کھلے ہوئے حصوں سے گزرتے ہوئے چند کمروں تک پہنچاتا تھا۔ صدیوں تک یہ رباط اپنا سماجی وفکری کردار ادا کرتی رہی، اسے بیت المقدس کے قدیم مدارس میں شمار کیا جاتا تھا، اس کے کچھ حصے گر گئے تھے، اور اس میں آل شہابی کے کچھ افراد رہتے تھے۔

صہیونی غاصبوں نے اس کی پہلی منزل کو بند کردیا، اور اسے عبادت گاہ بنادیا، ۱۹۹۷ء میں انہوں نے اس کے پاس ایک چیک پوائنٹ بنادیا، اور اس کا نام ''چھوٹی دیوار گریہ'' رکھ دیا،

(۱) ملاحظہ ہو: مجیر الدین حنبلی: الانس الجلیل ۲/ ۷ ۳، کامل علی: معاہد العلم فی بیت المقدس، ص: ۳۲۰-۳۲۱۔

اس لئے کہ ان کا یہ دعوی ہے کہ اس کی دیوار میں کچھ پتھر ان کے معبد کے زمانہ کے استعمال ہوئے ہیں، اس مقام پر آنے والے نوآبادکار اور صہیونی فوج باب حدید سے مسجد اقصی میں داخل ہونے والوں کو تنگ کرتے ہیں، مسجد اقصی کی پوری مغربی فصیل کے پاس استعمار نے جو کھدائی کی ہے اور جو سرنگیں بچھائی ہیں ان کی وجہ سے کردی رباط کی اوپری منزلیں مخدوش اور خستہ ہوگئی ہیں (۱)۔ ان کھدائیوں کی وجہ سے رباط کا کچھ حصہ ۱۹۷۲ء میں گر بھی گیا تھا، جس کی یونسکو نے مذمت کی تھی، اور اسی وقت سے اس تنظیم نے قدس کے پرانے شہر کو ان عالمی ورثوں کی فہرست میں شامل کرلیا ہے جو خطرہ کی زد پر ہیں۔

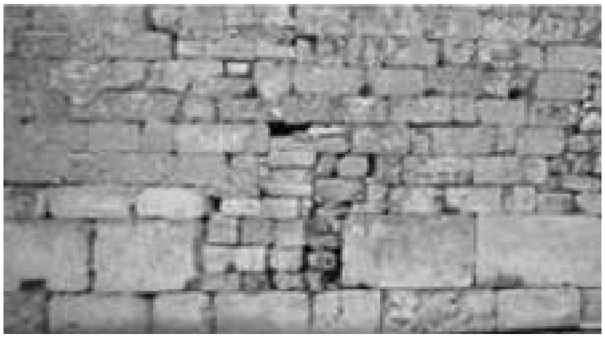

(کردی رباط کی دیوار) مسجد اقصی کی مغربی فصیل کا ایک حصہ

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان فصیلوں کے اندر کی ہر عمارت اور ہر میدان مسجد اقصی کا جزولاینفک ہے، اور یہی حکم اس کے اندر کے کھلے میدانوں میں بوئے گئے زیتون کے درختوں اور جنگلی درختوں، اس کی سبیلوں، قبوں، چبوتروں، دروں اور دیگر عمارتوں کا ہے۔

---

(۱) رائف یوسف نجم ودیگر: کنوز القدس، عمان: مؤسسۃ آل البیت، ۱۹۸۳ء، طبع اول۔

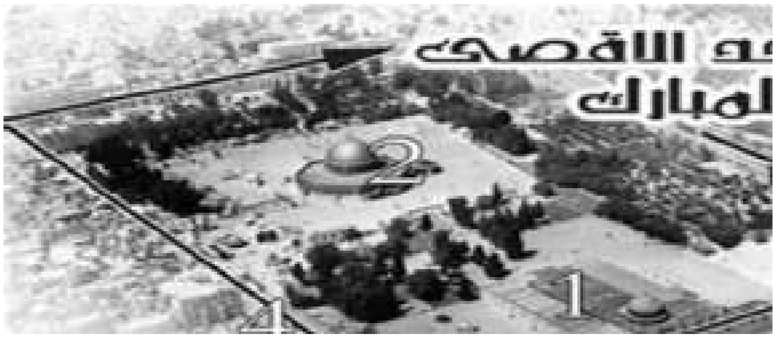

مسجد اقصی کی حدود کا حقیقی علم اس مبارک ومقدس سرزمین کے اسلامی تشخص کی حفاظت میں ایک بڑا کردار ادا کرے گا۔ اسی طرح اس علم کے ذریعہ مسلمان مقبوضہ مسجد اقصی کے ساتھ ہونے والی بے حرمتیوں اور دست درازیوں کو بھی سمجھ سکیں گے، اوران کے اندر اس مسجد کے خلاف ہونے والی سازشوں کی بابت بیداری پیدا ہوگی، اور پھر وہ صہیونیوں کی جانب سے اس مقدس مسجد پر کسی زیادتی کو برداشت نہیں کریں گے۔ مسجد اقصی پر کی جانے والی حاسدانہ اور بے باکانہ دست درازیوں کی چند مثالیں یہ ہیں کہ صہیونیوں نے دیوار براق کا نام بدل کر دیوار گریہ کردیا، صہیونیوں کی وزارت برائے دینی امور نے اپنے اس ارادہ کا چند برسوں پہلے اعلان کیا کہ وہ کردی رباط کو ''گریہ گاہ خورد'' بنائے گی، صہیونی استعماری فوج نے باب مغاربہ کو بند کردیا، اور مسلمانوں کے اس سے داخل ہونے یا نکلنے پر پابندی لگادی، حالانکہ یہ دروازہ مسجد اقصی کا ایک حصہ ہے، اس دروازہ کے علاوہ صہیونی حکومت مسلسل ان دروازوں کو بند کرتی چلا جارہی ہے جو مسجد اقصی کے ان حصوں تک لے جاتے ہیں جن میں کھدائی کر کے زیر زمین تعمیر جاری ہے، اس حکومت نے ''مدرسہ تنکزیہ'' کو جو کہ اقصی کا ہی ایک حصہ ہے، قابض فوج کی چھاؤنی بنادی، مسجد اقصی کے خلاف یہ سازش بھی رچی جارہی ہے کہ مسجد اقصی کے ملبے پر یہودیوں کا نام نہاد ہیکل تعمیر کیا جائے، اس ناپاک منصوبہ کا اظہار متعدد یہودی قائدین نے کیا

ہے، جن میں سے ایک اسرائیلی ہا کنز بھی ہے، اس نے جب یہ بات کہی تو شیخ اقصی شیخ رائد صلاح نے اس کو ڈانٹتے ہوئے کہا: ''تم لوگ تیسری عالمی جنگ برپا کرنا چاہ رہے ہو، اس لئے کہ یہ تمام میدان اقصی کا حصہ ہیں، اور ان پر ہیکل تعمیر کرنے کے بارے میں محض سوچنا بھی اقصی کے خلاف ایک علانیہ دست درازی ہے''۔

مروانی مصلی اور مسجد اقصی کے دیگر قابل رباط مقامات:

کھلے میدانوں اور کھیتوں کے علاوہ مسجد اقصی میں دو سو سے زائد اسلامی اوقاف ہیں، جن میں مسجدیں، مصلے، قبے، سبیلیں، مدارس، درخت، تالاب اور کنویں ہیں، ذیل میں ان میں سے کچھ کی تفصیل ذکر کی جا رہی ہے:

مسجدیں اور مصلے:

عربی زبان میں ''مسجد'' ''سجد'' سے ماخوذ ہے، جس کے معنی ہیں: جھکنا(۱)، جب کہ مسجد اصطلاح میں سجدہ گاہ کو کہتے ہیں (۲)، مصلی عربی زبان میں صلاۃ سے ماخوذ ہے جس کے معنی دعا کے ہیں (۳)، اصطلاح میں اس کے معنی ہیں: ''مقام صلاۃ'' (۴)، ذیل میں اقصی کے تحت آنے والے مصلوں اور مساجد کا تذکرہ کیا جا رہا ہے:

الف: مروانی مصلی:

مروانی مصلی مسجد اقصی کے تحت ہی آتا ہے، اور مسجد اقصی کی جنوب مشرق سمت میں

---

(۱) فیومی: المصباح المنیر ۱/ ۳۶۳۔

(۲) مجددی: التعریفات الفقہیہ/ ۲۰۴۔

(۳) فیومی: المصباح المنیر ۲/ ۳۴۷۔

(۴) مجددی: التعریفات الفقہیہ/ ۲۰۸۔

ہے۔اس کی جنوبی ومشرقی دیواریں مسجد اقصی کی دیواریں ہیں، یہ دونوں دیواریں مقبوضہ شہر شہر قدس کے پرانے شہر کی فصیل کی دیواریں بھی ہیں، اس تک جامع قبلی کے شمال مشرق میں واقع پتھر کی سیڑھیوں سے جایا جاسکتا ہے، ایک اور راستہ اس کے ان شمالی دروازوں کی طرف سے بھی ہے جو مسجد اقصی کی مشرقی فصیل سے لگے ہوئے ہیں، اور جن کی دریافت کچھ عرصہ پہلے ہوئی ہے، ماضی میں اسے مشرقی چبوترا کہتے تھے، یہ نام اس چبوترے کی وجہ سے ہے جو امویوں نے اس مقام پر بنایا تھا، انہوں نے اسے دراصل ایک چپوترے کی صورت میں بنایا تھا تاکہ وہ مسجد اقصی کی تعمیر ہموار زمین اور محکم بنیادوں پر کرسکیں، راجح قول یہ ہے کہ اسی مذکورہ سبب کی وجہ سے یہ مصلی جامع قبلی سے پہلے بنا تھا، اور جامع قبلی کی تعمیر کی تکمیل تک اسے نماز کے لئے استعمال کیا گیا تھا۔ یہ سولہ برآمدوں کی ایک عمارت ہے، جو پتھر کے مضبوط ستونوں پر کھڑی ہے، یہ ستون مضبوط بنیاد کے قائم مقام ہیں، اس کا کل رقبہ تقریباً چار ہزار مربع میٹر ہے، یہ اس وقت مسجد اقصی میں سب سے بڑا مسقّف حصہ ہے، عبدالملک بن مروان کے زمانے میں اس عمارت کو فقہی مدرسہ کے طور پر خاص کردیا گیا تھا، اسی وجہ سے اس کو مروانی مصلی کہنے لگے۔

قدس پر صلیبی قبضے کے زمانہ میں اس مصلی پر زبردست دست درازی کرتے ہوئے قابضوں نے اسے اپنے گھوڑوں کا اصطبل اور خزانہ بنادیا تھا، انہوں نے اس کا نام اصطبل سلیمان رکھ دیا تھا، آج بھی اس مصلی کے ستونوں میں ان بدبختوں کے بنائے ہوئے وہ کڑے دیکھے جاسکتے ہیں جو انہوں نے اپنے گھوڑوں کو باندھنے کے لئے بنائے تھے۔ صلیبیوں نے اس کا نام اصطبل سلیمان اس لئے رکھا تھا کہ ان کے نزدیک یہ مقام حضرت سلیمانؑ کے عہد سے متعلق ہے۔ اوراسی وجہ سے بہت سے لوگوں کا یہ ماننا ہے کہ یہ عمارت حضرت سلیمانؑ کی بنائی ہوئی ہے۔ یہ یہودیوں کی حرکت ہے، اور اس کا مقصد یہ ہے کہ یہ عمارت مستقبل میں ان کی جانب منسوب ہوجائے، اور پھر اس بات کی دلیل بنے کہ یہود یہاں ہمیشہ سے ہیں۔

صلاح الدین ایوبی نے جب ۱۹/۴/۵۳۸ھ مطابق ۴/۷/۱۱۸۷ء کو بیت المقدس آزاد کیا تو اس مصلی کو پاک کر کے اسے بند کر دیا، سلطنت عثمانیہ کے عہد میں سلطان سلیمان قانونی نے اس کی چھت دوبارہ ڈالی جو اب تک باقی ہے، جب کہ اس کے ستون اور محرابیں اس کے اولین موسس عبدالملک بن مروان کے عہد کے ہیں۔

چھت دوبار بنائے جانے کے بعد بھی یہ عمارت ایک عرصہ تک بند رہی، اس لئے کہ اقصی کے بالائی علاقے کافی کشادہ تھے، اور مسجد اقصی جانے والوں کی تعداد بہت کم تھی، لیکن پھر جب اسلامی بیداری عام ہوئی تو نمازیوں کی تعداد میں اضافہ ہوا اور مسجد اقصی کی زیارت کی اسلامی اہمیت کا احساس مسلمانوں کو ہوا، اور اقصی کے اندر کی مسجدیں نمازیوں کی اضافہ شدہ تعداد کے لئے ناکافی ہوگئیں، جس کی وجہ سے اسے دوبارہ کھولے جانے کی ضرورت ہوئی۔

نومبر ۱۹۹۶ء میں مؤسسۃ الاقصی لاعمار المقدسات اور لجنۃ التراث الاسلامی بیت المقدس نے اسے دوبارہ مسلمان نمازیوں کے لئے کھول دیا، اس میں پانچ ہزار نمازیوں کی گنجائش ہے، اس اقدام کا مقصد اس مصلے کو یہودیوں کے ان عزائم سے بچانا تھا جن کے تحت وہ اس میں نماز پڑھنے اور پھر اس پر قابض ہونے کا ارادہ رکھتے تھے، اس کے لئے انہوں نے ایک زینہ تعمیر کیا تھا جو مسجد اقصی کی جنوبی دیوار کے ایک بند دروازے سے اس مصلی تک لے جاتا ہے۔ اس اقدام کو مسجد اقصی کے اندر پچھلی چند صدیوں میں سب سے بڑا تعمیری کام سمجھا جاتا ہے۔ مسلمانوں نے مئی ۲۰۰۰ء میں بہت ہی کم وقت میں اس مصلے کے شمالی دروازوں میں سے دو بڑے دروازے کھولے، اور ان دروازوں تک جانے کے لئے اقصی کے اندر ایک بڑا زینہ تعمیر کرنے میں کامیابی حاصل کی۔

اس کے نتیجہ میں ان صہیونیوں میں غصہ پھوٹ پڑا جو اس مصلے پر قبضہ کا منصوبہ بنا رہے تھے، صہیونی حکومت نے مرمت کا کام کرانے والے اوقاف اور اداروں پر یہ تہمت لگائی کہ اس

نے مرمت کے بہانے سے بہت سے ایسے نشانات مٹادیئے جواسرائیلی تاریخی آثار پر مشتمل تھے، ۲۰۰۰/۹/۲۸ءکواس وقت کی صہیونی فوج کے سربراہ نے مسجد اقصی پر حملہ کردیااورمسجد اقصی کے صحنوں سے ہوکر مروانی مصلی تک پہنچنے کی کوشش کی جس کے نتیجہ میں اگلے دن انتفاضہ پھوٹ پڑا۔

سیلن اوراسرائیلی کھدائیوں کے نتیجے میں مٹی اور ملبے کے ڈھیر کی وجہ سے اس مصلے بالخصوص مسجد اقصی کی مشرقی دیوار سے ملے ہوئے اس کے آخری برآمدے کے ستون، دیواریں اوراس کی چھت میں شگاف پڑ گئے تھے، جس کی وجہ سے اس کے ڈھے جانے کا ڈر پیدا ہوگیا ہے، اور جوفوراًمرمت کئے جانے کے متقاضی ہیں، لیکن ۱۹۶۷ء سے مسجد اقصی کے اپنے حصار مسلسل میں صہیونیوں نے اس کوممنوع قرار دے دیا ہے، ایسا وہ پورے فلسطین، اور بالخصوص قدس کو یہودیانے کے لئے کرتے ہیں، صہیونیوں کواس عمارت کے رفتہ رفتہ گرکرمکمل طور پرختم ہوجانے کا انتظار ہے، اوران کے قائدین صراحت کے ساتھ اپنے اس منصوبہ کا اظہار کرتے ہیں، قدس کے علاقے میں اسرائیل کی داخلی سیکوریٹی ایجنسی کے سربراہ کی زبان سے ایک مرتبہ یہ الفاظ بھی سنے گئے کہ:''مسجد اقصی میں قائم مروانی مصلی عنقریب گرجائے گا، اور پورا شہرقدس شعلہ بہ پیراہن ہوجائے گا، انہوں نے مزید یہ کہا کہ جب بھی اس عمارت میں ہزاروں نمازی نماز پڑھتے ہیں اسرائیل کی سیکوریٹی ایجنسیاں مکمل طور پر تیار ہوتی ہیں کہ کہیں یہ عمارت گرنہ پڑے''۔

اگرچہ اسرائیلی فوج اورحکومت دونوں کے ذمہ داران نے اس عہدہ دار کے بیان پر کوئی تبصرہ کرنے سے منع کردیا، لیکن فلسطینی قوم اورامت اسلامیہ کے مخلصین اس جیسے بیانات کی اشاعت سے متفکر ہوئے، شیخ رائد صلاح نے اس کا نوٹس لیتے ہوئے صہیونی حکومت سے کہا: ''فلسطینی قوم تمہارے خلاف بغاوت کردے گی، اور جب وہ شوریدہ سری پر آئے گی تو کرمل (ایک پہاڑ کا نام) کی آگ سے بھی زیادہ طاقت ور ہوگی، اسلامی مقدس مقامات صہیونی خطرہ سے دوچار ہیں، اپنے ان مقدس مقامات کی حفاظت مسلمانوں پر فرض ہے، صہیونی دشمن بزدل

ہے، اور دھمکی سے ڈرتا ہے، اگر ہم انہیں الٹی میٹم دے دیں تو وہ سو بار سوچنے پر مجبور ہوں گے، حسبنا اللہ ونعم الوکیل''، اقصی اکیڈمی برائے علوم وورثہ کے سربراہ شیخ ناجح بیکرات کہتے ہیں: ''اس خبر کی اشاعت کے دو مقاصد ہیں، ایک یہ کہ اسرائیل ان کھدائیوں کو جاری رکھنا چاہتا ہے جن کی وجہ سے مروانی مصلی اور جامع قبلی کے ساتھ ساتھ مسجد اقصی کے قریب کی بہت سی عمارتیں منہدم ہو جائیں گی۔'' مسلمانوں کو مروانی مصلی میں جمع ہونے سے ڈرانا اور اس سے باز رکھنا، نیشنل ڈیموکریٹک فرنٹ کی جانب سے کنیسٹ (پارلیمنٹ) کے ممبر جمال زحالقہ نے اقصی کی دریافت کے لئے ایک بین الاقوامی پیشہ ورانہ انجینئرنگ تحقیقی بورڈ بنانے کی اپیل کی ہے، اس لئے کہ اقصی کو واقعی خطرہ درپیش ہے، ان کا کہنا ہے کہ اقصی پندرہ سو برس سے قائم ہے، لیکن اب اسے زمینی ارتعاش کی وجہ سے خطرہ درپیش ہے۔

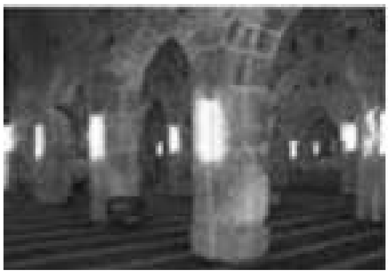

(مروانی مصلی)

(ب) جامع قبلی:

جامع قبلی: مسجد اقصی کا جنوبی اور قبلہ کی جانب کا حصہ ہے، اسی لئے اس کا نام جامع قبلی ہے، یہ سیسہ کے قبہ والی عمارت ہے، لوگ اس کو ''مسجد اقصی'' کہہ دیتے ہیں، حالانکہ یہ صرف اس کا جنوبی اور قبلہ کی جانب کا حصہ ہے، اس کو مسجد اقصی میں مردوں کی نماز کا اصل حصہ سمجھا جاتا ہے، اسی میں امام کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے۔ یہ مسجد اس جگہ پر قائم ہے جہاں

حضرت عمرؓ نے قدس کی اسلامی فتح کے وقت (۱۵ھ/ ۶۳۶ء) نماز پڑھی تھی، اس کی تعمیر کا آغاز خلیفہ عبد الملک بن مروان نے کیا تھا، اور اس کی تکمیل ان کے بیٹے ولید نے ۸۶-۹۶ھ/ ۷۰۵-۷۱۵ء میں کی تھی، اندر سے اس کی لمبائی ۸۰ میٹر اور چوڑائی ۵۵ میٹر ہے، اس کا قبہ سیسہ کی پلیٹوں کا ہے، اور اس میں ۵۵۰۰ نمازیوں کی گنجائش ہے(۱)۔

صلیبیوں نے جب قدس پر قبضہ کیا تھا تو انہوں نے اس میں بہت تبدیلی کر دی تھی، انہوں نے اس کے ایک حصہ کو کلیسا اور دوسرے حصہ کو اپنے گھڑسواروں کی رہائش گاہ نیز خزانہ کی عمارت بنا دیا تھا۔ صلاح الدین ایوبی نے ۱۹/ ۴/ ۵۳۸ھ/ ۴/ ۷/ ۱۱۸۷ء کو قدس کو آزادی دلائی، تو مسجد کو ماضی کی طرح کا کر دینے کا حکم نور الدین محمود بن زنگی نے صلیبی قبضہ کے دنوں میں دیا تھا۔ یہ منبر ۲۱/ ۸/ ۱۹۶۹ء تک باقی تھا، اس تاریخ کو یہودیوں نے اسے اس وقت نذر آتش کر دیا جب انہوں نے ان ایام میں اپنی دست درازیوں کے طویل سلسلہ میں جامع قبلی کو نذر آتش کر دیا تھا، اس وقت انہوں نے جامع قبلی کے نیچے اور گرد وپیش میں کھدائیاں کی تھیں، ان کھدائیوں کا جواز انہوں نے یہ بتایا تھا کہ وہ اپنے نام نہاد ہیکل کو تلاش کر رہے ہیں، انہوں نے اس کے نیچے سرنگیں بھی بچھائی تھیں۔

(۱) ملاحظہ ہو: ڈاکٹر عبد اللہ معروف: المدخل لدراسة المسجد الاقصى المبارك، ص/ ۱۰۲۔

ج-مسجد اقصی قدیم:

مسجد اقصی قدیم جامع قبلی کے درمیانی برآمدہ کے تحت ہے، اسے امویوں نے اس لئے تعمیر کیا تھا تا کہ اموی شاہی خاندان کے لوگ مسجد اقصی سے جنوب میں واقع اپنے محلوں سے مسجد اقصی آسکیں، اس میں داخلہ پتھر کے زینوں سے اتر کر ہوتا ہے، یہ دو بڑے برآمدوں پر مشتمل ہے، جن کا رخ جنوب سے شمال کی جانب ہے، جن کے چاروں طرف پتھر کے بہت موٹے ستون ہیں، ان ستونوں پر اسکی وہ چھت ہے جس پر جامع قبلی کا ایک حصہ ہے، یہ اس جنوبی چبوترے کا ایک حصہ ہے جو مسجد اقصی کی اصل نشیبی زمین پر اس لئے بنایا گیا تھا، تا کہ اسے یکساں سطح پر بنایا جا سکے(۱)۔ یہ مقام برسوں لاوارث حالت میں رہا، اس میں پتھر اور مٹی بھری پڑی تھی، پھر ۱۹۹۸ء میں مؤسسۃ الاقصی لاعمار المقدسات نے نمازیوں کی تعداد میں اضافہ ہونے پر اس میں نماز کا از سر نو آغاز کیا، اس کا رقبہ تقریباً ڈیڑھ دونم (پندرہ سو مربع میٹر) ہے، لیکن نماز کے لئے مخصوص حصہ بہت چھوٹا ہے، اور اس میں صرف پانچ سو نمازیوں کی جگہ ہے، ۱۰/۸/۱۹۹۹ء کو قابض حکومت نے اس کے روشن دانوں کو بند کر دیا، اور اس کی دیواروں میں آرہی سیلن کو روکنے کے کام کو روک دیا۔

(مسجد کا زینہ)

---

(۱) حوالہ بالا۔

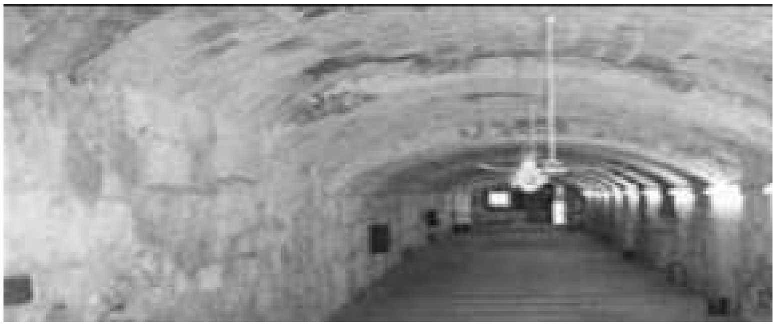

(مسجد اقصی قدیم)

د-مسجد براق:

مسجد براق دیوار براق کے مشرق میں یعنی مسجد اقصی کی فصیل کے اندر اور مسجد اقصی کے مغربی جنوبی صحن کے ایک حصہ کے نیچے ہے، اس کے لئے مغربی برآمدہ سے زینے اترتے ہیں، یہ مسجد جمعہ اور عیدین کی نمازوں کے لئے کھلتی ہے، اس کا ایک دروازہ فصیل کے باہر سے صحن براق کے علاقہ میں ہے، یہودیوں کا دعوی ہے کہ یہ ہیکل سلیمانی کا ایک حصہ ہے، اس کو دیوار مبکید رجات کہتے ہیں، حالانکہ یہ امویوں کی تعمیر کردہ عمارت ہے، اس لئے کہ اس کے دروازے کے عناصر بالکل وہی ہیں جو باب رحمت اور باب مزدوج وغیرہ میں ہیں، موجودہ شکل میں اس کی تعمیر نو عہد مملوکان میں ۷۰۷-۷۳۷ھ/ ۱۳۰۷-۱۳۳۶ء کے درمیان ہوئی، یہ مسجد اقصی قدیم، مروانی مصلی اور باب رحمت سے متصل ہے(۱)۔

زبردست سیلن اور پانی کے رسنے کی وجہ سے اس کے بعض پتھروں میں شگاف پڑ گئے ہیں، جس کی وجہ سے اس کے منہدم ہونے کا ڈر ہے، مسجد اقصی کے اندر مصلی براق کے دروازے پر مسلسل اسرائیلی پولیس کی ایک تعداد موجود رہتی ہے، جس کی وجہ سے اس تک مسلمانوں کا پہنچنا

(۱) ملاحظہ ہو: عارف العارف: المفصل فی تاریخ القدس، ص:۱۸۷، رجا عرابی: الکافی فی تاریخ القدس، ص:۶۷۹۔

مشکل کام ہے۔ ذیل میں اس کی تصویریں ملاحظہ ہوں:

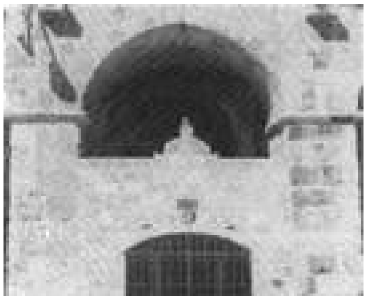 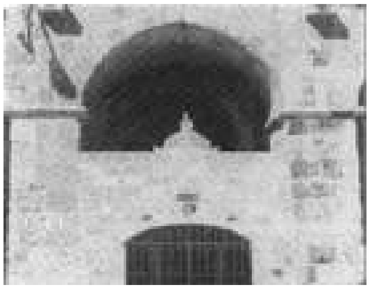

(مسجد براق)

ہ- مسجد مغاربہ (اسلامی میوزیم):

مسجد مغاربہ ایک بہت قدیم عمارت ہے، جو مسجد اقصی کے مغربی برآمدے سے باب المغاربہ کے جنوب تک ہے، اس کے دو دروازے ہیں: ایک شمالی جانب جو بند ہے، اور دوسرا مشرقی جانب، یہ جامع قبلی کی مغربی دیوار کے سامنے ہے، اور کھلا ہوا ہے، کہا جاتا ہے کہ اسے صلاح الدین ایوبی نے ۵۹۰ھ/ ۱۱۹۳ء میں مالکیہ کی نماز کے لئے تعمیر کیا تھا۔ اور آج اسے اسلامی میوزیم اور منصوری رباط سے منتقل ہونے والی اس کی اہم چیزوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، اس میوزیم میں بیت المقدس پر اسلامی حکومت کے مختلف عہدوں کے بہت سے آثار ہیں، اور اس کے اندر نور الدین زنکی کے وہ باقی ماندہ آثار ہیں جو ۱۹۶۹ء میں یہودیوں کی آتش زنی سے بچ گئے تھے۔ ۲۰۰۴ء میں بعض صہیونیوں نے، جو اقصی پر اس باب مغاربہ سے بار بار حملہ کرتے رہے ہیں جسے قابض فوج نے قبضہ کے آغاز سے ہی بند کر رکھا ہے، اور مسلمانوں کو اس کے استعمال سے روک رکھا ہے، اسلامی میوزیم کے قریب کے سنگ مرمر کے ستونوں کو توڑ دیا، یہ ستون اسلام کے عہد اولیں کی یادگار تھے، اور اس کے پاس واقع صحن براق میں یہودیوں کی

کھدائیوں کی وجہ سے ۲۰۰۳ء میں اس کی مغربی دیوار منہدم ہوگئی تھی (۱)

و-مسجد قبۃ الصخرۃ (مسجد خواتین):

مسجد قبۃ الصخرۃ مسجد اقصی کے اندر شمال کی جانب واقع ہے، معراج کی چٹان کے اوپر اس کی تعمیر کا حکم اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان نے ۶۸۸ء اور ۶۹۲ء کے درمیان دیا تھا، اور آج تک یہ اس شہر مبارک کا رمز ہے، اس مسجد کو عورتوں کی نماز کے لئے خاص کر دیا گیا ہے (۲)۔

(مسجد قبۃ الصخرۃ)

(مسجد کا اندرونی منظر)

---

(۱) ملاحظہ ہو: رشاد الإمام: مدينة القدس فی العصر الوسيط، ص: ۱۷۰، رجا عرابی: الكافی فی تاريخ القدس، ص: ۶۷۸۔

(۲) عارف العارف: المفصل فی تاريخ القدس ۱/۱۱۱، رجا اعرابی: الكافی فی تاريخ القدس ص: ۳۰۰۔

مسجد اقصی کی اذان گاہیں:

مسجد اقصی میں چار اذان گاہیں ہیں، یہ ہیں: باب مغاربہ کی اذان گاہ، باب سلسلہ کی اذان گاہ، باب اسباط کی اذان گاہ، اور باب غوانمہ کی اذان گاہ(۱)۔

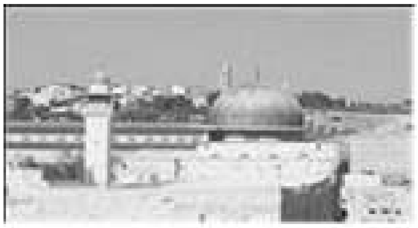

(مسجد اقصی کی اذان گاہ)

مسجد اقصی کے قبے:

قبہ اس اونچی گول عمارت کو کہتے ہیں جس کی چھت خیمہ کی شکل میں گول ہو(۲)، مسجد اقصی میں چودہ قبے پائے جاتے ہیں جن کے نام یہ ہیں: قبۃ الصخرہ، قبۃ النحویہ، قبۃ الارواح، قبۃ السلسلۃ، قبۃ سلیمان، قبۃ الخضر، قبۃ المعراج، قبۃ المیزان، قبۃ یوسف آغا، قبۃ موسی، قبۃ النبی، قبۃ یوسف، قبۃ عشاق النبیؐ، اور قبۃ الشیخ خلیلی۔ ذیل میں مشہور تر قبۃ الصخرہ کی بابت کچھ معلومات پڑھیے:

قبۃ الصخرہ وہ سنہری قبہ ہے جو ہشت پہل عمارت کے اوپر ہے، یہ مسجد اقصی کے تقریباً بیچ میں ہے، اس کے بالکل بیچ سے کچھ بائیں جانب ہے، اور حرم قدسی کے بقیہ علاقوں سے تقریباً

---

(۱) رجا عرابی: الکافی فی تاریخ القدس، ص: ۲۵۲۔

(۲) مجددی: التعریفات الفقہیہ، ص: ۱۷۰۔

چار میٹر اونچا ہے، اور اس تک جانے کے لئے ان دروں سے گزرنا ہوتا ہے جو اس کے چاروں طرف ہیں، آج تک یہ عمارت شہر قدس کا علامتی شعار ہے، اور اس کا شمار دنیا کی اہم ترین عمارتوں میں ہوتا ہے، اس کی تعمیر کا حکم اموی خلیفہ عبد الملک بن مروان نے دیا تھا، اور اس کی تعمیر ٦٦ھ/ ٦٨٥ء اور ٧٢ھ/٦٩١ء کے درمیان ہوئی۔ اس کے دروازے کے پاس سنگ مرمر کی ایک محراب دوستونوں پر ہے۔ اس قبۃ الصخرہ کا رقبہ تقریباً تین دونم (تین ہزار اسکوائر میٹر) ہے۔

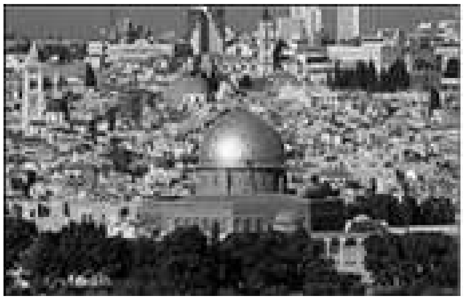

(قبۃ الصخرۃ کا فضائی منظر)

(قبۃ الصخرہ، اس کے سامنے قبۃ السلسلہ کو دیکھا جا سکتا ہے)

قبۃ الصخرہ کو اسلامی فن تعمیر کا قدیم ترین نمونہ سمجھا جاتا ہے، یہ فنی شاہکار ہے، اور اس کے نقش ونگار ایک طویل عرصہ بعد بھی تہذیب اسلامی کے نمائندہ ہیں، فن تعمیر وتزیین کا عجیب شاہ

کار ہونے کی وجہ سے یہ عمارت تمام ماہرین، زائرین بلکہ پوری دنیا کو متاثر کرتی ہے، اسے فن تعمیر کا ایک گوہر یک دانہ مانا جاتا ہے(۱)۔

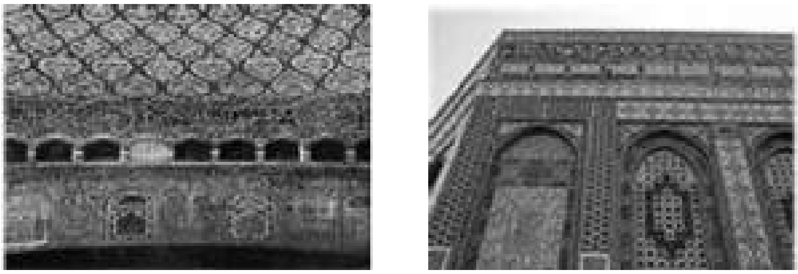

(اسلامی نقاشی کا دل فریب منظر)

یہ قبہ اس چھوٹی چٹان پر ہے جس سے رسول اللہ ﷺ سفر معراج میں اس دنیا سے آسمانوں پر تشریف لے گئے تھے، یہ چٹان جیسا کہ عوام الناس میں مشہور ہے ٹنگی ہوئی نہیں ہے، نیز اس کے بارے میں ذکر کی جانے والی بہت سی روایات بھی صحیح نہیں ہیں، اس کی تعظیم کے سلسلہ میں بھی احتیاط برتنی چاہئے، کہ شریعت نے اس کا حکم نہیں دیا ہے، لہذا اس کو بوسہ دینا، چھونا یا اس سے برکت حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔ اس چٹان کے نیچے چھوٹا سا غار ہے، جس تک جانے کے لئے جنوبی جانب سے گیارہ زینے اترتے ہیں، یہ تقریباً چوکور ہے، اور ہر جانب اس کی لمبائی ساڑھے چار میٹر ہے، اس کی چھت تین میٹر اونچی ہے، چھت میں ایک میٹر چوڑا سوراخ ہے(۲)۔

---

(۱) ملاحظہ ہو: منہاجی: اتحاف الاخصا بفضائل الاقصی، ص:۳۷، ڈاکٹر عبد اللہ معروف، المدخل لدراسۃ المسجد الاقصی المبارک، ص:۱۰۰۔

(۲) ملاحظہ ہو: مذکورہ بالا دونوں حوالے۔

(چٹان)

مسجد اقصی کے برآمدے:

برآمدے سے یہاں مراد چھت پوش گزرگاہیں ہیں (۱)، ان کی تعمیر سے مقصود مسجد اقصی کی عمارتوں کے درمیان آسانی سے آنا جانا ہے، مسجد اقصی کے چند برآمدے یہ ہیں: باب حطہ سے باب شرف الانبیاء (باب فیصل) تک جانے والا برآمدہ، باب شرف الانبیاء کے سامنے والا برآمدہ، باب غوانمہ سے باب ناظر تک کا برآمدہ، باب ناظر سے باب قطانین تک جانے والا برآمدہ، باب سلسلہ سے باب مغاربہ تک کا برآمدہ، باب قطانین سے باب مغاربہ لے جانے والا برآمدہ، اور باب غوانمہ سے باب مغاربہ تک لے جانے والے متعدد برآمدے۔

بعض برآمدوں کو صہیونی قابضوں نے نقصان پہنچایا، ایسا ہی ایک برآمدہ مغربی برآمدہ ہے، جس کے نیچے ربی مبکی نے اسرائیلی وزارت دینی امور کی مدد سے بہت خاموشی کے ساتھ مہینوں کھدائی کی، اس کا مقصد مسجد اقصی کے نیچے موجود ہال کو کھولنا تھا، جو کہ دیوار براق سے شروع ہوتا ہے، اس کھدائی کے نتیجے میں اس برآمدے میں شگاف آگئے، لیکن دائرۃ الاوقاف

---

(۱) ملاحظہ ہو: المعجم الوسیط ۱/ ۳۸۲۔

الاسلامیہ نے اس ہال کو بہت تیزی کے ساتھ بند کر دیا، اس برآمدے کا کچھ حصہ ملاحظہ ہو:

(مسجد اقصی کا مغربی برآمدہ)

مسجد اقصی کے در (Archways):

در سے مراد وہ محرابی دروازے ہیں جو عام طور پر زینہ کے بالائی یا بالکل آخری حصہ میں ہوتے ہیں، یہ بہت خوش منظر ہیں، اور قبۃ الصخرہ تک آنے والے پتھر کے زینوں کا تعمیری مقابل ہیں، مسلم ماہرین تعمیرات نے ان زینوں کو بھی بے اختتام نہیں چھوڑا ہے، ایک مورخ نے لکھا ہے: ''یہ در متعین اشیاء کے رمز ہیں، تین محرابوں کے در تین مسجدوں کا رمز ہیں، چار محرابوں کے در چار موسموں کا رمز ہیں، پانچ محرابوں والے در پانچ نمازوں کے رمز ہیں، ان دروں میں سے اکثر پر ان کے بانی اور وقت تعمیر کی بابت تحریریں ہیں، نیز نہایت دلفریب اسلامی نقاشی ہے، ان میں سے بعض پر دھوپ گھڑی لگی ہوئی ہے، مقصد اقصی میں آٹھ در ہیں: شمالی در، مغربی در، جنوبی در، مشرقی در، شمال مغربی در، جنوب مغربی در، جنوب مشرقی در، اور شمال مشرقی در(۱)۔

(۱) ملاحظہ ہو: ڈاکٹر عبداللہ معروف: المدخل لدراسۃ المسجد الاقصی المبارک، ص: ۱۰۷۔

(شمال مغربی در)

(جنوبی در)

مسجد اقصی کے مدارس:

مدرسہ عثمانیہ، مدرسہ تنکزیہ، اقصی کے مدارس ومکاتب، اقصی کا شرعی ثانوی مدرسہ، مدرسہ اشرفیہ، مدرسہ ملکیہ، مدرسۃ السعردیہ، مدرسہ منجکیہ، مدرسہ باسطیہ، مدرسہ امینیہ، مدرسہ فارسیہ، مدرسہ غادریہ، ذیل میں مدرسہ تنکزیہ کا مختصر تعارف ملاحظہ ہو:

مدرسہ تنکزیہ: یہ قدس کا مشہور مدرسہ ہے، جو باب سلسلہ کے پاس قائم ہے، اور جسے امیر تنکز نے ۷۲۹ھ/۱۳۲۸ء میں قائم کیا، یہ بہت بڑا مدرسہ ہے، یہاں کے مدرسوں میں اتنی پرشکوہ عمارت کسی اور مدرسہ کی نہیں ہے، عصر حاضر میں یہ شرعی عدالت ہے(۱)۔

(مدرسہ تنکزیہ)

(۱) ملاحظہ ہو: مجیر الدین حنبلی: الانس الجلیل ۲/۳۸۷، کرد علی، خطط الشام، ۶/۱۱۹، رشاد الامام: مدینۃ القدس فی العصر الوسیط، ص: ۱۹۳، علی: معاہد العلم ص: ۱۱۹۔

مسجد اقصی کی سبیلیں:

سبیل راستے کو کہتے ہیں (۱)، یہ لفظ پانی کے چشمہ اور اس کے حوضوں وغیرہ کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے، عصر حاضر میں اس کے مفہوم میں نلوں اور پانی ٹھنڈا کرنے والے کولروں کے معنی بھی داخل ہوگئے ہیں (۲)۔ مسجد اقصی میں وضو وغیرہ اور پانی کے لئے پانی کی فراہمی کی مسلمانوں نے بہت فکر کی، وہاں کنویں کھودے، حوض بنائے، اقصی کے اندر سبیلیں قائم کی گئیں، یہ سبیلیں ایوبی اور مملوکی عہد میں بنائی گئیں، عثمانی عہد میں سلطان سلیمان قانونی کے حکم سے بہت سی سبیلیں نئی یا از سر نو بنائی گئیں، سلطان موصوف کا عہد سبیلوں کی تعمیر میں امتیازی ہے، ان سبیلوں کی تعداد چودہ ہے، جو یہ ہیں: سبیل قایتبائی، سبیل شعلان، سبیل باب الحبس، سبیل بدیری، سبیل باب مغاربہ، سبیل باب حطہ، برکۃ النارنج، حوض شاہ عیسی، سبیل منبر برہان الدین، سبیل زیتونہ، سبیل کاس، سبیل سلیمان، سبیل رحمت، اور سبیل قاسم پاشا (۳)۔ ذیل میں سبیل شعلان کے بارے میں معلومات درج کی جارہی ہیں:

سبیل شعلان: یہ سبیل قبۃ الصخرہ کے صحن تک لے جانے والے شمال مغربی در کے زینے کے شمال میں ہے، اس کی تعمیر ایوبی حکمراں شاہ معظم عیسی نے ۶۱۳ھ/۱۲۱۶ء میں کی تھی، سن ۸۳۳ھ/۱۴۲۹ء میں عہد مملوکان میں بادشاہ اشرف برسبائی نے اسے از سر نو تعمیر کیا، پھر عثمانی عہد میں محافظ قدس محمد پاشا کے زمانہ میں محافظ مصر بیرم پاشا نے سن ۱۰۳۷ھ/۱۶۲۷ء میں اس کی از سر نو تعمیر کی۔ برطانوی قبضہ کے آخر تک یہ آباد تھی، اب بند ہے (۴)۔

(۱) ملاحظہ ہو: فیومی: المصباح المنیر ۱/۶۱، ۳، المعجم الوسیط ۱/۴۱۴۔

(۲) ملاحظہ ہو: عسلی: من آثارنا فی بیت المقدس، ص: ۲۱۸۔

(۳) حوالہ بالا۔

(۴) ملاحظہ ہو: حوالہ بالا، اور عکرمہ صبری: الوقف الاسلامی، ص/۴۶۷۔

(سبیل شعلان)

مسجد اقصی کے چبوترے:

مسجد اقصی کے یہ چبوترے سطح زمین سے ایک میٹر سے کم اونچے ہیں، اور پتھر کے ہیں، ان تک چند سیڑھیوں کے ذریعہ جایا جاتا ہے، عام طور پر ان کے قبلہ کی جانب کمان دار محراب یا ایک چھوٹی دیوار ہوتی ہے جس میں طاق ہوتی ہے(۱)، اقصی کے میدانوں میں بالخصوص مغربی میدانوں میں ۲۶/چبوترے ہیں، جن میں سے دو کی تعمیر ماضی قریب کی ہے، ان چبوتروں کو بیٹھنے، نماز پڑھنے اور تدریس کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، ان کا استعمال عام طور پر گرمیوں میں ہوتا ہے، ان میں سے بعض چبوترے سبیلوں، قبوں یا قبۃ الصخرہ کے صحن کے کسی حصہ کے گردو پیش میں ہیں۔

(شیخ رائد صلاح کے پیش کردہ پروجیکٹ کو قبول کرتے ہوئے الاتحاد العالمی لعلماء المسلمین نے چار علمی چبوتروں کے اخراجات کی ذمہ داری لی ہے، اس پروجیکٹ کا مقصد ان علمی چبوتروں کا احیا ہے، جو ایک ایسے مدرس اور معلم کے مشتاق ہیں جو اس پر رہے، لوگوں کو وعظ ونصیحت کرے، اور دین کی تعلیم دے، اس پروجیکٹ کا ایک اور مقصد مسجد اقصی کو ایک بار پھر طلبہ

---

(۱) ملاحظہ ہو: کامل علی: معاہد العلم فی بیت المقدس، ص: ۳۹، اور اگلے صفحات۔

علوم دینیہ کی تعلیم وتربیت کے ادارہ کی حیثیت دلائی جائے ، الاتحاد العالمی لعلماء المسلمین نے ان چبوتروں کے مدرسین نیز ان طلبہ کے وظائف کی ذمہ داری لی ہے، جو پابندی سے درسوں میں حاضر ہوں اور مسجد اقصی میں کار رباط انجام دیں، اور باری باری چوبیس گھنٹے رہیں، اس نظام کے تحت طلبہ کے تین گروپ ہوں گے، ہر گروپ آٹھ گھنٹے رہے گا، اس طرح مسجد اقصی کسی وقت بھی طلبہ سے خالی نہ ہوگی، ذیل میں ایسے چند چبوتروں کی تصویریں ملاحظہ ہوں:

(صبرا وشاتیلا کا چبوترہ)

(ظاہر کا چبوترہ)

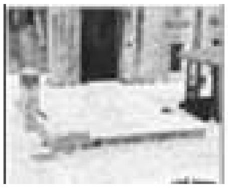

(مٹی کا چبوترہ)

(مغربی در کا چبوترہ)

(فخری عبادت گاہ کا چبوترہ)

۲۔فلسطین مبارک چٹان کی سرزمین ہے:

بیت المقدس میں مبارک چٹان کو وہی حیثیت حاصل ہے جو خانہ کعبہ میں حجر اسود کو، لہذا یہ مقدس ومبارک ہے، اس کے تقدس کی وجہ یہ ہے کہ ملائکہ اس سے ہی آسمان کو جاتے ہیں، یہی وہ جگہ ہے جہاں سے رسول اللہ ﷺ شب معراج میں آسمان پر گئے تھے، اسی جگہ سے

قیامت کے دن لوگوں کو پکارا جائے گا، اس کی تائید آیت قرآنی: ﴿واستمع یوم .... قریب﴾ (ق:۴۱) (اور سنو جس دن منادی کرنے والا قریب سے پکارے گا) کی تفسیر میں مذکور اقوال سے ہوتی ہے، مفسرین کا کہنا ہے کہ یہ منادی حضرت عزرائیلؑ بیت المقدس کی چٹان پر کھڑے ہوکر کریں گے، وہ کہیں گے: اے لوگو! حساب کے لئے آؤ، اللہ کا حکم ہے کہ تم مقدمہ فیصل کئے جانے کے لئے جمع ہو جاؤ، یہی نفخہ اخیرہ ہے(۱)۔

قتادہ نے کعب الاحبار کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ ایک فرشتے کو حکم دے گا تو وہ بیت المقدس کی چٹان پر سے پکارے گا، اے بوسیدہ ہڈیوں اور بکھرے ہوئے جوڑوں! اللہ کا تمہیں حکم ہے کہ تم مقدمہ فیصل کرانے کے لئے جمع ہو جاؤ (۲)۔

حضرات ابن عباس، مکحول، کعب اور انس بن مالک سے منقول ہے کہ بیت المقدس کی چٹان جنت کی چٹان ہے (۳)۔

اس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔

---

(۱) ملاحظہ ہو: ابن جوزی: زاد المسیر ۸/ ۲۴، قرطبی: الجامع لأحکام القرآن ۱۷/ ۲۷، ابن کثیر: تفسیر القرآن العظیم ۴/ ۲۳۰۔

(۲) ابن کثیر، حوالہ بالا۔

(۳) ابن الجوزی: فضائل القدس/ ۱۳۹، ہمیں یہ اثر دستیاب کتابوں میں نہ مل سکا۔

بیت المقدس اوراس کے مضافات کے تقدس کے نتائج

سرزمین بیت المقدس کے مقدس ہونے کا ہی نتیجہ ہے کہ یہ زمین شرک، ظلم اور متکبر قوموں کے قبضہ سے محفوظ رہی ہے، اسی تقدس کی وجہ سے آخر زمانہ میں وہاں دجال بھی نہیں آئے گا۔

سرزمین بیت المقدس شرک اور ظلم برداشت نہیں کرتی:

اس سرزمین کے تقدس کا نتیجہ ہے کہ بیت المقدس اکثر زمانوں میں بت پرستی سے محفوظ رہی ہے، اور یہ ظلم کو برداشت نہیں کرتی ہے، قابض فوجوں کو یہاں کبھی سکون اور استحکام نصیب نہیں ہوا ہے، یہاں ظالموں کی حکومت زیادہ دنوں تک قائم نہیں رہ پاتی ہے، یہ گندوں کو اس طرح نکال باہر کرتی ہے جس طرح لوہار کی بھٹی لوہے کے خراب حصہ کو نکال دیتی ہے، اس کے دلائل ذیل میں ملاحظہ ہوں:

۱- حضرت موسیٰ کی زبان سے اللہ کا یہ حکم: ﴿**یا قوم ادخلوا** .... **فإنا داخلون**﴾ (مائدہ:۲۱-۲۲) (اے برادران قوم! اس مقدس سرزمین میں داخل ہو جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دی، پیچھے نہ ہٹو، ورنہ ناکام ونامراد پلٹو گے، انہوں نے کہا: اے موسیٰ اس میں زبردست قوم آباد ہے، اور ہم اس میں تب تک نہ داخل ہوں گے جب تک وہ وہاں سے نہ نکل جائیں، اگر وہ وہاں سے نکل جائیں تو پھر ہم داخل ہو جائیں گے)۔

اس سرزمین مقدس نے بنی اسرائیل کو اپنے اندر نہیں آنے دیا اس لئے کہ حضرت موسیٰ کے لشکر کا ایک بڑا حصہ شرک میں مبتلا تھا، ان کی فطرت فاسد اور طبیعت خبیث تھی۔

انہوں نے فتح بیت المقدس کا ارادہ جب کیا تھا تو اس سے پہلے وہ اپنی عورتوں کے زیوروں سے بطور معبود ایک بچھڑا بنا چکے تھے، اللہ سبحانہ وتعالی نے ان کے عقیدہ کی خرابی بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: ﴿**واتخذ قوم موسی .... وکانوا ظالمین**﴾ (اعراف: ۱۴۸) (حضرت موسیٰ کی قوم نے ان کے جانے کے بعد اپنے زیوروں سے ایک بچھڑے کا مجسمہ بنایا جس سے آواز نکلتی تھی، کیا انہیں یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ بچھڑا نہ ان سے بولتا ہے اور نہ ان کی راہ نمائی کرتا ہے، انہوں نے اس بچھڑے کو بنایا اور وہ ظالم تھے)۔ اسی طرح بنی اسرائیل نے جب اس شہر کو فتح کرنے کا منصوبہ بنایا تو ان کی طبیعتیں فرعونوں کے ظلم کے زیر اثر فاسد ہوچکی تھیں، ان کی فطرت ذلت اور انسانوں کی غلامی کی ہوگئی تھی، ان کی طبیعت کے فساد کا ہی نتیجہ تھا کہ انہوں نے حضرت موسیٰ سے کہہ دیا تھا: ''اس میں زبردست قوم آباد ہے، اور ہم اس میں تب تک داخل نہ ہوں گے جب تک وہ وہاں سے نہ نکل جائے، اگر وہ وہاں سے نکل جائیں تو پھر ہم وہاں داخل ہوجائیں گے''۔

عقیدہ کے بگاڑ اور فطرت کے فساد کا ہی نتیجہ تھا کہ وہ پیچھے ہٹ گئے، اور پھر انہیں دنیا میں ناکامی ونامرادی اور ذلت وخواری ہاتھ آئی اور آخرت میں وہ اللہ کے غضب کے حقدار ٹھہرے۔

﴿**إن الذين اتخذوا .... المفترين**﴾ (اعراف: ۱۵۲) (بچھڑا بنانے والوں کو ان کے رب کا غضب اور دنیوی زندگی میں ذلت وخواری ہی ملے گی، ہم افترا پردازوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں)۔

شیخ رشید رضا مصری لکھتے ہیں: ''عام مشاہدہ ہے کہ جو قومیں غلامی میں اپنی زندگی بسر کرتی ہیں اور حکمرانوں کے ظلم وجبر کی چکی میں پستی ہیں ان کے اخلاق فاسد ہوجاتے ہیں، ان کے نفوس ذلیل ہوجاتے ہیں، ان کی ہمت جواب دے دیتی ہے اور ذلت وخواری ان کا مقدر بن

جاتی ہے، غلامی اور خواری سے وہ اتنی مانوس ہوجاتی ہیں کہ پھر یہ چیزیں ان کی فطرت ثانیہ بن جاتی ہیں، اوران کا حال یہ ہوتا ہے کہ ۔

اتنے مانوس صیاد سے ہوگئے
اب رہائی ملے گی تو مرجائیں گے

انسان جس چیز سے بھی مانوس ہوجاتے ہیں اس کی بابت ان کی یہی روش ہوتی ہے۔

آنحضرت ﷺ نے اپنی دعوتی کاوشوں اور پکے کافروں کی گمراہی کی حقیقت یوں بیان فرمائی ہے، ''تمہارے تئیں میری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ روشن کی ہو، پھر وہ آگ جب اس کے گرد وپیش کو روشن کردے تو پروانے اور دیگر کیڑے اس میں گرنے لگیں، وہ شخص ان کیڑوں کو آگ سے بچائے، اور یہ کیڑے اس کی ہزار محنت کے باوجود آگ میں جاجا کر گرتے رہیں، میں تمہاری کمریں پکڑ کر تمہیں آگ سے بچاتا ہوں اور تم اس میں گھستے رہتے ہو''۔ یہ روایت بخاری اور مسلم نے نقل کی ہے(۱)۔

۲- ارشاد خداوندی: ﴿**وقضينا إلى بني إسرائيل .... للكافرين حصيرا**﴾ (بنی اسرائیل: ۴-۸) (اور ہم نے کتاب میں بنی اسرائیل کو اس بات پر متنبہ کردیا تھا کہ تم دومرتبہ زمین میں فساد عظیم برپا کروگے اور زبردست غلبہ پاؤ گے، آخر کار اے بنی اسرائیل! جب ان میں سے پہلی سرکشی کا موقع پیش آیا تو ہم نے تمہارے مقابلے پر اپنے ایسے بندے اٹھائے جونہایت زورآور تھے اور وہ تمہارے ملک میں گھس کر ہر طرف پھیل گئے، یہ ایک وعدہ تھا جسے پورا ہوکر ہی رہنا تھا۔ اس کے بعد ہم نے تمہیں ان پر غلبے کا موقع دے دیا اور تمہیں مال اور اولاد سے مدد کی اور تمہاری تعداد پہلے سے بڑھادی۔ دیکھو! تم نے بھلائی کی تو وہ تمہارے اپنے

---

(۱) محمد رشید رضا: تفسیر المنار، دار المعرفة، بیروت: ۳۳۷/۶، یہ حدیث بخاری (۱۸۶/۷) اور مسلم (۱۷۸۹/۴) نے نقل کی ہے۔

ہی لئے بھلائی ہوگی، اور برائی کی تو وہ تمہاری اپنی ذات کے لئے بری ثابت ہوگی، پھر جب دوسرے وعدہ کا وقت آیا تو ہم نے دوسرے دشمنوں کو تم پر مسلط کیا تا کہ وہ تمہارے چہرے بگاڑ دیں اور مسجد (بیت المقدس) میں اس طرح گھس جائیں جس طرح پہلے گھسے تھے اور جس چیز پر ان کا ہاتھ پڑے اسے تباہ کر کے رکھ دیں، ہوسکتا ہے کہ تمہارا رب تم پر رحم کرے، لیکن اگر تم نے اپنی پرانی روش کا اعادہ کیا تو ہم بھی پھر اپنی سزا کا اعادہ کریں گے، اور کافر نعمت لوگوں کے لئے ہم نے جہنم کو قید خانہ بنا رکھا ہے)۔

اس آیت میں اللہ سبحانہ وتعالی نے بتایا ہے کہ جب بنی اسرائیل نے سرکشی کی تو اللہ نے ان پر ان کا دشمن مسلط کر دیا جس نے ان کی املاک تہس نہس کر دی، اور جس نے ان کے گھر میں گھس کر انہیں ذیل ورسوا کیا۔ یہ ان کی بدکاریوں کی جزا تھی، انہوں نے سرکشی کی تھی، اور انبیا وعلما کی ایک بڑی تعداد کو قتل کیا تھا، یہ اس کی پاداش تھی، ورنہ اللہ اپنے بندوں کے ساتھ ذرہ برابر ظلم روا نہیں رکھتا ہے۔

ابن اثیر نے لکھا ہے: ''بنی اسرائیل کو اس عذاب کا حقدار ٹھہرانے والے جو اسباب تھے ان کا سرچشمہ اللہ کی نافرمانی اور اس کے احکام سے روگردانی تھی، اور بنی اسرائیل کے سلسلہ میں اللہ کا دستور یہ رہا ہے کہ وہ جب بھی کسی کو ان کا بادشاہ بناتا تھا تو ایک نبی بھی بھیجتا تھا، جو انہیں احکام تورات کی راہ نمائی کرتا اور انہیں نصیحت کرتا، بخت نصر سے پہلے انہوں نے اللہ کی بہت نافرمانیاں کیں، اس وقت ان کا بادشاہ یقونیا بن بویا قیم تھا، اللہ نے اس کی جانب ارمیاہ نبی کو بھیجا، ان نبی نے ان کے درمیان قیام کیا، وہ انہیں اللہ کی جانب بلاتے، گناہوں سے روکتے، اور اللہ نے سنحاریب کو ہلاک کر کے ان پر جو احسان کیا تھا اس کو یاد دلاتے، لیکن قوم نے حضرت یرمیاہ کی باتوں پر کان نہیں دھرا تو اللہ نے ان کو حکم دیا کہ وہ انہیں اس حرکت کے انجام سے آگاہ کریں، اور انہیں یہ بتائیں کہ اگر وہ راہ راست پر نہ آئے تو اللہ ان پر ایسا دشمن مسلط کر دے گا جو

انہیں قتل کرے گا، ان کی اولاد کو قیدی بنائے گا، ان کے علاقے کو تہس نہس کردے گا، انہیں غلام بنائے گا، نیز ان پر بے رحم لشکروں سے حملے کرائے گا، اس تنبیہ سے بھی وہ راہ راست پر نہ آئے تو اللہ نے ان کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ میں تمہارے لئے ایسا فتنہ برپا کردوں گا جو بردبار کو بھی پریشان کردے گا، اور ان کے اوپر ظالم وسخت دل حکمراں مسلط کروں گا، اللہ اس کا خوف دلوں پر بیٹھا دے گا اور اسے بے رحم بنا دے گا، اس کے ساتھ بے شمار فوج ہوگی، وہ بنی اسرائیل کو تباہ و برباد کردے گا، ان کو سخت سزائیں دے گا اور بیت المقدس کو ویران کردے گا'' (۱)۔

یہ تو پہلا واقعہ تھا، دوسرا واقعہ بخت نصر کے قتل اور بنی اسرائیل کے شہر قدس واپس آنے کے بعد کا ہے، جب ان کی تعداد میں اضافہ ہوگیا، اور حالات پرسکون ہوگئے تو وہ دوبارہ گناہوں میں مبتلا ہوگئے، انہوں نے حضرت یحییٰؑ اور حضرت زکریاؑ کو قتل کیا، پھر اللہ نے ان کے اوپر بابل کا خردوس نامی بادشاہ مسلط کردیا، جس نے ان پر حملہ کرکے قتل وغارت گری کا بازار گرم کیا، ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنایا اور ان کا علاقہ ویران کردیا (۲)۔

یہ سلسلہ انہی دو واقعات تک محدود نہیں ہے، بلکہ یہودیوں کو اہل ایران وروم کے متعدد حملوں کا سامنا کرنا پڑا، ہر مرتبہ ان کا شیرازہ بکھر جاتا اور ان کی حکومت ختم ہوجاتی، ہر حملے کا بنیادی سبب ان کا فساد واستکبار سے متصف ہوجانا تھا، اللہ نے سچ فرمایا تھا: ﴿**وإن عدتم عدنا**﴾ (اگر تم نے اپنی پرانی روش کا اعادہ کیا تو ہم بھی پھر اپنی سزا کا اعادہ کریں گے)۔

یہ باتیں ہمارے قدیم علماء نے بنی اسرائیل کی مذکورہ بالا آیات کی تفسیر میں کہی ہیں، انہوں نے آیت میں مذکور دونوں واقعات کو زمانہ ماضی کا مانا ہے، لیکن ڈاکٹر عمر الاشقر ان دونوں واقعات کو ہمارے اس زمانہ کا مانتے ہیں، انہوں نے لکھا ہے:

---

(۱) ابن اثیر: الکامل فی التاریخ ۱/ ۱۴۸۔

(۲) ملاحظہ ہو: قرطبی: الجامع لاحکام القرآن ۱۰/ ۲۲۱۔

''ماضی میں کب ایسا ہوا ہے کہ یہودیوں کو زبردست غلبہ ملا ہو، اور پھر اللہ نے اپنے نہایت زورآور بندوں کو یہودیوں پر مسلط کردیا ہو، اور وہ یہودیوں کے علاقہ کے اندر داخل ہوئے ہوں، پھر اللہ نے ان پر یہودیوں کو غلبہ دیا ہو، اور پھر حملہ آور فوجوں نے یہودیوں کے غلبہ کو مٹادیا ہو، قرآن نے جو یہ جو بتایا ہے اس کا مصداق اس زمانہ سے پہلے سامنے نہیں آیا، قرآن کے بیان کے مطابق یہ دونوں واقعات لگاتار ہوں گے، ایک واقعہ تو گذشتہ برسوں میں ہو چکا اور دوسرا اب تک وقوع پذیر نہیں ہوا ہے۔

یہودیوں نے ماضی میں فساد برپا کیا تو اللہ نے ان پر بخت نصر کی قیادت میں مجوسیوں کو مسلط کردیا، انہوں نے یہودیوں کے علاقہ کو تباہ وبرباد کردیا، بے شمار یہودیوں کو قیدی بنایا، اور کشتوں کے پشتے لگائے، لیکن اس وقت یہودیوں میں کچھ خیر باقی تھا، جس کا ایک ثبوت یہ ہے کہ قیدیوں میں وقت کے نبی حضرت دانیالؑ اور متعدد نیک افراد تھے۔

پھر اس کے بعد یہودیوں کو بخت نصر اور اس کی قوم پر غلبہ کب ہوا، یہ غلبہ تو سرے سے پایا ہی نہیں گیا، ہمارے علما بنی اسرائیل کا اس وقت کا جو فساد بتاتے ہیں بخت نصر نے جو کچھ کیا تھا وہ اس سے کہیں زیادہ سنگین تھا۔

ہمارے علما کے مطابق دوسرا واقعہ وہ ہے جس کے نتیجہ میں ان کا ہیکل نابود ہو گیا تھا، یہ ۷۰ء کا واقعہ ہے، اور عصر حاضر میں یہودی جو کچھ کررہے ہیں اس سے کم تر ان کی اس وقت کی حرکتیں تھیں، میری اپنی رائے میں (واللہ اعلم) یہودیوں کے جن دو ''فسادوں'' کا تذکرہ قرآن مجید نے کیا ہے وہ وہی ہیں جو عصر حاضر میں وجود میں آرہے ہیں۔

سورۂ بنی اسرائیل کی یہ آیات واضح طور پر بتاتی ہیں کہ یہ دونوں ''فساد'' بنی اسرائیل برپا کریں گے، اور یہ دونوں یقیناً لگاتار پیش آئیں گے، اللہ نے قرآن مجید میں اس کی پیشین گوئی قطعی الفاظ میں کی ہے۔

ان دونوں فسادوں (جن کے ساتھ زبردست غلبہ بھی پایا جائے گا) کی خبر اللہ نے اس واقعہ معراج کی خبر کے فوراً بعد دی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کو انبیاء سے امامت ملی تھی، اور جس میں آپ کو اقصی اور اس کے مبارک مضافات کی وراثت ملی تھی، اللہ نے ان آیات میں مسلمانوں کو مستقبل کے ایک بڑے واقعہ کی خبر دی ہے، اللہ نے ہر نبی سے یہ عہد لیا تھا کہ جب رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوں گے تو وہ ان کا اتباع اور ان کی مدد کریں گے، ﴿وإذ أخذ الله .... ولتنصرنه﴾ (آل عمران:۸۱) (اور جب اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا تھا کہ آج جو کتاب اور حکمت ہم نے تمہیں دی ہے کل اگر کوئی رسول اسی کی تصدیق کرتے ہوئے تمہارے پاس آئے جو پہلے سے تمہارے پاس ہے تو تم کو اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنی ہوگی)۔

آیت میں جس رسول کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ محمد ﷺ ہیں، اللہ نے معراج میں آپ ﷺ کے لئے تمام انبیا کو جمع کر دیا تھا، اور آپ نے اقصی میں سب کی امامت کی تھی۔

سورہ بنی اسرائیل کی آیت مذکورہ بالا میں یہ خبر نہایت وضاحت اور صراحت کے ساتھ دی گئی ہے: ﴿وقضينا إلى ....علوا كبيرا﴾ (بنی اسرائیل:۴) (اور ہم نے کتاب میں بنی اسرائیل کو اس بات پر متنبہ کر دیا تھا کہ تم دو مرتبہ زمین میں فساد برپا کرو گے اور زبردست غلبہ پاؤ گے)۔قرآن بتاتا ہے کہ ان دونوں مرتبہ کے فساد کا تذکرہ کتاب (لوح محفوظ یا تورات) میں ہے، میرے نزدیک یہاں کتاب سے تورات مراد ہونا زیادہ راجح ہے، اگرچہ باوجود کوشش کے ان دونوں کا تذکرہ مجھے تورات میں نہیں مل سکا، بظاہر یہ ان مقامات میں سے ہوگا جن کو یہود نے تورات میں سے حذف کر دیا ہے، واللہ اعلم۔

اللہ تعالی نے ہمیں بتایا ہے کہ وہ اولین غلبہ کے بعد بنی اسرائیل پر اپنے نہایت زورآور بندے بھیجے گا جو ان کے علاقہ میں گھس جائیں گے، اور یہ اللہ کا یقینی وعدہ ہے۔

یہ لوگ جن کو اللہ یہودیوں کے پاس بھیجے گا ایک ایسا مکمل لشکر نہ ہوں گے جو یہودیوں

کو مغلوب کردے، بلکہ یہ اللہ کے مخلص بندے ہوں گے، اور یہودیوں کے علاقہ میں ان کے گھسنے سے مراد ان کے ذریعہ اس علاقہ کو فتح کرنا یا یہودیوں کو وہاں سے نکال دینا نہیں ہے۔

راغب اصفہانی ﴿**فجاسوا خلال الديار**﴾ (بنی اسرائیل:۵) کے معنی بتاتے ہوئے لکھتے ہیں: یعنی وہ اس علاقہ کے بیچ میں داخل ہو جائیں گے اور چلے پھریں گے (مفردات: ۱۰۳)۔

فیروزآبادی نے لکھا ہے: ''جوس کے معنی ہیں بیچ علاقہ میں داخل ہو جانا، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿**فجاسوا خلال الديار**﴾ یعنی وہ بیچ علاقہ میں داخل ہو جائیں گے اور چلے پھریں گے (بصائر ذوی التمییز ۲/۴۱۰)۔

پس اس آیت سے مراد یہ ہے کہ زبردست زورآور بندگان خدا یہودیوں کے علاقے میں داخل ہوں گے، اس کے مرکزی علاقہ میں رہیں گے، اس کے شہروں اور گاؤوں میں چلے پھریں گے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ لوگ اس علاقہ پر قبضہ کر کے اس سے یہودیوں کو نکال باہر کریں گے۔

یہ مرحلہ اب پورا ہو گیا، اللہ کے زورآر بندے یہودیوں کے علاقہ میں داخل ہوئے، انہوں نے یہودیوں کے حق میں دردناک کاروائیاں کیں، اور یہودیوں کو پہلے غلبہ کے بعد اس بات کی ضرورت ہوئی کہ وہ غیر یہودی راہ نماؤں سے مدد لیں، طاقت ور بندگان خدا یہودیوں کے علاقہ میں آئے، انہوں نے یہودیوں کو قتل کیا، ان کی املاک تباہ کیں اور یہودیوں پر زبردست رعب بٹھایا، تو یہودیوں نے اپنے اردگرد ایک زبردست فصیل تعمیر کی تا کہ وہ اپنے آپ کو ان بندگان خدا کی آمد سے بچائیں، یہ دیوار ہی یہودیوں کا وہ غلبہ ہے جس کو اللہ نے بیان کیا ہے کہ وہ یہودیوں کو اپنے طاقت ور بندوں پر دے گا، لیکن یہ دیوار ان بندگان خدا سے یہودیوں کو کہاں تک بچا سکتی ہے، اب راکٹ چلنے لگے اور انہوں نے ان بندگان خدا کے اس کردار کو تسلسل بخشا جو یہ ان علاقوں میں داخل ہو کر ادا کیا کرتے تھے۔ یہودیوں کو غلبہ ملنے کے ساتھ ہی

ان کے پاس اسلام اور مسلمان دشمن صلیبی ممالک سے مال ودولت کا انبار آنے لگا، اور دنیا بھر سے بالخصوص سابق سوویت یونین بالخصوص روس سے بہت سے افراد (بنین) آ گئے۔

یہودی امریکہ، فرانس، برطانیہ، جرمنی، سابق سوویت یونین، یمن، مصر اور حبشہ وغیرہ سے آ کر آباد ہوئے تھے۔

یہودیوں کو مہاجرین کی باز آبادکاری، مقبوضہ علاقہ کا دفاع کرنے والی زبردست فوج اور ان زمینوں کے لئے جن پر قبضہ کا وہ منصوبہ رکھتے ہیں مال ودولت کا انبار چاہئے تھا، مال ودولت اور ''بنین'' (افراد) کا یہ عالم ہمیں یہود کی تاریخ میں آج جیسا کب ملتا ہے؟ ﴿ثم رددنا ....وبنین﴾ (بنی اسرائیل:۶)۔

یہودیوں کو کبھی ماضی میں مال وافراد کی ایسی فراوانی نصیب نہیں ہوئی، اور آج سے زیادہ ان کی کبھی آبادی نہیں ہوئی، آج یہودی اپنے اسلحوں اور اپنی فوج کے ذریعہ اپنے پڑوس کی تمام فوجوں سے نبرد آزما ہونے کی استطاعت رکھتے ہیں، بلکہ وہ تمام پڑوسی ممالک سے دفاعی میدان میں برتر ہیں۔

آج ہم اس زمانہ میں رہ رہے ہیں، جب یہودیوں کو اللہ نے غلبہ دیا ہوا ہے، اور مال وافراد کا انبار ان کے لئے لگا دیا ہے، ماضی میں یہودیوں کے کسی ''افساد'' کے وقت مال ودولت اور افراد کی یہ مقدار نصیب نہیں ہوئی۔

لیکن اب ہمیں اس دوسرے وعدے کے وقت کا انتظار ہے جس کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے: ﴿فإذا جاء وعد الآخرة ....تتبیراً﴾ (بنی اسرائیل: ۷) (پھر جب دوسرے وعدہ کا وقت آئے گا تو ہم دوسروں کو تم پر مسلط کردیں گے تاکہ وہ تمہارے چہرے بگاڑ دیں، اور تاکہ وہ مسجد میں اس طرح داخل ہوں جس طرح وہ اس میں پہلے داخل ہوئے تھے اور تاکہ وہ جس چیز پر بھی ان کا غلبہ ہو اس کو تباہ کرکے رکھ دیں)۔

دوسرے وعدہ کے وقت زبردست مسلم لشکر زبردست اسلحوں کے ساتھ آئے گا، پہلے کی طرح اس وقت یہ لوگ صرف علاقوں میں گھومنے پھرنے اور یہودیوں کو مرعوب کرنے پر اکتفا نہیں کریں گے، بلکہ دوسری مرتبہ میں جسے اللہ نے ﴿وعد الآخرة﴾ کہا ہے ایک غالب طاقت آئے گی، جو دنیا کے بڑے ممالک یا سلامتی کونسل کے دباؤ میں نہیں ہوگی، وہ غالب طاقت ہوگی، وہ یہودیوں کا چہرہ بگاڑ دے گی، اور یہودیوں کو ان کی ایسی طاقت کا سامنا کرنا پڑے گا جس سے بچنے کا ان کے پاس کوئی امکان نہ ہوگا، اس وقت ان کو یقین ہو جائے گا کہ وہ اس صورت حال سے نبرد آزما ہونے کی کوئی طاقت نہیں رکھتے ہیں، ان کا زوال اب نوشتۂ دیوار ہے، اور ان کی طاقت اب رو بہ زوال ہے، اس وقت مسلمانوں کا فاتح لشکر مسجد اقصی میں داخل ہوگا، جیسے کہ ان کے آبا واجداد عہد فاروقی میں داخل ہوئے تھے اور یہ اسلامی لشکر یہودیوں کے غلبہ کو تہس نہس کر دے گا اور اس کے تار و پود بکھیر دے گا، یہودیوں نے اپنے غلبہ کے وقت مسلمانوں کے دلوں کو قتل وغارت گری اور جبر وظلم کے جو زخم دیئے تھے اس وقت ان پر مرہم لگے گا، بخدا ایسا ہوگا، اللہ کے دین کا علم رکھنے والے اور اس کے وعدوں پر یقین کرنے والے ہر شخص کا اس پر ایمان ہے۔

ہم مسلمان دو مرتبہ مسجد اقصی میں داخل ہوئے ہیں، ایک مرتبہ عہد فاروقی میں، اور دوسری مرتبہ سلطان صلاح الدین ایوبی کے زمانہ میں، ہمارا تیسرا داخلہ پہلے داخلہ کی مانند ہوگا دوسرے کی مانند نہیں ﴿وليدخلوا المسجد كما دخلوه أول مرة﴾ (بنی اسرائیل:۷) (اور تاکہ وہ مسجد اقصی میں اس طرح داخل ہوں جس طرح وہ پہلی مرتبہ داخل ہوئے تھے) اس کا مطلب یہ ہے کہ خلافت راشدہ پھر قائم ہوگی اور وہ مسجد اقصی کو یہودیوں کے قبضہ سے نجات دلائے گی۔

افسوس کہ لوگوں نے آیت کے معنی کچھ کے کچھ سمجھ لیے، اللہ تعالی سورہ بنی اسرائیل میں ان سے سرزمین معراج کے قابضوں کی بابت بتا رہا ہے اور وہ اسے ماضی کے بنی اسرائیل پر محمول

کررہے ہیں۔

یہ آیات عصر حاضر کے واقعات کی منظر کشی کررہی ہیں، اس سلسلہ واقعات میں سے اب تک جو کچھ ہو چکا ہے ان آیات نے اس کی تصویر کشی بالکل صحیح کی ہے، اور جو کچھ ابھی مستقبل کے پردہ پر ہونا ہے اس کو بھی یہ آیات بیان کررہی ہیں، اور جو اللہ نے بیان کیا ہے وہ یقیناً ویسا ہی ہوگا۔

امت اسلامیہ کی کمزوری اور اس کا اندرونی موجودہ اختلاف دائمی نہیں ہے، جب امت اللہ سے اپنا تعلق استوار کرے گی تو اللہ اس امت میں تبدیلی پیدا کردے گا، امت کی وہ تبدیلی جس سے یہود خوف زدہ ہیں یقیناً ہونی ہے، سچا ایمان امت میں رفتہ رفتہ آرہا ہے، مغرب میں اسلام کی جانب رجحان میں زبردست اضافہ ہوا ہے، اور اللہ ایک ایسی غالب طاقت کو وجود میں لانے پر قادر ہے جو یہودیوں کے چہرے بگاڑ دے، مسجد اقصی میں دوبارہ داخل ہو اور یہودی غرور کو پارہ پارہ کردے، یہ سب کچھ اللہ کے لئے بہت آسان ہے، اللہ کی مشیت کو کوئی نہیں ٹال سکتا۔

مسلمانوں کے ہاتھوں یہودی غلبہ کا خاتمہ:

چند قابل توجہ امور:

یہودی غلبہ کے پارہ پارہ ہونے کو بیان کرنے والی ان آیات کو جو شخص بھی تدبر کے ساتھ پڑھے گا اس کا ذہن مندرجہ ذیل امور کی طرف ضرور جائے گا:

۱- قرآن کریم نے فساد برپا کرنے کی نسبت بنی اسرائیل کی جانب کی ہے، ﴿وقضينا إلى بني إسرائيل لتفسدن﴾ (بنی اسرائیل:۴)، عجیب بات کہ یہودیوں نے اپنی موجودہ حکومت کا نام اسرائیل رکھا ہے، حکومت یہود یا حکومت موسی نہیں، یعنی نص قرآنی نے اس

حکومت کا وہی نام ذکر کیا ہے جو یہودیوں نے اس کا رکھا ہے۔

۲- اللہ رب العزت نے ان آیات میں وضاحت کی ہے کہ جو طاقت غالب آئے گی اور یہودیوں کو شکست دے گی وہ مسجد میں داخل ہوگی، اور ان کا یہ داخلہ اس طرح ہوگا جس طرح وہ پہلی مرتبہ داخل ہوئے تھے، اور یہ بات معلوم ہے کہ مسلمان اس مسجد میں دو مرتبہ داخل ہوئے ہیں، ایک مرتبہ عہد فاروقی میں خود آپؓ کی ہی قیادت میں اور دوسری مرتبہ سلطان صلاح الدین ایوبی کے زمانہ میں، یہ داخلہ پہلے داخلہ جیسا ہوگا، اور بظاہر اس وقت ایک خلافت راشدہ ہوگی، جو مسجد میں داخل ہوگی، جیسا کہ حضرت عمرؓ کے داخلہ کے وقت ہوا تھا۔

۳- ان آیات میں یہودی غلبہ کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ یہودیوں کی مال وافراد سے مدد کی جائے گی، اور وہ بہت بڑی فوج والے ہوں گے، ماضی میں جب کبھی بھی یہودیوں نے فساد برپا کیا ہے ان کو مال وافراد کی ایسی فراوانی نصیب نہیں ہوئی ہے، اب یہ مدد بھی ان کی کردی گئی، اور یہودی باوجود کم تعداد ہونے کے زیادہ بڑی فوج والے ہوگئے، اور انہیں اس بات کی قدرت حاصل ہوگئی کہ وہ تمام عرب فوجوں سے زیادہ تعداد والی فوج بنالیں۔

ایک صاحب سے میں نے ان آیات قرآنی کے بارے میں گفتگو کی تو انہوں نے کہا اللہ نے حضرت سلیمانؑ کے عہد میں بنی اسرائیل کی مال وافراد سے مدد کی تھی، افسوس کہ ان صاحب کا ذہن ادھر نہیں گیا کہ حضرت سلیمانؑ کے عہد میں بنی اسرائیل نے اصلاح کی تھی افساد نہیں کیا تھا۔

۴- یہودیوں کے فساد برپا کرنے کے دونوں موقع لگاتار ہوں گے، ان دونوں کے درمیانی زمانی بعد نہیں ہوگا، پہلی مرتبہ میں زبردست طاقت والے لوگ یہودیوں کے علاقہ میں داخل ہوں گے لیکن وہ ایسے طاقتور لشکر کے مالک نہیں ہوں گے جو یہودیوں کو تباہ کردے، جبکہ دوسری مرتبہ میں ایک فاتح لشکر داخل ہوگا جو یہودیوں کے چہرے بگاڑ دے گا، یعنی وہ ایک

زبردست لشکر ہوگا جو یہودی غرور کو پارہ پارہ کردے گا۔

۵- یہودیوں پر غالب آنے والا اسلامی لشکر ایک برتر جنگی طاقت ہوگا، وہ اس قابل ہوگا کہ یہودیوں کے چہرے بگاڑ دے، اور ان کے دلوں پر رعب جمالے، اور اس کی طاقت اتنی ہوگی کہ یہ یہودی غلبہ کو پارہ پارہ کردے۔

۶- قرآنی آیات کا ذکر کردہ یہ واقعہ یقیناً شدنی ہے، اس میں یہودیوں کو اپنی حامی ومحافظ حکومتوں سے کچھ فائدہ نہیں ملے گا، ان کے جمع کردہ اسلحے کچھ کام نہیں دیں گے، اور یہ سب کچھ اس عذاب خداوندی کی ایک نئی قسم ہوگی جو اللہ نے قیامت تک کے لئے یہودیوں پر مسلط کردیا ہے۔

عذاب کی ایک نئی قسم یہ اس لئے ہے کہ اس مرتبہ یہودی پوری دنیا سے جمع ہوکر یہاں آگئے ہیں، یہ آنے والی تباہی بھی اس پوری جمع شدہ تعداد پر آئے گی، جب کہ ماضی میں ان پر عذاب خداوندی متفرق طور پر آتا تھا۔

فلسطین میں یہود کی جانب سے فساد برپا کرنے کی کوشش:

فساد برپا کرنے کی یہودی منصوبہ بندی اور ان کے فسادی ارادے:

سرزمین مقدس پر جو فساد یہودی برپا کرنا چاہتے ہیں وہ اس کا اظہار مسلسل کرتے رہتے ہیں، مثلاً اسرائیل کے قیام سے پچاس برس پہلے صہیونیت کے بانی ہرٹزل نے سرزمین معراج پر اپنی فسادی تمناؤں کا اظہار یوں کیا تھا:

''اگر ہمیں قدس پر غلبہ حاصل ہوا اور اس وقت میں زندہ اور کچھ کرنے کے قابل ہوا تو میں وہاں سے ہر وہ چیز ہٹادوں گا جو یہودیوں کے نزدیک مقدس نہیں ہے، اور میں صدیوں پرانے تمام آثار نذر آتش کردوں گا'' (ہرٹزل کی ڈائری، مطبوعہ ۱۹۰۳ء)۔

یہودی انسائیکلو پیڈیا کے مدونین لکھتے ہیں: ''یہودی یہ چاہتے ہیں کہ وہ اپنا عزم محکم کرلیں، قدس جائیں، دشمنوں کو مغلوب کریں، ہیکل میں دوبارہ عبادت شروع کریں اور وہاں اپنی حکومت قائم کریں''۔

چھپیرا (Schapira) نے جو کہ اسرائیل کا سب سے بڑا ربی تھا کہا تھا:

''فلسطینیوں کو یہ بات بہرحال سمجھنی ہوگی کہ وہ اس سرزمین پر ہمیشہ نہیں رہ سکتے، یہ سرزمین ہمارے لئے قدس الاقداس ہے، کوئی بھی وہ شخص جو ہیکل کے اس فطری مقام میں رہنے پر اصرار کرے وہ یہودیوں کی اس حکومت کے ساتھ پرامن طور پر نہیں رہ سکتا''۔

قدس کے مشرق میں ایک دینی تعلیمی ادارہ کے سنگ بنیاد کی تقریب میں چھپیرا نے متعدد صہیونی وزراء کی موجودگی میں بآواز بلند کہا: ''مسجد اقصیٰ نام کی کوئی چیز نہیں پائی جاتی ہے، یہ ایک جھوٹ ہے جو عربوں نے ہمارے خلاف گڑھ رکھا ہے، اور وہ اپنے آپ کو بہت سچا کہتے ہیں، افسوس کہ بعض ہمارے لوگ بھی ان کی باتوں پر یقین کرتے ہیں''۔ اس نے کہا: ''اس سلسلہ میں ہمیں گمراہ کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے، ہیکل کا پہاڑ (مسجد اقصیٰ) پوری دنیا میں آباد یہودیوں کا ہے، اور یہودیوں کی نمائندہ حکومت اس سرزمین کے سلسلہ میں کوئی سمجھوتہ نہیں کرسکتی ہے''۔

اس ربی کا یہ کہنا جھوٹ ہے، اللہ نے اس مقام کو مسجد اقصیٰ کہا ہے، شب معراج میں اللہ اپنے رسول کو یہاں لے گیا تھا، اسے حضرت عمرؓ نے تعمیر کیا تھا اور اس وقت سے لے کر اب تک وہاں مسلمان نماز پڑھتے آرہے ہیں، بس صلیبیوں کے قبضہ والے محدود عرصہ میں یہاں نماز نہیں پڑھی گئی ہے۔

یہودیوں نے اس وقت جو فساد برپا کیا ہے وہ یہ ہے:

۱۔ فلسطین پر قبضہ اور عرب فوجوں پر فتح:

سرزمین معراج پر انہوں نے مکمل قبضہ کرلیا ہے، ۱۹۴۸ء میں انہوں نے اس کے اکثر

علاقوں پر قبضہ کرلیا تھا، اور ۱۹۶۷ء میں انہوں نے بقیہ علاقوں پر بھی قبضہ کرلیا۔

یہودیوں نے مقابل عرب فوجوں کو شکست دی، ۱۹۴۸ء میں انہوں نے لاکھوں افراد کو ان کے آبائی علاقوں سے جلاوطن کردیا، اس علاقہ کے اصل باشندوں کی خوں ریزی کرکے انہیں ہجرت پر مجبور کیا، اور فلسطین کے متعدد علاقوں کی بہت سی بستیوں کو تباہ و برباد کردیا، صفد کے علاقوں میں انہوں نے کفر برعم، منشیہ مالکیہ اور یوشع سمیت ۲۷ بستیوں کو صفحۂ ہستی سے مٹادیا۔

عکا کے علاقہ میں انہوں نے ۲۶ بستیاں تباہ کیں، جیسے بصہ، دانون اور داؤد۔

حیفا کے علاقہ میں ۵۱ بستیاں انہوں نے تباہ کیں، جیسے طیرہ، عتلیت اور قیساریہ۔

بیسان اور جنین کے علاقہ میں انہوں نے ۵۳ بستیاں تباہ کیں، مثلاً لجون، زرعین، اور اشرفیہ، طولکرم کے علاقہ میں ۱۷ بستیاں تباہ کیں، جس میں خربۃ المجدل، خربۃ الزبابدہ اور کفرسابا شامل ہیں۔

یافا کے علاقہ میں انہوں نے ۲۳/ بستیاں تباہ کیں، جن میں یازور، شیخ مونس، بیت دجن، اور لدورملہ کی بیت نبالا، عنابا اور خرونہ سمیت ۵۸ بستیاں تباہ کیں۔

قدس میں دیریاسین، مالح اور جرش ان ۳۸ بستیوں میں شامل ہیں جن کو یہودیوں نے تہس نہس کردیا، قضاء الخلیل کی ۱۶ بستیاں ان کے ہاتھوں تباہ ہوئیں، جن میں بیت جبرین، عنا اور دوائمہ شامل ہیں۔

غزہ اور بئر السبع میں ۴۵ بستیاں ہلاک کیں، جن میں عراق المنشیہ، حمامہ اور فالوجہ بھی تھے۔

۱۹۴۸ء میں تباہ ہونے والی کل بستیوں کی تعداد چارسو پندرہ تھی۔

۲-قدس اور سرزمین معراج کو یہودیانے اور مسجد اقصی کو ختم کرنے کی کوشش:

قدس اور بقیہ فلسطین پر قبضہ کے بعد یہودیوں نے شہر قدس کو یہودیانے کی ہر ممکن

کوشش کی، ذیل میں اس کی تفصیل ملاحظہ ہو:

مسجد اقصیٰ پر قبضہ کے لئے یہودیوں کی خرافاتیں:

مسجد اقصی کو آزاد کرنے کے لئے یہودی سرتاپا گمراہی خرافاتوں اور اسطوراتی قصوں پر یقین رکھتے ہیں، مثلاً ۱۹۹۷ء کے آغاز میں یہودیوں میں یہ بات مشہور ہوئی کہ شہر حیفا میں لال مقدس گائے پیدا ہوگئی ہے، اسی سن کے اپریل میں ربیوں کے ایک گروپ نے حیفا میں پیدا ہونے والی ایک گائے کے معاینہ کے لئے وہاں کا سفر کیا، انہوں نے اس کو مبارک بنایا اور اس پر سخت پہرہ لگادیا۔

ان ربیوں کی نظر میں سرخ گائے کا پیدا ہونا تورات میں ذکر کی گئی وہ علامت ہے جس کے ظہور پر مسجد اقصی کو شہید کرکے اس کے ملبے پر نام نہاد ہیکل تعمیر کیا جائے گا۔

یہ گائے اکتوبر ۱۹۹۶ء میں پیدا ہوئی، اور ربیوں نے اسے تورات میں مذکور صفات سے ہم آہنگ پایا، لیکن ربیوں کے نزدیک اس کے ذبح کئے جانے، جلائے جانے اور پھر قدس کو پاک کرنے کے لئے اس کی راکھ چھڑکے جانے نیز قدس سے ہر غیر یہودی شئ کو ختم کرنے کے لئے اس گائے کا تین برس کا ہونا ضروری تھا، بہرحال یہودیوں کے نزدیک یہ گائے یہودیوں کے رب کی جانب سے بھیجی گئی ایک نشانی ہے جو یہ بتارہی ہے کہ اب نجاست کے خاتمہ اور قدس سے اسلامی و مسیحی مقدس مقامات کو ختم کرنے کا وقت آگیا ہے، مقدس مقامات کو ختم کرنے کا کام کلیسائے قیامت سے شروع ہوگا، اور اس سلسلہ میں خاص طور پر مسجد اقصیٰ کو ختم کرکے اس کے ملبے پر نام نہاد ہیکل سلیمانی تعمیر کیا جائے گا۔

اب یہودی ہر برس مسجد اقصی پر قبضہ کرنے، اس کو یہودیانے اور تہس نہس کرنے کے طرح طرح کے ہتھکنڈے اپناتے ہیں، تاکہ قدس کے تہذیبی، عربی اور اسلامی تشخص کو ختم کرکے اسے یہودیا سکیں۔

اسرائیلی حکومت مسجد اقصی کو یہودیانے کے لئے اسی طرح مرحلہ وار کارروائی کررہی ہے جس طرح اس نے شہر خلیل میں مسجد ابراہیمی کے سلسلہ میں کیا تھا، تاکہ وہ تورات کے دعووں کو وجود میں لاسکے اور اپنے استعماری مقاصد پورے کرسکے، شروع میں اس نے یہودیوں اور سیاحوں کو اس کی زیارت کی اجازت دی، اس کے نتیجے میں حالات بہت سنگین ہو گئے۔ حالات کی یہ سنگینی اس وقت اپنے عروج پر پہنچی جب ۲۰۰۰ء میں شیرون مسجد اقصی گیا۔

سفاح شیرون، اس کے وزراء اور سفراء کے عرب ممالک میں استقبال کی وجہ سے اسرائیل کو تورات کے بیان کردہ اسطوراتی قصوں پر مزید یقین ہو گیا، اور ان کے اندر مزید تمناؤں نے سر اٹھایا، قدس کو یہودیانے، مغربی پٹی میں بڑی کالونیوں کے باقی رکھنے اور حق واپسی کو نہ قبول کرنے کا اس کا عزم مزید مستحکم ہوا۔

۳-قتل وخونریزی اور تخریبی کارروائیاں: یہودیوں نے جب سے سرزمین معراج فلسطین پر قدم رکھا ہے، زبردست قتل وخونریزی، وہاں کے مردوں، عورتوں اور بچوں کو قیدی بنانے، ان کی زمینوں اور کھیتوں کو غصب کرنے اور ان کی تعلیم گاہوں کو بند کرنے کا سلسلہ قائم کر رکھا ہے۔

۱۹۴۸ء میں یہودیوں نے جب فلسطین پر قبضہ کیا تو دسیوں ہزار افراد کو قتل کیا، لاکھوں کو دربدر کیا، اور ان کی بہت سی بستیاں تباہ وبرباد کیں۔ ۱۹۶۷ء میں انہوں نے عرب ممالک کے دس ہزار فوجی مارے اور فلسطین، مصر، سیریا، لبنان واردن کے وسیع علاقوں پر قبضہ کیا، دس ہزار عرب فوجی مارے اور ہزاروں کو قید کیا، میں یہاں بس وہ رپورٹ درج کررہا ہوں جو عماد افرنگی نے مجلۃ القدس کی ۱۹/۴/۲۰۰۷ء کی اشاعت میں تحریر کی ہے، اس میں انہوں نے ۲۸/۹/۲۰۰۰ء سے ۳۱/۳/۲۰۰۷ء تک کے عرصہ میں انتفاضہ کے درمیان یہودی فورسز کے ہاتھوں ہلاک ہونے والے شہداء کی تعداد ۵۰۹۳ ذکر کی ہے، جب کہ زخمیوں کی تعداد

۴۹۹۹۷ ہے، جن میں ۴۸۳۵ ۴ لوگ عام شہری تھے۔ ۱۸ برس سے کم عمر کے شہید بچوں کی تعداد ۶۴۰ تھی، جب کہ ۴۸۱ ۴ شہری سیاسی قتل کے شکار ہوئے۔

جب کہ فلسطین کے شعبہ رابطہ عامہ کی جاری کردہ ایک نئی رپورٹ کے مطابق خواتین شہداء کی تعداد ۳۵۱ ہے، جب کہ ۱۵۱ شہداء ایسے ہیں جن کی موت کی وجہ یہ ہوئی کہ وہ مرض کی شدت میں اسپتال لے جائے جارہے تھے اور اسرائیل کے فوجی بیریرس کی وجہ سے وہ اسپتال نہ پہنچ سکے، ان میں بچے بھی ہیں، خواتین بھی ہیں اور عمر دراز بھی ہیں، ان میں سے کچھ تو دل یا کینسر کے عارضہ میں مبتلا تھے، ان کے علاوہ یہودی مہاجرین کی زیادتیوں کا نشانہ بن کر ۶۷/افراد شہید ہوئے۔

اس عرصہ میں شہید ہونے والے طبی اور شہری دفاع کے کارکنان کی تعداد ۳۶ ہے، میڈیا سے متعلق ۹/افراد شہید ہوئے، اور ۲۲۰ کھلاڑیوں کو شہادت نصیب ہوئی۔

قابض حکومت کے جیلوں میں بند قیدیوں کی تعداد ۱۰۴۰۰ ہے، جن میں ۵۵۳ قیدی انتفاضہ سے پہلے کے ہیں، یہ تعداد اب تک ۳۰ سے زائد جیلوں اور تفتیشی مراکز میں ہے، ان میں سے ۱۱۵۰/قیدی تو مزمن امراض کے شکار ہیں۔

یہ رپورٹ بتاتی ہے کہ ۱۱۸۹ طلبہ اسرائیلی جیلوں میں بند ہیں جن میں ۳۳۰ بچے ۱۸ برس سے کم کے ہیں۔

جب کہ اساتذہ اور تعلیمی اداروں کے دیگر وابستگان میں سے ۱۰۷ افراد جیل کی سلاخوں کے پیچھے ہیں، جب کہ ۱۱۷ خواتین بھی سلاخوں کے پیچھے ہیں۔

یہ رپورٹ بتاتی ہے کہ ۳۱/۳/۲۰۰۷ء تک ۶۴۵۰ عام اور غیر فوجی عمارتیں ان کی تخریبی کارروائیوں کا نشانہ بنیں، کلی اور جزوی طور پر ایسی کارروائیوں کے شکار ہونے والے مکانات کی تعداد ۷۳۲۷ ہے، جن میں سے ۳۰۸۷۱ مکانات بالکلیہ ختم ہو چکے ہیں، ان میں

سے ۴۷۸۵ مکانات غزہ کے علاقہ میں تباہ ہوئے ہیں، اور جزوی طور پر نقصان اٹھانے والے مکانات کی تعداد ۶۴۶۹۳ ہے، جن میں سے ۲۳۶۲۲ غزہ کے گھر ہیں، یہ اعداد وشمار ۲۰۰۶/۱۰/۳۱ءتک کے ہیں۔

اس رپورٹ میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ۲۰۰۶/۸/۸ءتک ۱۲ تعلیمی ادارے فوجی احکامات کی وجہ سے بند ہوئے، جب کہ اسرائیلی ظلم کے نتیجہ میں ۱۱۲۵ تعلیمی ادارے ازخود بند ہو چکے ہیں، ۳۵۹ تعلیمی اداروں پر بم برسائے جا چکے ہیں، ۴۳/ادارے فوجی بیرکس بنا دیئے گئے، ۸۴۸ طلبہ اسرائیلی قابض فوج کی گولیوں کے شکار ہو کر شہید ہوئے، جب کہ ۴۷۹۲ طلبہ اور تعلیمی اداروں سے وابستہ دیگر افراد گولیوں سے زخمی ہوئے۔

شعبہ رابطہ عامہ کے مطابق ۲۰۰۶/۷/۳۱ءتک ۸۰۷۱۲ دونم زمین کھودی جا چکی تھی، مغربی پٹی اور غزہ میں ۱۳۵۷۲۹۶ درخت اکھاڑے جا چکے تھے، جن میں ۲۲۷۸ درخت غزہ کے علاقہ کے تھے، ۷۸۴/ ایگری کلچرل اسٹور تباہ کئے جا چکے تھے، جن میں سے ۱۶ غزہ میں تھے، ۷۸۸ پولیٹری فارم اور جانوروں کے باڑے اپنے اسباب سمیت برباد کئے گئے تھے جن میں سے ۲۳ غزہ میں تھے، ۱۴۸۲۹ بکریاں اور بھیڑیں مارڈالی گئیں، جن میں سے ۹۹ غزہ کی تھیں، ۱۲۱۵۱ گائیں اور دیگر فارمنگ والے چوپائے مارے گئے، جن میں سے ۱۹ غزہ میں مارے گئے، شہد کی مکھیوں کے ۱۶۵۴۹ چھتے تباہ کئے گئے ہیں جن میں سے ۱۲۸۴ غزہ میں تھے، غزہ کے ۲۲ سمیت کل ۴۲۵ کنویں اپنے تمام اسباب سمیت برباد کردیئے گئے، اسی طرح کسانوں کے ۲۰۷ گھر مع سامان کے تباہ کردئے گئے۔

۸۹۹۷۶۷ گوشت والی مرغیاں اور ۳۵۰۲۹۲/انڈوں والی مرغیاں مارڈالی گئیں، ۱۶۵۰ خرگوش قتل کئے گئے، قابض فوج نے ۳۳۷۹۲ دونم سینچائی کی نہریں کھودیں، جن میں سے ۲۵۲۹ غزہ میں ہیں، ۱۳۶۲ ٹیکیاں منہدم کردیں، جن میں سے ۳۵ غزہ کی تھیں، ۶۳۱۱۸۲

رنگ میٹر کھیتوں کی دیواریں توڑ دی گئیں، جس میں سے ۲۵۳۴۰ رنگ میٹر دیواریں اکیلے غزہ میں توڑی گئیں، جب کہ ۹۷۹۲۳۹ رنگ میٹر پائپ لائن ختم کر دی گئی جن میں سے ۶۸۱۵۵ رنگ میٹر غزہ کی پائپ لائن تھی۔

اس رپورٹ کا کہنا ہے کہ ۳۱/۷/۲۰۰۶ء تک ۱۶۱۹۵ کسانوں نے نقصان اٹھایا تھا، اور ۱۶ نرسریوں کو تباہ کر دیا گیا تھا، قابض فوج کے ذریعہ برباد کئے گئے ٹریکٹر اور کھیتی کے مختلف سامانوں کی تعداد ۱۶ ہے، جب کہ ۱/۱۰/۲۰۰۱ء سے گزشتہ جون تک ۹۲۵۷ ورکشاپس تباہ ہوئے۔

اس رپورٹ کے مطابق ۲۰۰۶ء کی چوتھی سہ ماہی کے سروے کے مطابق فلسطینیوں میں بے روزگاری کا تناسب ۲۸ء۴٪ ہو گیا ہے، اس کے مطابق ۳۰ جون ۲۰۰۶ء تک بے روزگاروں کی تعداد ۲۸۴۵۰۰ ہو گئی ہے، اس رپورٹ میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ فلسطین میں حصار کی وجہ سے غربت کی سطح ۷۰٪ کو پار کر گئی ہے۔

صحافیوں کے خلاف ۱۱۴۷ کارروائیاں کی گئی ہیں، قابض فوج نے اکتوبر ۲۰۰۱ء سے اب تک ۵۰۰۱ فوجی بیریرس اور فوجی پوائنٹ بنائے ہیں، اسی عرصہ میں ۳۶۷۲۴ مرتبہ رہائشی آبادیوں پر بم باری کی گئی۔

اس رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ ۲۹/۳/۲۰۰۳ء سے اب تک ۲۴۷۲۹۱ دونم زمین فصیل بنانے کے لئے لی جا چکی ہے، اور قومی وزارت معاشیات کی رپورٹ کے مطابق اسرائیلی کارروائیوں کے نتیجہ میں ۲۳۴ صنعتی مقامات کو نقصان اٹھانا پڑا ہے۔

۴- یہودیوں کے ذریعہ فلسطینوں کے اجتماعی قتل: یہودیوں نے فلسطین میں متعدد بار قتل عام کیا ہے، جن میں سے ایک ہے:

دیر یاسین کا قتل عام:

دیر یاسین شہر قدس سے مغرب میں واقع ایک بستی ہے، جو سطح سمندر سے ۷۷۰ میٹر اوپر آباد ہے، اس کے باشندگان کی کل تعداد تقریباً سات سو ہے۔

دس اپریل ۱۹۴۸ء کو زبردست اسلحوں سے لیس جوانوں نے اس گاؤں پر شب خون مارا، انہوں نے رات کے بارہ بجے اس گاؤں کا محاصرہ کرلیا، اس کے باشندگان محوِ خواب تھے، حملہ آور گھروں میں گھس گئے، بچوں، مردوں اور عورتوں میں سے جو سامنے پڑا اسے قتل کردیا، ان میں سے ایک بڑی تعداد کو انہوں نے ایک دیوار کے سامنے کھڑا کر کے گولیوں سے بھون دیا، ایذارسانی کا کوئی طریقہ نہ تھا جو ظالموں نے چھوڑا ہو، حاملہ خواتین کے پیٹ چاک کئے، عورتوں پر جن میں سے چند کم عمر لڑکیاں تھیں جنسی دست درازیاں کیں، اپنی مشین سے اجتماعی قبر کھودی، اور اس میں ۲۵۰ مقتولین کو دفن کردیا، جن میں چھوٹے، بڑے اور مرد و زن سب شامل تھے، پھر انہوں نے اس گاؤں کے تمام گھر برباد کرڈالے، اس کی مسجد منہدم کردی اور جو کچھ جلا سکے جلا ڈالا'' (۱)۔

سرزمین مقدس کی پوری تاریخ شاہد ہے کہ اس کا اقتدار حاصل کرلینے والے جن ممالک نے جب بھی اس کے باشندگان پر ظلم کیا ہے انہیں زبردست شکستوں اور مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا ہے، پہلی صدی قبل مسیح میں اس وقت کے فلسطین کے حکمراں ایرانیوں کو رومیوں سے زبردست شکست اٹھانی پڑی تھی۔ اور جن عیسائی مذہبی پیشواؤں نے ایرانیوں کو شکست دے کر وہاں کا اقتدار حاصل کیا تھا انہیں اس حقیقت کا مکمل ادراک تھا، اسی لئے جب کبھی اس شہر پر بیرونی حملہ ہوا یا اس کے باشندگان نے صحیح راہ سے اعراض برتا انہوں نے لوگوں کو نصیحت کرتے

(۱) عمر الاشقر: ولیتبر وا ما علوا تتبیرا: بشری المومنین بالنصر العظیم علی الیہود الغاصبین: ۱۶۴-۱۸۰۔

ہوئے یہ بات ضرور کہی، مثلاً جس وقت ہرقل کوقدس میں رسول اکرم ﷺ کا گرامی نامہ موصول ہوا تھا اسی وقت اس نے عیسائیوں کو اس بات پر تنبیہ کی تھی کہ وہ چٹان پر کوڑا ڈالتے تھے، اور وہاں کوڑا اتنا جمع ہوگیا تھا کہ وہ محراب داؤد تک آ گیا تھا، اس نے ان عیسائیوں سے کہا تھا: ''یہ کوڑا ڈال کر تم نے اس مسجد کی جو توہین کی ہے اس کی وجہ سے تم اس طرح قتل کئے جانے کے سزاوار ہو جس طرح بنی اسرائیل کو یحییٰ بن زکریا کے قتل پر کیا گیا تھا''(۱)۔ جب حضرت ابوعبیدہؓ نے بیت المقدس کا سخت محاصرہ کیا تو ان کے پاس بطریق صفرونیوس آیا اور کہا: تمہارا اس مقدس شہر میں ہماری بابت کیا ارادہ ہے، یہاں حملہ کرنے والے پر اللہ کا غضب آ سکتا ہے اور اللہ اسے ہلاک و برباد کرسکتا ہے(۲)۔ پھر جب اس نے بیت المقدس حضرت عمرؓ کو سونپا تو رونے لگا، حضرت عمرؓ نے اس سے فرمایا: غم نہ کرو، صبر کرو، دنیا ناپائیدار ہے، کبھی تمہارے موافق ہوتی ہے اور کبھی تمہارے لئے ناسازگار، صفرونیوس نے کہا: کیا آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ میں حکومت کے جانے پر روتا ہوں، بخدا میں اس وجہ سے نہیں رو رہا ہوں، میرے رونے کی وجہ یہ ہے کہ مجھے اب یہ یقین ہوگیا ہے کہ تمہاری حکومت ہمیشہ رہے گی، کمزور ہوجائے گی لیکن ختم نہ ہوگی، اس لئے کہ ظالموں کی حکومت عارضی ہوتی ہے اور انصاف پسند حکومت دائمی ہوتی ہے، جب کہ میں پہلے یہ سمجھتا تھا کہ تمہارا اقتدار ایک عارضی شئ ہوگی اور کچھ عرصہ میں ختم ہوجائے گا(۳)۔ حضرت کعب الاحبار نے حضرت عمرؓ سے فتح بیت المقدس کے موقع پر کہا تھا: ''اے امیر المومنین! آپ نے آج جو کیا ہے اس کی پیشین گوئی ایک نبی نے پانچ سو برس قبل دی تھی، حضرت عمرؓ نے اس کی تفصیل دریافت کی تو انہوں نے کہا: رومیوں نے بنی اسرائیل پر حملہ کیا، انہیں بنی اسرائیل پر فتح مل گئی، پھر انہوں نے بیت المقدس کو دفن کردیا، پھر بنی اسرائیل غالب آ گئے لیکن پھر فوراً ہی فارسیوں نے حملہ کردیا

---

(۱) ابن کثیر: البدایہ والنہایۃ ۵۶/۷۔

(۲) واقدی: فتوح الشام۔

(۳) عبداللہ التل: خطر الیہود علی الاسلام والمسیحیۃ ص/۱۲۹۔

اور بنی اسرائیل پر ظلم کیا، پھر رومیوں نے ان کو شکست دے دی، اور ان کی حکومت آج تک تھی....''(۱)۔

قوموں اور حکومتوں کی بابت یہ خداوندی دستور ہے کہ وہ اگر کسی علاقہ میں بالعموم اور سرزمین مقدس میں بالخصوص ظلم کریں گی تو زوال آشنا ہو جائیں گی، یہی مسلمانوں کے ساتھ ہوا کہ جب پانچویں صدی ہجری میں ان کا اتحاد جاتا رہا، ان کی حکومت دو حصوں میں بٹ گئی، بغداد میں عباسی حکومت تھی اور قاہرہ میں فاطمی، اور ان دونوں میں سے ہر حکومت کی اصل فکر عالم اسلام کے زیادہ سے زیادہ علاقوں پر اپنا پرچم لہرانا تھا اور اس کے لئے شام سمیت متعدد علاقوں میں یہ دونوں حکومتیں باہم محاذ آرا ہوئیں تو اللہ نے ان پر صلیبی مسلط کردئے، جو عالم اسلامی پر ایک سیل بلاخیز کی صورت میں آئے، انہوں نے مسلمانوں کو شکست دی، ان پر ستم کے پہاڑ توڑے، اور عالم اسلامی کے قلب میں صلیبی حکومتیں قائم کردیں۔

صلیبیوں کی کامیابی کا اصل سبب ان کی کثرت تعداد یا بازنطینی حکومت سے ان کو ملنے والی مدد نہیں تھی، اس کا اصل سبب تھا: دینی وسیاسی اعتبار سے مسلمانوں کا اختلاف وانتشار، عین جس وقت صلیبی فوجیں عالم اسلام پر حملہ کرنے کی تیاری کررہی تھیں ان ہی دنوں دونوں خلافتوں میں اختلافات شدت اختیار کرگئے، ان اختلافات کی بنیاد مذہبی (شیعہ سنی) اختلافات پر تھی، ان اختلافات کا صلیبیوں کو بخوبی علم تھا، اسی لئے انہوں نے پہلا صلیبی حملہ مسلمانوں کے سیاسی ودینی اختلافات کے وقت کیا تھا (۲)۔

ان اختلافات کی وجہ سے مسلمان صلیبی چیلنج کا صحیح طریقہ سے مقابلہ نہیں کرسکے، کوئی امیر محاذ آرا ہوتا تو دوسرا صلح کرتا، ایک صلح کرتا تو دوسرا خود سپردگی کردیتا، اور ایک حکمراں

---

(۱) طبری: تاریخ الامم والملوک ۴/۱۶۱۔

(۲) آرنسٹ پارکر: الحروب الصلیبیۃ: ۳۲-۳۳۔

صلیبیوں سے جو جھڑ رہا ہوتا تو دوسرا اس کی مصیبت سے فائدہ اٹھانے کی نیت سے اس کے علاقہ پر حملہ کر دیتا(۱)۔

پھر جب صلیبیوں نے سرکشی اور ظلم کی راہ اختیار کی تو اللہ نے ان پر مسلم قائد صلاح الدین ایوبی کو مسلط کر دیا جس نے انہیں شکست دی، ان کی حکومت تباہ کی اور مسجد اقصی کو ان کے قبضہ سے بازیافت کرایا۔

یہ بات بالکل عیاں ہے کہ صلاح الدین ایوبی کو یہ فتح تبھی ملی جب انہوں نے مسلمانوں کی صفوں میں اپنی جاں گسل وطویل کوششوں سے اتحاد پیدا کر دیا، مسلمانوں کے نظریات وعقائد کو صحیح کیا، غرض حکومتیں یوں ہی بدلتی رہتی ہیں، اللہ کسی بھی ظالم حکومت کی مدد نہیں کرتا ہے، خواہ وہ مسلمانوں ہی کی کیوں نہ ہو، ایسی مسلم حکومتوں پر ظالم مسلط کر دیتا ہے، اللہ کا ارشاد ہے: ﴿**وکذلک نولی** .... **یکسبون**﴾ (انعام:۱۲۹) یعنی ہم ظالموں کو ایک دوسرے پر مسلط کرتے ہیں، ان کے ظالمانہ کاموں کی وجہ سے، یہ تفسیر ابن زید نے کی ہے(۲)۔

عصر حاضر میں یہودیوں نے فلسطین یعنی سرزمین بیت المقدس میں آ کر وہاں اپنی حکومت قائم کی، اپنی تہذیب وہاں رائج کی، اور اس سرزمین کو اپنے ہم مذہبوں کا مرکز اور تمام انسانوں بالخصوص مسلمانوں کے خلاف اپنی سازشیں ترتیب دینے کا اڈہ بنا دیا، اور وہاں جو شخص بھی ان کے تخریبی منصوبوں میں آڑے آیا اس کو انہوں نے راہ سے ہٹا دیا، نہ جانے کتنے بے گناہوں کو قتل کیا، کتنے بچوں کو یتیم بنایا، عورتوں کو قید کیا، گھر تباہ کئے، زمینیں غصب کیں، مسجد اقصی کو نذر آتش کیا، شہر خلیل میں مسجد ابراہیمی کی بے حرمتی کی، مسجدوں کو شراب خانے، اور شب باشی کے اڈے بنا دیئے، جہاں ہر طرح کی بدکاری کی جاتی ہے، شہر قدس سے تمام اسلامی آثار مثلاً

(۱) کمال اسطل: مستقبل اسرائیل بین الاستیصال والتذویب، دار الموقف العربی، قاہرہ۔

(۲) ابن جوزی: زاد المسیر ۳/ ۱۲۴۔

تاریخی مدرسے، عبادت گاہیں، سرائیں، اسلامی محلے اور صحابہ وتابعین نیز علما وصالحین کو اپنی آغوش میں جگہ دینے والے قبرستان مٹا دیئے، اور اب وہ مسجد اقصی کو منہدم کرنے اور سرزمین قدس میں اس کا نام ونشان نہ چھوڑنے کے اپنے منصوبے پر کام کر رہے ہیں، جس کا ثبوت یہ ہے کہ مسجد اقصی کو تباہ کرنے کی صہیونیوں کی طرف سے متعدد بار کوششیں ہو چکی ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

- جمعرات ۲۱/۸/۱۹۶۹ء کو مسجد اقصی کو ختم کرنے کی پہلی کوشش ہوئی، اس دن ایک نوجوان نے، جسے صہیونی حکومت نے "آسٹریلیا کا ایک دماغی طور پر معذور عیسائی" کہا، مسجد اقصی میں آگ لگا دی، آگ بھڑک اٹھی، اور دھواں آسمان سے باتیں کرنے لگا، اس جرم نے سلطان صلاح الدین کا وہ منبر جلا دیا جو نورالدین محمود کے زمانہ میں حلب میں اس نیت سے بنایا گیا تھا کہ وہ اسے مسجد اقصی کی نذر کرے گا، اس لئے کہ مسجد اقصی کو صلیبیوں نے کلیسا بنا دیا تھا، اس آگ نے مسجد کی جنوب مشرقی چھت کو بھی خاکستر کر دیا تھا، قابض حکومت نے محض مجرم ڈینس ران کو گرفتار کرنے اور اس پر مقدمہ چلانے پر اکتفا کیا، جس میں مجرم کو دماغی طور پر معذور بتا کر چھوڑ دیا گیا، رہائی کے بعد وہ ملک سے باہر گیا اور دوبارہ آ کر پھر مقبوضہ فلسطین میں قیام پذیر ہو گیا۔

مسجد اقصی کو نذر آتش کرنے کی اس کوشش میں قابض حکومت کے اداروں کے ملوث ہونے کا ایک ثبوت یہ ہے کہ آگ لگتے ہی حرم مقدس میں پانی کی سپلائی بند کر دی گئی، انجینیروں کی رپورٹوں میں یہ بات بھی اجاگر کی گئی ہے کہ آگ متعدد مقامات پر لگائی گئی تھی اور کوئی شخص تن تنہا یہ کام انجام نہیں دے سکتا، نیز اس آگ کو بجھانے کے لئے شہر قدس کی میونسپلٹی کی آگ بجھانے کی گاڑیاں نہیں آنے دی گئیں، آگ اس وقت تک لگی

رہی جب تک رام اللہ اور خلیل سے سے فائر بریگیڈ کی گاڑیاں نہیں آگئیں‘‘(۱)۔

- مئی ۱۹۸۰ء میں ’’کاہانا‘‘ نے مسجد اقصی کو بموں سے اڑادینے کا منصوبہ بنایا، ۱۱/۵/۱۹۸۰ء کو سیکورٹی ایجنسیز نے اچانک ایک یہودی دینی مدرسہ کی چھت سے آتش گیر مادہ کی بہت بڑی مقدار برآمد کی، کاہانا ربی اور اس کے متعدد متبعین فوج کے گوداموں سے اسلحے چرانے اور مقدس اسلامی مقامات کو اڑانے کے منصوبے بنانے کے جرم میں گرفتار کئے گئے۔
- ۸/اپریل ۱۹۸۲ء میں یہودیوں نے مسجد اقصی کے دروازے کے پاس ایک ٹائم بم رکھ دیا، نیز اس کے اردگرد اسلامی اوقاف کے نگراں کے نام دھمکی آمیز خطوط بھی رکھے جس پر ’’جبل البیت‘‘ کے بورڈ آف سیکریٹریز، حاخام کی سربراہی میں قائم تحریک ’’کاخ‘‘ اور یہودیوں کے زیر قبضہ بستیوں کی لیگ کی مہریں ثبت تھیں، ان خطوط میں یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ یہودیوں کو مسجد اقصی میں نماز نہ پڑھنے دینے کی روش ترک کردی جائے، بصورت دیگر انجام نہایت دردناک ہوگا، اور وہ یہ کہ تمہاری مسجد اقصی، چٹان، اور اس سے ملحق علاقے نماز کے اوقات میں اڑا دیئے جائیں گے، اور اس طرح تمہارے کشتوں کے پشتے لگادیئے جائیں گے۔

۱۰/اپریل ۱۹۸۲ء کو ’’کاہانا‘‘ کے متبعین کی ایک جماعت اور ’’جبل البیت‘‘ کے بورڈ آف سکریٹریز نے مسجد اقصی میں داخل ہونے کی کوشش کی، لیکن مسلمان ان کے آڑے آگئے، اسی درمیان ’’ایلین جاٹ مین‘‘ نامی ایک اسرائیلی فوجی فائرنگ کرتا ہوا حرم مقدس کے اندر گھس گیا، اس کی فائرنگ سے مسجد کے دو محافظ شہید ہوگئے، عین اسی وقت اسرائیلی فوجیوں کی ایک

(۱) مفتی قدس شیخ سعد الدین علمی کے مقالہ موامرة علی الاقصی (شائع شدہ: مجلة الامة القطریہ: شمارہ: ۵۵، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء، ص:۵۵)۔

بڑی تعداد نے مسجد اقصیٰ میں داخل ہوتے ہوئے مسلمانوں پر فائرنگ کردی، جس کے نتیجہ میں ۱۲۰؍مسلمان زخمی ہوئے، نیز مسجد اقصیٰ کو بھی مادی نقصان اٹھانے پڑے۔

۲۱؍مارچ ۱۹۸۳ء کی شب کو اس خفیہ سرنگ کے ذریعہ، جس کا پردہ جنوبی جانب کی کھدائیوں سے اٹھا، یہودیوں نے مسجد اقصیٰ کے میدانوں میں پہنچنے کی کوشش کی تاکہ حرم قدسی کے اندر یہودیوں کے لئے ایک بیس اور اور اسلحہ کا گودام بنایا جاسکے۔

۲۷؍جنوری ۱۹۸۴ء کو یہودیوں کے ایک مسلح گروپ نے باب الرحمۃ کے پاس سے یعنی مشرقی جانب سے حرم قدسی پر حملے کی کوشش کی، لیکن اس سے پہلے کہ وہ دیوار پھاند کر اندر آپاتے مسجد اقصیٰ کے محافظین نے ان کی اس حرکت کا پتہ لگالیا، پھر وہ اپنے ساتھ لائے ہوئے بموں، اسلحوں اور دیگر سامانوں کو چھوڑ کر بھاگ گئے (۱)۔

یہ کوششیں انفرادی اعمال یا ذاتی منصوبوں سے عبارت نہ تھیں، بلکہ یہ منظّم کوششیں تھیں، ان کو حکومت کی مکمل سرپرستی حاصل تھی، اور حکومت نے ان کو ان یہودی جماعتوں کے سربراہوں کے ذریعہ انجام دلوایا تھا جن کا نقطہ اشتراک علاقہ میں صہیونی مقاصد کے حصول کے لئے جدوجہد کرنا ہے، مئی ۱۹۷۷ء میں سابق وزیراعظم اسرائیل بیگن نے دین پسند یہودیوں سے یہ وعدہ کیا تھا کہ تیسرے ہیکل کی تعمیر کی ان کی خواہش کو وہ ضرور پورا کرے گا، اس نے کہا تھا: ''اسرائیلی حکومت ان انتہا پسند دینی تحریکات کی پس پردہ حمایت کررہی ہے جو قبۃ الصخرہ اور مسجد اقصیٰ کو اڑا کر ان دونوں کے ملبے پر تیسرا ہیکل قائم کرنا چاہتی ہیں، اس سلسلے میں کی جانے والی کارروائیوں کو حکومت کے ذریعہ ہی ترتیب دیا جاتا ہے تاکہ اس منصوبہ کو مکمل کیا جاسکے''(۲)۔

---

(۱) حوالہ بالا۔

(۲) مفتی اردن، شیخ عزالدین تمیمی کے مقالہ ''القدس فی ضوء العقیدۃ الاسلامیۃ'' (شائع شدہ: مجلۃ البلاغ، شمارہ: ۸۱۲، ص:۴۶) سے منقول۔

بیگن کا یہ بیان صرف اس کی حکومت کے منصوبہ سے عبارت نہیں ہے، بلکہ یہ ایک عام پالیسی ہے جو نسل در نسل چلی آرہی ہے، اور اکثر یہودی قائدین اس کا برملا اظہار کرتے رہے ہیں، مثلاً:

ہرٹزل نے اپنی ڈائری میں لکھا ہے: ''اے یروشلم! جب میں تجھے اگلے دنوں میں یاد کروں گا تو خوشی کے ساتھ نہ کرسکوں گا، دو ہزار سال سے جاری لاانسانیت، عدم رواداری اور گندگی سے اب بدبو آنے لگی ہے۔ ہمیں اگر کسی دن قدس پر اقتدار نصیب ہوا اور اس وقت میں کچھ کرسکنے کے قابل ہوا تو سب سے پہلے میں اس کی مکمل صفائی کروں گا''۔

''میں وہاں سے ہر غیر مقدس چیز کو ختم کردوں گا، مزدوروں کے گھر شہر سے باہر منتقل کردوں گا، فسق وفجور کے تمام اڈوں کو ویران کرکے منہدم کردوں گا، صدیوں پرانے آثار کو نذر آتش کردوں گا، اور بازاروں کو کہیں اور لے جاؤں گا''(۱)۔

انگریزی زبان کے Jewish Encyclopedia میں Zionisim کے سلسلے میں لکھتے ہوئے یہ جملے بھی سپرد قرطاس کئے گئے ہیں: ''یہودیوں کی خواہش ہے کہ وہ متحد ہوکر قدس آئیں، دشمنوں کی طاقت کو قابو میں کریں اور مسجد اقصی کی جگہ ہیکل بنا کر عبادت کریں اور وہاں اپنی حکومت قائم کریں''(۲)۔

نومبر ۱۹۱۷ء میں عالمی تحریک صہیونیت کو فلسطین میں یہودیوں کے قومی وطن کے قیام پر مشتمل بلفور اعلامیہ (Balfour Declaration) کی کامیابی تب ملی تھی جب یہودیوں کے ربی اعظم اور اس کے ساتھ فلسطین میں صہیونیت کے نمائندے نے برطانوی استعماری حکومت سے مسجد اقصی پر قبضہ کرنے کی باقاعدہ درخواست کی تھی تاکہ اسے شہید کرکے اس کی جگہ ہیکل

---

(۱) حوالہ بالا۔

(۲) حسن فتح الباب: المؤامرات الصھیونیۃ من خیبر الی القدس، ص: ۶۳۔

سلیمانی قائم کیا جاسکے(۱)۔

۱۹۲۹ء میں دیوار گریہ کی حفاظت کے لئے قائم تنظیم کے سربراہ کلونز کا ایک بیان یہودی اخبار''پیلسٹائن ویک'' میں شائع ہوا تھا، اس میں اس نے کہا تھا:''ہیکل کے قدس الاقداس پر قائم مسجد اقصی یہودیوں کی ہے''۔

۲۰/۱۱/۱۹۳۰ء کورومانیا کے ربی سربراہ 'روز بناخ' نے المجلس الشرعی الاسلامی اور فلسطین کے مفتی اعظم کو خط لکھ کر یہ مطالبہ کیا کہ مسجد اقصی یہودیوں کے سپرد کردی جائے تاکہ وہ وہاں اپنے دینی شعائر قائم کرسکیں، اس خط نے فلسطین میں زبردست ہیجان برپا کردیا(۲)۔

اسی سال ایک برطانوی یہودی وزیر ایلفرڈ نے کہا تھا: ہیکل کی تعمیر کا وقت اب قریب آچکا ہے، میں اپنی بقیہ زندگی مسجد اقصی کی جگہ پر ہیکل سلیمانی کی تعمیر کے لئے وقف کرتا ہوں''(۳)۔

۱۹٦۷ء میں David Bengarion نے اعلان کیا:''قدس کے بغیر اسرائیل کا کوئی مطلب نہیں،اور عربوں سے ہیکل کا مقام چھینے بغیر قدس کا کوئی مطلب نہیں''(۴)۔

۱۹٦۷ء کی حزیران کی جنگ میں اسرائیلی فوج کا ربی شلوموگورین ہاتھ میں تورات لئے ہوئے تیزی کے ساتھ حرم قدسی میں داخل ہوگیا،اور وہاں اس نے فوجیوں کی بڑی تعداد کے ساتھ نماز شکرانہ ادا کی،اور فوجیوں کو نام نہاد''جبل الرب'' کی زیادہ سے زیادہ زیارت کی دعوت

---

(۱) حوالہ بالا۔

(۲) حوالہ بالا۔

(۳) حوالہ بالا۔

(۴) محمد ادیب العامری: من تاریخنا ص:۱۷٦۔

دینے لگا، اس نے ہیکل سوم کی تعمیر نو کا کام بھی تیزی سے کرنے کی ترغیب دی (۱)۔

یہودیوں کا دعوی ہے کہ مسجد اقصی اور اس میں موجود قبۃ الصخرہ ہیکل سلیمانی کی جگہ پر قائم ہیں۔

۱۹۶۸ء کی عید غفران کے موقع پر یہودی مورخ اسرائیل دادا نے کہا: ''آج ہم اسی جگہ پر کھڑے ہیں جہاں حضرت داود قدس کو آزاد کرا کے کھڑے ہوئے تھے، پھر حضرت سلیمان کے ذریعہ ہیکل کی تعمیر سے پہلے ایک نسل گزر گئی تھی، اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہودی اگلی نسل تک ہیکل کی از سرنو تعمیر کریں گے''۔ اس اسرائیلی مورخ سے جب یہ پوچھا گیا کہ ہیکل کی تعمیر کی صورت میں مسجد صخرہ کا کیا ہوگا تو اس نے جواب دیا: یہی مسئلہ تو مدار بحث ہے، پھر اس نے کہا ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ زلزلہ کے نتیجے میں مسلمانوں کی مسجد تباہ ہو جائے (۲)۔

مقبوضہ فلسطین میں اور اس کے باہر آباد ہمارے لوگوں پر نیز اسلامی مقدس مقامات پر جن میں سرفہرست مسجد اقصی، چٹان اور مسجد ابراہیمی ہیں، کی جانے والی یہ مسلسل زیادتیاں ہی یہودیوں کی تباہی اور ان کی حکومت کے صفحۂ ہستی سے مٹنے کا سبب ہوں گی، امام مسلم کی روایت کردہ حضرت ابن عمر کی حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے: ''تم یہودیوں سے جنگ کروگے، پھر تمہیں ان پر غلبہ ہوگا، یہاں تک کہ پتھر کہے گا: اے مسلمان! اے بندۂ خدا! دیکھو یہ میرے پیچھے ایک یہودی چھپا ہوا ہے اس کو قتل کردو'' (۳)۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت قائم ہونے سے پہلے مسلمان یہودیوں سے جنگ کریں گے، مسلمان ان کو قتل کریں گے، یہاں تک کہ یہودی پتھر اور درخت کے پیچھے چھپیں گے تو

(۱) منقول از مقالہ: القدس فی ضوء العقیدۃ الاسلامیۃ، از شیخ عزالدین تیمی، مجلۃ البلاغ الکویتیہ، شمارہ: ۸۱۳، ص: ۴۰۔

(۲) ایضا۔

(۳) صحیح مسلم ۴/ ۲۲۳۹، ترمذی: ۴/ ۵۰۸، مسند احمد ۲/ ۱۲۲-۱۴۹۔

پتھر یا درخت کہے گا: اے مسلمان! اے اللہ کے بندے! یہ میرے پیچھے یہودی چھپا ہوا ہے، آؤ، اس کو قتل کردو، ہر درخت یہ بتائے گا سوائے غرقد کے کہ وہ یہودیوں کا درخت ہے"(۱)۔

حدیث میں مذکور درخت غرقد بیت المقدس کا معروف درخت ہے، ابوحنیفہ دینوری کہتے ہیں کہ جب عوسجہ بڑا ہوجاتا ہے تو غرقد ہوجاتا ہے۔ حدیث بتاتی ہے کہ یہودیوں اور مسلمانوں کے درمیان فیصلہ کن معرکہ انشاء اللہ ہوگا، لہذا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے آپ کو یہودیت اور اسلام کے درمیان ہونے والے اس فیصلہ کن معرکہ کے لئے تیار کرے، اللہ ہی کو علم ہے کہ یہ معرکہ کب وقوع پذیر ہوگا، کیا خبر کہ اللہ نے اب یہ مقدر فرمادیا ہو کہ تمام یہودی اب فلسطین لائے جائیں، کہ روس، مغربی ممالک، عرب ممالک اور ایران کے یہودی وہاں ہجرت کرکے آچکے ہیں، تاکہ سرزمین مقدس ان کا قبرستان بنے، اور اس کے بعد ان کی کوئی حکومت نہ بن سکے گی۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مستقبل اسلام کا ہے، اور بالآخر غلبہ مسلمانوں کو ہی حاصل ہوگا، خواہ دشمن کیسی ہی سازشیں کریں۔ اس دن مؤمنین اللہ کی مدد سے خوش ہوں گے، اور اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہی غلبہ ہے، لیکن منافقین جانتے نہیں۔

دجال بیت المقدس میں داخل نہیں ہوگا:

قیامت کی بڑی نشانیوں میں سے ایک دجال کا ظہور ہے، یہ نام رسول اللہ ﷺ نے اسے اس لئے دیا تھا کہ وہ بہت دجل وفریب اور دروغ گوئی کرے گا، خدائی کا دعوی کرے گا، اللہ اس کے ہاتھوں بعض انہونیاں کرائے گا، مثلاً وہ مردوں کو زندہ کرے گا، بارش کرے گا، پیداوار اگائے گا، اللہ اس کو ان کاموں کی صلاحیت دے کر آخر زمانے میں لوگوں کو آزمائے گا، کچھ لوگ

(۱) صحیح مسلم ۴/ ۲۲۳۹، مسند احمد: ۲/ ۴۱۷۔

اس کے فتنے کے اسیر ہو جائیں گے، اور اہل ایمان کو اللہ ثابت قدم رکھے گا وہ اس کے باطل سے گمراہ نہ ہوں گے۔

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دجال کو پوری زمین پر غلبہ حاصل ہوگا سوائے کعبہ، مسجد نبوی، مسجد اقصی، اور مسجد طور کے۔

امام ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں سمرہ بن جندب سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے دجال کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: وہ پوری دنیا پر غالب آجائے گا، سوائے حرم اور بیت المقدس کے، وہ بیت المقدس میں مومنین کا محاصرہ کرے گا،'' پھر اللہ اسے اور اس کے لشکر کو شکست دے دے گا، یہاں تک کہ دیوار اور درخت کی جڑ مؤمن کو بتائے گی کہ یہ کافر میرے پیچھے چھپا بیٹھا ہے، آؤ اسے قتل کرو''۔ یہ حدیث حاکم نے اپنی مستدرک میں نقل کی ہے اور اسے شیخین کی شرط پر صحیح بتایا ہے(۱)۔

جنادہ بن ابی امیہ سے روایت ہے کہ ہم ایک انصاری صحابی کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور ہم نے ان سے حدیث سنانے کی درخواست کی، ساتھ ہی یہ شرط بھی بالکل صراحت کے ساتھ لگادی کہ حدیث وہی سنایئے گا جو آپ نے براہ راست رسول اکرم ﷺ سے سنی ہو، لوگوں سے سنی ہوئی حدیث نہ سنایئے گا، انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہیں مسیح (دجال) سے ڈراتا ہوں، وہ یک چشم ہوگا (راوی کہتے ہیں کہ شاید آپ نے بائیں آنکھ کے بارے میں کہا تھا) اس کے ساتھ روٹیوں کے انبار اور پانی کی ندیاں چلیں گے، اس کی علامت یہ ہے کہ وہ چالیس دن میں ہی اپنی مملکت چہار دانگ

---

(۱) زرکشی: اعلا الساجد ص: ۲۹۰، ضیاء الدین مقدسی نے فضائل بیت المقدس (۶۲) میں اسے نقل کر کے لکھا ہے: امام احمد نے اس جیسی مکمل حدیث ابو کامل عن زہر عن الاسود کی سند سے نقل کی ہے، ترمذی، ابن ماجہ، اور نسائی نے اس کا ایک حصہ نقل کیا ہے، ترمذی نے اسے حدیث حسن صحیح کہا ہے۔

عالم میں پہنچا دے گا، صرف چار مسجدیں اس سے محفوظ رہیں گی: کعبہ، مسجد نبوی، مسجد اقصی، اور مسجد طور، وہ چاہے کچھ بھی کرے، یہ خیال رکھنا کہ اللہ عزوجل یک چشم نہیں ہے، حدیث کے ایک راوی ابن عون کہتے ہیں: ''مجھے خیال ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اسے ایک شخص کی بابت اختیار دے دے گا، وہ اس کو قتل کرے گا، پھر زندہ کرے گا اور کسی اور پر اس کو اختیار نہیں دیا جائے گا''، یہ حدیث امام احمد نے روایت کی ہے، اور اس کے راوی ثقہ ہیں (۱)۔

(۱) ہیثمی: مجمع الزوائد ۷/ ۳۴۳، احمد بن حنبل: مسند (۲۴۰۸۳)، ضیاء الدین مقدسی، فضائل بیت المقدس، ص: ۶۳۔

باب سوم:

بیت المقدس اور اس کے مضافات کی اسلامیت

بیت المقدس اور اس کے مضافات کا اسلام سے تعلق:

اللہ تعالی اپنے پیشگی علم، عظیم حکمت اور زبردست قوت کے ذریعہ جب کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے اسباب مہیا فرمادیتا ہے، اس نے اپنی بابت فرمایا ہے: ﴿**قل اللھم مالک الملک** ....**علی کل شيء قدیر**﴾ (آل عمران:۲۶) (کہو! اے اللہ! اے تمام جہاں کے مالک! تو جسے چاہے بادشاہی دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور تو جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے، تیرے ہی ہاتھ میں سب بھلائیاں ہیں، بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے)۔

مسلمانوں کے دلوں میں مسجد اقصی سے تعلق پیدا کرنا:

اللہ جل شانہ وعز سلطانہ کی مشیت جب یہ ہوئی کہ شام بالخصوص بیت المقدس کی حکومت رومیوں سے لے کر مسلمانوں کو دے دی جائے تو اس نے بیت المقدس کو قبلہ بنا کر مسلمانوں کے دلوں میں اس کے تئیں زبردست شوق پیدا کر دیا۔ آنحضرت ﷺ کو وہیں سے آسمانوں کی سیر کرائی اور پھر آپ کو یہ حکم دیا کہ آپ اس سفر کا خوب تذکرہ کریں، تاکہ یہ لوگوں کے ذہن میں تر و تازہ رہے، واقدی نے بیت المقدس کے تئیں پائے جانے والے شوق کی تصویر کشی یوں کی ہے: ''مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ مسلمانوں نے یہ رات (یعنی بیت المقدس کے

محاصرہ والی رات) اہل بیت المقدس سے قتال کرنے کا موقع پانے کے شوق میں ایسے گزاری جیسے انہیں کسی محبوب کی آمد کا انتظار ہو، ہر امیر یہ چاہتا تھا کہ اس کے ہاتھوں فتح نصیب ہو اور وہ وہاں نماز پڑھنے اور انبیاء کے آثار دیکھنے کی سعادت حاصل کرے، واقدی کہتے ہیں: صبح صادق طلوع ہوئی تو اذان دی گئی، لوگوں نے فجر کی نماز پڑھی ان کا بیان ہے کہ فجر میں حضرت یزید بن ابی سفیان نے یہ آیات تلاوت کیں، ﴿**یا قوم ادخلوا الأرض .... فتنقلبوا خاسرین**﴾ (مائدہ:۲۱) (اے برادران قوم! اس مقدس سرزمین میں داخل ہو، جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دی ہے، پیچھے نہ ہٹو، ورنہ ناکام ونامراد پلٹو گے)۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس نماز میں اللہ نے امراء کی زبان پر اس طرح یہ آیت جاری کرادی گویا کہ انہوں نے پہلے سے یہ طے کیا ہو‘ (۱)۔ اسی طرح اللہ تعالی نے ملک شام کے حکمراں رومیوں کے دلوں پر مسلمانوں کا رعب بٹھا دیا تھا، اس رعب کا آغاز ہرقل کے ایک خواب سے ہوا تھا، اس خواب نے اسے بے چین کر دیا، وہ صبح بیدار ہوا تو بار بار اس کی نگاہ آسمان کی طرف اٹھ جاتی، یہ دیکھ کر اس کے بطریقوں نے اس سے کہا: بادشاہ سلامت! آج صبح سے ہی آپ مغموم ہیں، اس نے کہا: ہاں، بطریقوں نے پوچھا: اس کا سبب کیا ہے؟ اس نے کہا: ’’ آج میں نے خواب دیکھا کہ مختونین کی حکومت بنا چاہتی ہے‘‘، بطریقوں نے کہا: ہمارے علم کے مطابق صرف یہودی ہی ختنہ کرتے ہیں، اور وہ آپ کے زیر حکومت اور زیر قابو ہیں، اگر اس سلسلہ میں آپ کچھ متفکر ہیں تو اپنی پوری مملکت میں فرمان جاری کروا کر ہر یہودی کو قتل کروا دیجئے، اور اس طرح اپنی اس فکر سے نجات پایئے، ابھی وہ لوگ اسی سلسلہ میں تبادلہ خیال کر رہے تھے کہ ان کے پاس بصری کے گورنر کا ایک قاصد ایک عرب شخص کو لے کر آیا جو ان کے پاس آیا تھا، اس قاصد نے آکر کہا: بادشاہ سلامت! اس شخص کا تعلق اونٹوں اور بکریوں کے چرواہے عربوں سے ہے، اور یہ اپنے علاقہ میں پیش آمدہ ایک واقعہ

(۱) واقدی: فتوح الشام، المکتبۃ الأہلیۃ، بیروت، طبع اول، ۱۹۶۶ء، ۱/ ۲۱۵۔

کی خبر آپ کو دے رہا ہے، اس سے اس واقعہ کی تفصیلات دریافت فرمالیں، جب یہ شخص ہرقل کے پاس پہنچا تو اس نے اپنے ترجمان سے کہا: اس سے پوچھو کہ اس کے ملک میں کیا ہوا ہے؟ اس نے دریافت کیا، تو اس عرب شخص نے جواب دیا: عربوں کے قبیلہ قریش میں ایک شخص نے نبوت کا دعوی کیا ہے، کچھ لوگوں نے اس کا اتباع کیا اور کچھ نے اس کی مخالفت کی ہے، اس سلسلہ میں ان کے درمیان متعدد مواقع پر جھگڑے بھی ہوئے، میں جب وہاں سے چلا ہوں تو ایسے ہی حالات تھے، یہ بات سن کر ہرقل نے لوگوں سے کہا اس شخص کو ننگا کرو، دیکھا تو وہ مختون تھا، ہرقل یہ دیکھ کر فوراً بول اٹھا: بخدا میرا خواب ان عربوں کی ہی بابت تھا، یہودیوں کی بابت نہ تھا، اسے اس کے کپڑے دے دو، پھر اس نے اپنی سپاہ کے ذمہ دار کو بلایا اور اس سے کہا: پورے شام کا ایک ایک چپہ چھان مارو، اور اس شخص کا کوئی ہم قوم ڈھونڈ لاؤ، تا کہ میں اس نبی کی بابت دریافت کرسکوں، حضرت ابوسفیان کہتے ہیں: بخدا میں اور میرے ساتھی غزہ میں تھے کہ ہم کو پکڑ لیا گیا اور ہماری قومیت پوچھی گئی، ہم نے بتائی تو ہم سب کو ہرقل کے پاس لے جایا گیا(۱)۔ ہرقل نے حضرت ابوسفیان سے کئی سوالات پوچھے، تا کہ وہ یہ جان لے کہ اس کے زمانہ میں مبعوث ہونے والے نبی کی تمام صفات اس شخص (محمد ﷺ) میں پائی جارہی ہیں یا نہیں، جب اسے یہ یقین ہو گیا کہ اس شخص میں تمام صفات پائی جارہی ہیں تو اس نے کہا: ''اگر مجھے یہ اندازہ ہوتا کہ میں ان تک پہنچ سکوں گا تو میں ان سے ملاقات کی خواہش کرتا، اگر میں ان کی خدمت میں حاضر ہوں تو ان کے پاؤں دھوؤں، اس کی حکومت یقیناً اس جگہ تک پہنچے گی'' (۲)۔ بخاری کی روایت میں ہے: ''اگر مجھے یہ اندازہ ہوتا کہ میں ان تک پہنچ سکوں گا تو ان کی ملاقات کے لئے ہر ممکن کوشش کرتا'' (۳)۔ نووی کہتے ہیں: اس سلسلے میں وہ معذور نہ تھا، اس لئے کہ اسے آنحضرت ﷺ

(۱) ابن کثیر: البدایۃ والنہایۃ، مکتبۃ المعارف، بیروت، طبع سوم: ۱۹۸۰ء، ۴/ ۲۶۲ - ۲۶۳۔
(۲) صحیح مسلم مع شرح نووی: ۱۲/ ۱۰۷۔
(۳) صحیح بخاری ۴/ ۴۔

کے سچے ہونے کا یقین ہو گیا تھا، تخت شاہی کی محبت اس پر غالب رہی، بادشاہت کو اس نے عزیز جانا، اور اسے اسلام پر ترجیح دی، صحیح بخاری کی روایت سے اس کی وضاحت ہو جاتی ہے، اگر اللہ کو اس کی ہدایت منظور ہوتی تو وہ اسے نجاشی کی طرح توفیق دیتا، نجاشی نے دین اسلام قبول کر لیا تھا اور اس کی بادشاہت بھی نہیں گئی تھی، ہم اللہ سے اس کی توفیق کے سوالی ہیں (۱)۔

مؤمنین کو ہمت دلانے اور رومیوں کو ڈرانے کے سلسلے میں محض وعظ ونصیحت، بیت المقدس کی خصوصیات بیان کرنے، قاصدوں کو بھیجنے اور نظریاتی طور پر ڈرانے پر اکتفا نہیں کیا گیا تھا، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ملک شام کے خلاف عملی اقدامات بھی کئے گئے تھے، اس ملک کا پہلا غزوہ غزوہ موتہ تھا (۲)، یہ غزوہ معروف صحابی حضرت زید بن حارثہ کی قیادت میں ہوا تھا، اس نے صحابہ کے دلوں پر دین کے اہداف نقش کر دیے تھے، یعنی اس غزوہ نے یہ واضح کر دیا تھا کہ یہ دین جزیرۃ العرب کی سرحدوں تک محدود نہیں رہے گا، بلکہ اس کے باہر بھی تمام اقوام عالم کو اس میں داخل ہونے کی دعوت دی جائے گی، اس غزوہ نے مسلمانوں کو بڑی جنگوں کے ان وسائل اور فنون سے آشنا کیا تھا جن سے وہ نابلد تھے، جب کہ دوسری جانب اس غزوہ نے رومیوں کے دلوں پر رعب بٹھا دیا تھا، اور انہیں یہ بتا دیا تھا کہ مسلمان جس چیز کی دھمکی دیتے ہیں اس سلسلہ میں وہ سنجیدہ ہوتے ہیں، ساتھ ہی رومیوں کو مسلمانوں کے مثبت ارادوں کا بھی اندازہ ہو گیا تھا، انہیں معلوم ہو گیا تھا کہ مسلمان حق سے غفلت نہیں برتتے ہیں، ظلم کو ناقابل قبول جانتے ہیں، کسی ظالم ومتکبر کے آگے سر تسلیم خم نہیں کرتے ہیں، رومیوں کو زندگی کی جتنی خواہش ہے مسلمانوں کو اس سے زیادہ موت محبوب ہے، اس غزوہ میں رومیوں کی تعداد دو لاکھ کے قریب تھی، جب کہ مسلمان صرف تین ہزار تھے، لیکن ان کے دلوں میں موجود پختہ ایمان نے انہیں دشمنوں کی کثرت سے

(۱) نووی: شرح صحیح مسلم ۱۲/ ۱۰۷۔

(۲) اس غزوہ میں اگرچہ رسول اللہ ﷺ نے شرکت نہیں فرمائی تھی لیکن پھر بھی اس کو اس لئے غزوہ کہتے ہیں کہ اس میں شرکت کرنے والے مجاہدین کی تعداد بہت تھی، یہ تعداد تین ہزار تک جا پہنچی تھی۔

بے پروا کر دیا تھا، حضرت زید بن حارثہ نے علم اٹھایا، اور جواں مردی وجاں سپاری کے ساتھ جنگ شروع کر دی، دشمنوں کے نیزوں اور تیروں نے ان کا بدن چھلنی کر دیا تو ان کے ہاتھ سے علم حضرت جعفر بن ابی طالب نے لے لیا جو اس وقت کل ۳۳/ برس کے تھے، انہوں نے بھی جان ہتھیلی پر رکھ کر جنگ کی، اور مشرکین پر حملہ بول دیا، مشرکین نے ان کو گھیر لیا تو وہ اپنے گھوڑے سے اترے، اور پیادہ پا دشمنوں کی صفوں میں تلوار گھماتے داخل ہو گئے، اور جب تک شہید ہو کر گر نہ پڑے دشمنوں کے سروں پر صاعقۂ آسمانی گراتے رہے، امام بخاریؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ ''میں اس غزوہ میں موجود تھا، ہمیں جعفر بن ابی طالبؓ کی تلاش ہوئی تو وہ ہمیں شہدا میں ملے، ان کے جسم پر تیروں اور نیزوں کے نوے سے زائد زخم تھے''(۱)۔ایک اور روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ ''ان زخموں میں سے کوئی ان کی پشت نہ تھا''(۲)۔حضرت جعفر کے بعد جھنڈا حضرت عبداللہ بن رواحہ نے لیا، انہیں پہلے کچھ تذبذب ہوا لیکن پھر انہوں نے مردانہ وار مقابلہ کیا اور یہ اشعار پڑھتے ہوئے جنگ شروع کر دی:

یا نفس إلا تقتلی تموتی   هذا حمال الموت قد صليت
وما تمنيت فقد أعطيت   إن تفعلی فعلهما هديت

اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے انہوں نے بھی جام شہادت نوش کر لیا۔

پھر حضرت عبداللہ کے بعد حضرت ثابت بن ارقم نے جھنڈا لیا، اور پکارا اے مسلمانو! اپنے میں سے کسی شخص کو امیر منتخب کرو، لوگوں نے کہا: آپ ہی امیر ہیں، انہوں نے کہا میں اس کا اہل نہیں، تو لوگوں نے حضرت خالد بن ولید کو اپنا امیر منتخب کیا، انہوں نے جھنڈا لیا اور نہایت مہارت اور دانائی سے جنگ کی، ان کے ہاتھ پر نو تلواریں لگیں، لیکن صرف ایک یمنی تلوار ہی

---

(۱) صحیح بخاری ۸۶/۵-۸۷۔

(۲) حوالہ بالا۔

پیوست ہوئی۔

سن نو ہجری میں رسول اللہ ﷺ نے تبوک جانے کا اعلان کیا، تبوک شام کی سرحد پر جزیرۃ العرب کے بالکل شمال میں واقع ہے، آپ کا مقصد یہ تھا کہ اس علاقہ میں مسلمانوں کے لئے ایک Base بنائی جائے، جہاں سے وہ شام پر حملہ کر سکیں، آپ تبوک میں کچھ مدت مقیم رہے، اس قیام میں آپ ﷺ نے بعض عرب قبائل سے اسلام پر بیعت لی، دیگر بعض قبائل سے جزیہ پر صلح کی، اور اس طرح یہ پورا علاقہ اسلام کے زیر نگیں آ گیا، مدینہ واپس آ کر آپ ﷺ نے حضرت اسامہ بن زید کے زیر قیادت ایک لشکر تیار کیا اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ فلسطین کے علاقہ میں بلقاء وداروم پر حملہ کریں، اس لشکر میں مہاجرین وانصار اور مدینہ کے مضافات کے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد تھی، لیکن اس سے پہلے کہ یہ لشکر اپنا سفر شروع کرے اللہ سبحانہ وتعالی نے رسول اکرم ﷺ کو وفات دے دی، لہذا لشکر رک گیا، پھر جب حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہو گئے تو آپ نے رسول اکرم ﷺ کی وصیت کے مطابق اس لشکر کو روانہ کر دیا۔

سرزمین بیت المقدس کے اسلام سے تعلق کی بنیاد:

سرزمین بیت المقدس کے اسلام سے تعلق کا آغاز بعثت نبوی کے بعد اسی وقت ہو گیا تھا جب آپ ﷺ نے اس سرزمین کو نماز کا قبلہ بنایا تھا، پھر اس تعلق کی اور بھی کئی بنیادیں ہیں: مثلاً اس سرزمین سے آپ ﷺ کا آسمانوں پر جانا نیز بیت المقدس اور اس کے مضافات کی عہد فاروقی میں فتح۔

ا- بیت المقدس وقتِ بعثت سے قبلہ رسول:

بعثت کے بعد سے ہی رسول اللہ ﷺ بیت المقدس کی جانب رخ کر کے نماز پڑھتے تھے، پورے مکی عہد میں آپ ﷺ ایسا ہی کرتے رہے، آپ مکہ میں اس طرح نماز پڑھتے کہ

بیت المقدس اور کعبہ شریف دونوں سامنے ہوں، اس لئے آپ کعبہ کے جنوب میں شمال کی جانب رخ کرکے نماز پڑھتے، پھر جب آپ ﷺ نے مدینہ کی جانب ہجرت کی تو اب یہ صورت ناممکن تھی (کہ کعبہ وہاں سے جنوب میں اور بیت المقدس شمال میں ہے)، وہاں سولہ یا سترہ مہینہ تک بیت المقدس کی جانب رخ کرنے کا ہی حکم باقی رہا اور آپ ایسا کرتے رہے، پھر اللہ سبحانہ وتعالی نے قبلۂ ابراہیمی کعبہ کی جانب رخ کرنے کا حکم کردیا۔

امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں حضرت براء بن عازبؓ سے روایت کیا ہے کہ: ''جب رسول اللہ ﷺ مدینہ آئے تو انصار میں اپنے ننہیال میں قیام فرمایا، آپ ﷺ نے بیت المقدس کی جانب سولہ یا سترہ مہینہ تک نماز پڑھی، لیکن آپ کی خواہش یہ تھی کہ قبلہ خانہ کعبہ ہوجائے'' (۱)۔ امام احمد اور امام طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ مکہ میں بیت المقدس کی جانب رخ کرکے اس طرح نماز پڑھتے تھے کہ کعبہ آپ ﷺ کے سامنے ہوتا، ہجرت مدینہ کے بعد سولہ مہینے تک آپ بیت المقدس کی جانب رخ کرکے ہی نماز پڑھتے رہے، پھر آپ ﷺ کعبہ کی جانب رخ کرنے لگے'' (۲)۔

امام احمدؒ نے حضرت عبید اللہ بن کعب سے روایت کیا ہے کہ ہم اپنی قوم کے مشرک عازمین حج کے سامنے نکلے، ہم پہلے سے نماز پڑھتے تھے اور ہمیں دین کا علم حاصل تھا، ہمارے ساتھ حضرت براء بن معرور تھے جو ہمارے سردار تھے، جب ہم نے سفر شروع کیا اور مدینہ سے نکلے تو حضرت براء نے ہم سے کہا بخدا میری ایک رائے ہورہی ہے، اور مجھے نہیں معلوم کہ تم اس میں میرے ہم رائے ہوگے یا نہیں، ہم نے پوچھا آپ کی یہ رائے کیا ہے، انہوں نے فرمایا: میری رائے یہ ہوئی ہے کہ میں (نماز میں) اس عمارت (یعنی کعبہ) کی جانب پشت نہ کروں،

---

(۱) صحیح بخاری ۱/ ۱۵۔

(۲) مسند احمد ۱/ ۳۲۵، مجمع الزوائد ۲/ ۱۲، ہیثمی نے اس حدیث کے تمام راویوں کو ثقہ بتایا ہے۔

اب میں اسی کی جانب رخ کرکے نماز پڑھوں گا، ہم نے ان سے کہا: لیکن ہم ایسا نہ کریں گے، جب نماز کا وقت ہوتا ہم شام کی جانب رخ کرکے نماز پڑھتے اور وہ کعبہ کی جانب رخ کرتے، پھر مکہ پہنچ کر ہم نے رسول اکرم ﷺ سے اس بابت دریافت کیا تو آپ نے حضرت براء سے فرمایا: ''تمہارا ایک قبلہ تھا، بہتر تھا کہ تم اسی پر قائم رہتے''، پھر حضرت براء بھی رسول اللہ ﷺ کے قبلہ یعنی شام کی جانب رخ کرکے نماز پڑھنے لگے(۱)، آپ ﷺ کے ارشاد: ''تمہارا ایک قبلہ تھا...'' سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان مکہ میں بیت المقدس کی جانب رخ کرکے نماز پڑھتے تھے اور اس کو اپنا قبلہ مانتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ بیت المقدس شعائر اسلام میں سے ایک ہے، لہذا مسلمانوں کے لئے اس سے دست بردار ہونا یا اس کی حفاظت اور ناپاکیوں سے اس کو پاک کرنے میں کسی طرح کی کوتاہی کرنا جائز نہیں ہے۔

آپ ﷺ نے مکہ میں دونوں قبلوں کی جانب بیک وقت رخ کیا، اس سے بیت المقدس اور بیت اللہ شریف کے زبردست تعلق کا پتہ چلتا ہے، یہ دونوں مبارک اور مقدس مقام ہیں اور ان دونوں کو تقدس میں ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا، ان میں سے کسی ایک کی بابت تفریط دوسرے کی بابت بھی تفریط شمار ہوگی۔

قبلہ کی تبدیلی:

ہجرت کے سترہ مہینہ بعد قبلہ کی تبدیلی کا حکم رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا، اس وقت آپ ﷺ ظہر کی نماز پڑھ رہے تھے، اور دو رکعتیں پڑھ چکے تھے، چونکہ یہ واقعہ مسجد بنی سلمہ کا تھا اس لئے اس کا نام مسجد القبلتین پڑ گیا(۲)، آنحضرت ﷺ کی خواہش یہ تھی کہ آپ نمازیں

---

(۱) مسند احمد ۴/۲۶۱۔

(۲) امام نوویؒ نے محمد بن حبیب ہاشمی کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ قبلہ کی یہ تبدیلی ۱۵/شعبان بروز منگل ظہر کی نماز میں ہوئی تھی، آپ ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ بنو سلمہ کے علاقہ میں تھے، ظہر کا وقت ہوگیا تو آپ نے وہیں

کعبہ کی جانب رخ کرکے پڑھیں، اور آپ ﷺ اللہ سے یہ دعا بھی کرتے تھے کہ اب قبلہ ابراہیمی کو ہی قبلہ بنادیا جائے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿قد نری تقلب وجهک .... وما الله بغافل عما يعملون﴾ (بقرہ:۱۴۴) (یہ تمہارے منہ کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا ہم دیکھ رہے ہیں، لو ہم اسی قبلے کی طرف تمہیں پھیرے دیتے ہیں جسے تم پسند کر رہے ہو، مسجد حرام کی طرف رخ پھیر دو، اب جہاں کہیں تم ہو، اسی کی طرف منہ کرکے نماز پڑھا کرو، یہ لوگ جنہیں کتاب دی گئی تھی خوب جانتے ہیں کہ (تحویل قبلہ کا) یہ حکم ان کے رب ہی کی طرف سے ہے اور برحق ہے، اور اللہ ان کی حرکتوں سے ناواقف نہیں ہے)۔
آپ ﷺ کی اس خواہش کے متعدد اسباب تھے:

۱- مخالفت یہود، یہودی کہتے تھے کہ محمد ہماری مخالفت کرتے ہیں پھر ہمارے قبلہ کا اتباع کرتے ہیں، اگر ہم نہ ہوتے تو انہیں یہ بھی معلوم نہ ہوتا کہ قبلہ کسے بنایا جائے۔

۲- کعبہ ابوالانبیاء حضرت ابراہیمؑ کا قبلہ تھا۔

۳- آپ کی اس خواہش کا سبب یہ تھا کہ آپ کو یہ امید تھی کہ اس سے عربوں کو اسلام قبول کرنے کی ترغیب ملے گی۔

۴- آپ جانتے تھے کہ خداوندی شریعت اور آسمانی وحی حضرت اسحاق کی اولاد سے حضرت اسماعیل کی اولاد میں منتقل ہوگئی ہے۔

۲- سرزمین بیت المقدس سرزمین اسراء ومعراج:

سرزمین بیت المقدس کے اسلام سے تعلق کی ایک بنیاد وہ واقعہ اسراء ومعراج بھی ہے

= ظہر کی امامت فرمائی، اس نماز کی دو رکعتوں میں قبلہ بیت المقدس تھا، پھر آپ ﷺ کو نماز میں ہی حکم دیا گیا تو آپ ﷺ گھوم گئے اور آپ کے پیچھے صفیں بھی گھوم گئیں، پھر یہ نماز آپ ﷺ نے مکمل کی، لہذا اس مسجد کا نام مسجد القبلتین پڑ گیا۔

جس کے ثبوت پر کتاب وسنت اور اجماع شاہد ہیں، ﴿سبحان الذی ....إنه هو السميع البصير﴾ (بنی اسرائیل:۱) (پاک ہے وہ جو لے گیا ایک رات اپنے بندے کو مسجد حرام سے اس مسجد اقصی تک جس کے گردوپیش کو ہم نے برکت دی ہے، تاکہ اسے اپنی کچھ نشانیوں کا مشاہدہ کرائیں، وہی سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا ہے)، یہ اپنی نوعیت کا بالکل اکیلا واقعہ ہے، اللہ سبحانہ وتعالی نے اپنے نبی پر یہ انعام اس وقت کیا تھا جب مکہ میں مشرکین کی جانب سے پہنچنے والی ایذا شدید ترین تھی، اللہ اس وقت آپ کو مکہ سے بیت المقدس لے گئے، اور پھر بیت المقدس کی چٹان سے آسمان پر۔

اس واقعہ سے مندرجہ ذیل دو باتیں معلوم ہوتی ہیں:

الف: مسجد اقصی کا مسجد حرام سے تعلق:

ان دونوں مسجدوں کے درمیان ملکی تعلق قائم ہونے سے برسوں پہلے واقعہ اسراء ومعراج نے ان دونوں کے درمیان روحانی تعلق قائم کر دیا تھا، اس وقت آپ ﷺ اپنی روح اور اپنے جسم کے ساتھ مسجد حرام سے مسجد اقصی تشریف لائے، وہاں آپ ﷺ نے انبیاء اور رسولوں کی امامت فرمائی، جن کو اللہ نے اس موقع پر زندگی دے کر جمع کر دیا تھا، اس کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ لوگوں کے سامنے یہ وضاحت کر دی جائے کہ مسجد اقصی اب مسلمانوں کی مسجد ہے اور اس کا مسجد حرام سے دائمی تقدس کا رشتہ قائم ہو گیا ہے، ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی کہتے ہیں: ''مسجد اقصی کا مسجد حرام سے رشتہ دو معزز مقامات کا رشتہ ہے، باشندگان مکہ اس پوری زمین کے سب سے زیادہ معزز باشندے ہیں، اس لئے کہ وہ کعبہ کے جوار میں آباد ہیں، اور جب سے حضرت ابراہیم نے اس کو تعمیر کیا ہے تب سے وہی اس کے خادم ہیں، اور مسجد اقصی عرصہ دراز تک نبوت وانبیاء کا معدن رہی ہے، لہذا یہ لازمی ہے کہ آزادی وایمان کے علمبرداران ان دونوں مقامات کو اپنا مرکز بنائیں تاکہ گمراہ دنیا اور بدحال انسانیت اسلام وایمان کے نور سے

اپنا صحیح راستہ پاسکے''(۱)۔

ب-مسجد اقصی کو آزاد کرانا واجب ہے:

یہ واقعہ اس وقت وجود میں آیا تھا جب حالات کی شدت اپنے عروج پر پہنچی ہوئی تھی، اور دعوت اسلامی اپنا کام دبے پاؤں کرنے پر مجبور تھی، گویا کہ اس واقعہ سے اللہ سبحانہ وتعالی کو یہ مقصود تھا کہ مسلمانوں پر مسجد اقصی کو آزاد کرانے کی اہمیت اور (خواہ دیگر مقامات پر مسلمانوں کو کتنی ہی مصیبتیں کیوں نہ درپیش ہوں) اس کی جانب سے غفلت نہ برتنے کی ہدایت عیاں ہوجائے، اس لئے کہ یہ تمام مسلمانوں کی عظیم ذمہ داری ہے اور عالم اسلام کا جزولاینفک ہے، لہذا اس کے ایک بالشت حصہ سے بھی دست برداری جائز نہیں ہے، اور ہر ممکنہ طریقہ وطاقت سے اس کا دفاع مسلمانوں پر واجب ہے، مسلمانوں کو اس سرزمین کا دفاع ایک دینی فریضہ سمجھنا چاہئے، ہر صاحب ایمان پر یہ واجب ہے کہ وہ اپنی مکمل استطاعت وقدرت کے بقدر اس فریضہ پر عمل کرے(۲)۔

۳-بیت المقدس اور اس کے مضافات کی فتح:

صحابی جلیل حضرت ابوعبیدہ عامر بن جراح کی قیادت میں دمشق کئے جانے کے بعد لشکر کے قائدین سے انہوں نے یہ مشورہ کیا کہ اب کدھر کا رخ کرنا چاہئے، مشورہ میں یہ بات طے پائی کہ اس سلسلہ میں حضرت عمر بن خطابؓ سے ہدایت لی جائے، حضرت ابوعبیدہ نے حضرت عمر کو خط تحریر کرکے راہ نمائی چاہی، تو انہوں نے بیت المقدس کی جانب رخ کرنے کا حکم

---

(۱) ماخوذ از ''الاسلام والقضیۃ الفلسطینیۃ'' از عبداللہ علوان ص/ ۱۵۔

(۲) ملاحظہ ہو: ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی کی کتاب احکام الصیام میں شامل مضمون: ذکری الاسراء والمعراج فی تاریخنا، ص:۱۰۲۔

دیا، جب مسلمانوں کو یہ علم ہوا تو انہیں بیت المقدس کے تئیں اپنے شوق کی وجہ سے بہت خوشی ہوئی۔ حضرت ابوعبیدہ نے سات مسلم قائدین کو بلایا، ان کے اسماء تھے: حضرت خالد بن ولید، حضرت یزید بن ابی سفیان، حضرت شرحبیل بن حسنہ، حضرت مرقال بن ہاشم بن عتبہ، حضرت مسیّب بن نجبہ فزاری، حضرت قیس بن ہبیرہ اور حضرت عروہ بن مہلہل، پھر ان سب کو پانچ پانچ ہزار سپاہ کا قائد بنایا، اور بیت المقدس پر حملہ کا حکم دیا، جب یہ قائدین بیت المقدس کی فصیل پر پہنچے تو دونوں فریقوں کے درمیان گھمسان کی جنگ ہوئی، معرکہ کو دس دن گزر گئے تو گیارہویں روز حضرت ابوعبیدہ آئے، ان کے ساتھ مسلم شہ سواروں اور یکتائے روزگار بہادروں کی ایک جماعت تھی، مسلمانوں نے ان کو دیکھا تو بہت بلند آواز میں نعرہ تکبیر بلند کیا، جس سے رومیوں کے دلوں پر مسلمانوں کی ہیبت طاری ہوگئی، اور انہوں نے اپنے سربراہ (بطریق) کو جا کر بتایا کہ حملہ آور فوج کا قائد آ گیا ہے، اس نے یہ سن کر کہا: انجیل کی قسم اگر ان کا امیر آ گیا ہے تو پھر تمہاری ہلاکت بھی قریب آ گئی ہے، انہوں نے پوچھا یہ بات آپ کس بنیاد پر کہہ رہے ہیں، تو اس نے کہا: جو علم ہم تک پچھلی نسلوں سے پہنچا ہے اس میں یہ ہے کہ زمین کا بڑا حصہ عمر نامی ایک گندمی رنگ کا شخص فتح کرے گا جو محمد نبی کا ساتھی ہوگا، اگر وہ آ گیا ہے تو اس سے جنگ لاحاصل ہے، تم اس کا مقابلہ نہ کرسکو گے، اب مجھے اس کے پاس جا کر اس کو دیکھنا ہی پڑے گا، اگر یہ وہ ہوا تو پھر میں اس سے صلح کرلوں گا، اور اس کا مطالبہ تسلیم کرلوں گا، اور اگر یہ کوئی اور ہوا تو ہم ہرگز سپر نہ ڈالیں گے اس لئے کہ اس شہر کو صرف وہی شخص فتح کرسکے گا جس کا میں نے ابھی تم سے تذکرہ کیا ہے، اس کے بعد بطریق اور دوسرے مذہبی پیشوا اور راہب اٹھے، تاکہ وہ اس قائد کی شخصیت کے بارے میں تحقیق کرسکیں، انہیں معلوم ہوا کہ یہ عمر نہیں ہیں، تو اس نے اپنے لوگوں سے کہا، خوش خبری سنو! یہ وہ شخص نہیں ہے، اب تم اپنے دین اور اپنے شہر کے دفاع میں جنگ کرو، یہ سن کر انہوں نے زوروں کی جنگ لڑی، چار مہینے تک معرکہ اور اس شہر کا محاصرہ جاری رہا، مسلمانوں نے زبردست

بہادری کا ثبوت دیا، اور جاں سپاری کی ایک داستان رقم کی، عرب کے ان صحرا نشینوں نے وہاں زبردست سردی، برف باری اور بارش کی کچھ پرواہ نہ کی، آخر شدید محاصرہ اور مسلمانوں کی بہادری دیکھ کر بیت المقدس کے باشندگان نے بطریق سے درخواست کی کہ وہ مسلمانوں کے پاس جا کر ان کے مطالبات سے واقفیت حاصل کرے، آخر وہ آیا تو حضرت ابوعبیدہ اور کچھ مسلمان اس کے پاس گئے، اس نے پوچھا: تم اس مقدس شہر کی بابت ہم سے کیا چاہتے ہو؟ دیکھو! جو اس پر حملہ آور ہوگا وہ اللہ کے غضب کا نشانہ بنے گا اور تباہ و برباد ہو جائے گا۔

حضرت ابوعبیدہ نے کہا: یقیناً یہ شہر عظمت والا ہے، یہیں سے ہمارے نبی ﷺ کو آسمان پر لے جایا گیا تھا، اور وہ اس قدر قریب ہو گئے تھے کہ دو کمانوں کے برابر یا اس سے کچھ کم فاصلہ رہ گیا تھا، یہ سرزمین انبیاء کی سرزمین ہے، یہاں ان کی قبریں ہیں، اور ہم اس کے تم سے زیادہ حقدار ہیں، ہم اس وقت تک یہیں جمے رہیں گے جب تک اللہ دیگر علاقوں کی طرح اس کو بھی ہماری مملکت میں داخل کر دے۔

بطریق نے پوچھا: آپ کا مطالبہ کیا ہے؟

حضرت ابوعبیدہ نے کہا: تین باتوں میں سے کوئی ایک............(۱)، یعنی یا تو اسلام قبول کرلو، یا صلح کرلو، یا پھر جنگ، جب انہوں نے دیکھا کہ مسلمان جنگ پر مصر ہیں اور انہوں نے اس شہر کو فتح کرنے کا پختہ ارادہ کرلیا ہے تو وہ صلح کرنے اور شہر سونپ دینے پر آمادہ ہو گئے، لیکن انہوں نے شرط یہ لگائی کہ وہ شہر خود خلیفۃ المسلمین حضرت عمر بن خطاب کے ہی حوالہ کریں گے، حضرت ابوعبیدہ نے ان کی یہ شرط قبول کر لی، لہذا حضرت عمرؓ کی تشریف آوری تک صلح رہی، پھر حضرت عمر نے بیت المقدس کے باشندگان کے لئے ایک معاہدہ نامہ تحریر کیا، جس میں تحریر فرمایا: ''یہ تحریر اس بات کا اعلان ہے کہ اللہ کے بندے امیر المؤمنین عمر نے باشندگان ایلیا کو

(۱) واقدی: فتوح الشام، المکتبۃ الاہلیۃ بیروت طبع اول، ۱۹۶۶ء، ۱/ ۲۱۷-۲۱۹۔

امان دی ہے، یہ امان ان کی جانوں کو حاصل ہے، ان کے مال کو حاصل ہے، ان کے کلیسا، ان کی صلیبیں، اس شہر کے بیمار اور بے گناہ افراد نیز یہاں کی پوری قوم کے لئے یہ امان ہے، ان کے کلیساؤں میں نہ رہائش کی جائے گی، نہ انہیں منہدم کیا جائے گا، نہ ان کو نقصان پہنچایا جائے گا، نہ ان کی صلیبیں توڑی جائیں گی، نہ یہاں کے باشندگان کا مال لوٹا جائے گا، نہ ان کو دین کے سلسلہ میں مجبور کیا جائے گا، نہ انہیں نقصان پہنچایا جائے گا، اور ایلیاء میں ان کے ساتھ کوئی یہودی آباد ہوگا (۱)، باشندگان ایلیا پر دوسرے شہروں کے باشندوں کی طرح جزیہ کی ادائیگی لازم ہوگی، رومیوں اور چوروں کو نکالنا بھی ان پر لازم ہوگا، ان میں سے جو کوئی اس شہر سے ہجرت کر کے چلا جائے گا تو جب تک وہ اپنی جائے پناہ نہ پہنچ جائے گا اس کا جان و مال محفوظ ہوگا، جو ان میں سے وہاں کا قیام اختیار کرے گا وہ بھی مامون ہوگا اور باشندگان ایلیا کی طرح اس پر بھی جزیہ عائد ہوگا، باشندگان ایلیا میں سے جو لوگ رومیوں کے ساتھ اپنی عبادت گاہوں اور صلیبوں کو چھوڑ کر جانا چاہیں گے ان کے جان و مال اور ان کی عبادت گاہیں اور صلیبیں اس وقت تک مامون رہیں گی جب تک وہ اپنی جائے امن میں نہ پہنچ جائیں، باہر کے جو لوگ فلاں کے قتل کے پہلے سے یہاں آباد ہیں، ان میں سے جو لوگ چاہیں یہاں رہیں، ایسی صورت میں انہیں باشندگان ایلیا کی طرح جزیہ دینا ہوگا اور ان میں سے جو لوگ رومیوں کے ساتھ جانا چاہیں چلے جائیں اور جو چاہیں اپنے وطن واپس ہو جائیں، ان کی کھیتی کٹنے سے پہلے ان سے کچھ نہ لیا جائے گا، اس تحریر میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ اللہ کا عہد، خلفاء اور مؤمنین کا ذمہ ہے بشرطیکہ وہ جزیہ ادا کریں، اس کے گواہ ہیں خالد بن ولید، عمرو بن العاص، عبدالرحمٰن بن عوف اور معاویہ بن ابی سفیان (۲)۔

---

(۱) یہ شرط بطریق نے لگائی تھی، اس لئے کہ عیسائیوں نے یہودیوں کی سازشوں سے بچنے کے لئے ان کے یہاں قیام پر پابندی لگا دی تھی۔

(۲) طبری: تاریخ الامم والملوک، دارالفکر، بیروت ۴/۱۵۹-۱۶۰۔

اس طرح بیت المقدس خلیفہ دوم حضرت عمرؓ کے ہاتھوں صلح کے ذریعہ اس شرط کے ساتھ فتح ہوا کہ یہ علاقہ مسلمانوں کے زیر حکومت ہوگا، اور یہاں کے باشندگان متعینہ خراج ادا کرکے یہاں رہ سکیں گے، اس کی تائید مذکورہ بالا صلح نامہ کے ان جملوں سے ہوتی ہے: ''یہ امان ان کی جانوں کو حاصل ہے، ان کے مالوں کو حاصل ہے،.... باشندگان ایلیا پر دوسرے شہروں کے باشندوں کی طرح جزیہ کی ادائیگی لازم ہوگی''۔ اس کی تائید بطریق کے ذریعہ اس زمین پر مسلمانوں کے زیادہ حق دار ہونے کے اقرار سے بھی ہوتی ہے، اس نے کہا تھا: ''جو علم ہم تک پچھلی نسلوں سے پہنچا ہے اس میں یہ ہے کہ زمین کا بڑا حصہ عمر نامی ایک گندمی رنگ کا شخص فتح کرے گا، جو محمد نبی کا ساتھی ہوگا، اگر وہ آگیا ہے تو اس سے جنگ لا حاصل ہے، تم اس کا مقابلہ نہ کرسکوگے''۔

فتح بیت المقدس کے بعد بقیہ فلسطینی شہر بھی فتح ہوگئے، حضرت عمر نے بیت المقدس کا گورنر حضرت یزید بن ابی سفیان کو بنایا تھا، اور ان کو قیساریہ اور غزہ جیسے ان فلسطینی شہروں کو فتح کرنے کا حکم دیا تھا جو ابھی تک فتح نہ ہوئے تھے، حضرت یزید نے اپنے بھائی حضرت معاویہ سے مدد لی اور ان کو قیساریہ کی جانب روانہ کیا، حضرت معاویہ نے باشندگان قیساریہ سے جنگ کی اور زوردار مقابلہ کیا جس میں ان کے ایک لاکھ لوگ قتل ہوگئے (۱)، یہ شہر اور بعض دیگر علاقے انہوں نے جنگ کرکے فتح کئے، ابوعبیدہ کہتے ہیں: ''شام جنگ کرکے فتح کیا گیا، سوائے اس کے شہروں کے کہ وہ صلح سے فتح ہوئے تھے، ہاں بس قیساریہ جنگ کے ذریعہ فتح ہوا تھا'' (۲)۔

بیت المقدس اور اس کے مضافات کے مخصوص فقہی احکام:

فقہاء کے نزدیک مفتوحہ علاقہ کا حکم:

تمام مسلم فقہاء کا اجماعی مسلک یہ ہے کہ جنگ یا صلح کے ذریعہ فتح کیا گیا علاقہ دار

(۱) ابن اثیر: الکامل فی التاریخ، دار الکتاب العربی، بیروت ۲/۳۴۶۔

(۲) منقول از: المغنی از ابن قدامہ حنبلی۔

الاسلام ہو جاتا ہے، اور دارالاسلام کی طرح اس کا دفاع اور اس کو خطرہ لاحق ہونے پر جہاد واجب ہو جاتا ہے، دشمنوں کا قبضہ ہونے کے بعد بھی ایسا علاقہ دارالاسلام ہی رہتا ہے، لہذا ایسے علاقہ کے دفاع، غاصب دشمنوں کو وہاں سے باہر نکالنے اور وہاں اللہ کی شریعت نافذ کرنے کی ہر ممکنہ کوشش کرنا مسلمانوں کے ذمہ لازم ہے۔

جنگ یا صلح کے ذریعہ فتح کئے گئے علاقے محض اسلامی فتح سے ہی دارالاسلام ہو جاتے ہیں، خواہ وہاں کے باشندگان وہاں رہیں یا وہاں سے جلاوطن کر دیئے جائیں، مسلمانوں پر ایسے علاقے کا دفاع اور اس کی حفاظت واجب ہے، اس کی تائید مسلم فقہاء کی آراء سے ہوتی ہے، ماوردی اور ابویعلی فراء کہتے ہیں: جنگ کر کے فتح کیا گیا علاقہ دارالاسلام ہو جاتا ہے، خواہ یہاں مسلمان آباد ہوں یا مسلمانوں کی حکومت قائم ہونے کے بعد وہاں مشرکین کو پھر آباد کیا جائے، مسلمانوں کے لئے ایسے علاقوں سے دستبردار ہونا جائز نہیں ہے تاکہ یہ علاقے دارالحرب نہ بن جائیں'' (۱)۔

صلح کے ذریعہ (یعنی اس شرط کے ساتھ کہ یہ حکومت مسلمانوں کی ہوگی اور متعین جزیہ وخراج کی ادائیگی کے ساتھ علاقے کے باشندے وہاں آباد رہیں گے) فتح کئے گئے علاقہ کے بارے میں ماوردی لکھتے ہیں: ''اگر صلح اس شرط پر ہو کہ یہ علاقہ مسلمانوں کی حکومت میں ہوگا تو اس صلح کے بعد یہ زمین دارالاسلام کے لئے وقف ہو جائے گی، اس کا بیچنا یا اس کو رہن پر رکھنا جائز نہ ہوگا، خراج ایک اجرت ہوگی جو ان لوگوں کے اسلام لانے سے ساقط نہ ہوگی، اسی لئے اگر یہ زمین دیگر مسلمانوں کے پاس چلی جائے تو بھی خراج لیا جائے گا...'' (۲)۔

اسی حکم کی بنا پر فقہاء کا یہ کہنا ہے کہ فلسطین (جس کا کچھ حصہ جنگ کے ذریعہ فتح ہوا

---

(۱) ماوردی: الاحکام السلطانیہ ۱۳۶، فراء: الاحکام السلطانیہ: ۱۴۶۔

(۲) ماوردی: ایضاً: ۱۳۷۔

ہے اور کچھ حصہ صلح کے ذریعہ) اس وقت سے دارالاسلام ہے جب اس کو فتح کیا گیا تھا، اس میں اسلامی احکام نافذ کئے گئے تھے، اور حضرت عمر نے حضرت یزید بن ابی سفیان کو یہاں کا امیر بنایا تھا، مسلمانوں نے اس کی اسلامیت کی حفاظت کی اور وہ یہاں کے باشندوں سے خراج وصول کرتے رہے، ابوعبید نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی بابت نقل کیا ہے کہ انہوں نے فلسطین کے اپنے گورنر عبداللہ بن عوف کو خط میں لکھا کہ جس مسلمان کے پاس جزیہ کے بدلے میں زمین ہو وہ اس سے جزیہ لیں اور جزیہ کے بعد جس قدر رقم زکاۃ کی بچے وہ لیں، اس روایت کے راوی ابراہیم بن ابی عقیلی کہتے ہیں: اس حکم کی زد مجھ پر بھی پڑی اور مجھ سے بھی جزیہ لیا گیا (۱)۔

دارالاسلام کا دفاع واجب ہے:

اسلام نے امت اسلامیہ کے حکمراں پر یہ واجب کیا ہے کہ وہ مسلم حکومت کے تحت آنے والے اسلامی علاقوں کا دفاع کرے، اس کے لئے وہ مضبوط فوج تیار کرے اور دشمنوں کے علاقوں سے لگی ہوئی سرحدوں کی حفاظت کے لئے ہر ممکنہ تیاری کرے، اور ہر طرح کی قوت حاصل کرے، تاکہ مسلمانوں کے علاقوں پر حملے نہ ہوں، بے حرمتی نہ ہو، مسلمانوں کا قتل ناحق نہ ہو اور ان کے جان و مال محفوظ رہیں۔

ماوردی نے مسلم حکمراں پر عائد اس فریضہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے: عوام سے متعلق دس امور اس پر واجب ہیں.... نمبر تین: علاقہ کی حفاظت اور امن وامان قائم کرنا تاکہ لوگ اپنی معیشت صحیح طریقہ پر چلاسکیں، اور جان و مال کی بابت بنا کسی خطرہ کے سفر کرسکیں، .... نمبر پانچ: زبردست تیاری اور طاقت کے ذریعہ سرحدوں کی حفاظت، تاکہ دشمن سرحدوں کے اندر آکر

---

(۱) ابوعبید: الاموال: ۱۲۷۔

بے حرمتی نہ کر سکیں اور کسی مسلمان یا ذمی کو قتل نہ کر سکیں''(۱)۔

نووی کہتے ہیں: ''امام کو سرحد پر کفار کے برابر لوگ رکھنے چاہئیں، سرحدوں پر مضبوط فصیلیں بنانے اور خندق کھودنے جیسی احتیاطی تدبیریں بھی مناسب ہیں''(۲)۔

لہذا جب دشمن دار الاسلام پر حملہ کر کے اس کے کسی علاقہ پر قبضہ کر لیں تو جہاد مسلمانوں کے لئے فرض عین ہو جاتا ہے، اور ایسی صورت میں اگر حکمراں نفیر عام کا اعلان کر دے تو ہر فرد پر اس اعلان کو مان کر اپنی استطاعت بھر جان و مال کا جہاد کرنا واجب ہوتا ہے، یہاں تک کہ بیٹا اپنے والد کی اجازت کے بغیر نکلے گا، اس لئے کہ نماز اور روزے جیسے فرض عین میں والدین کے حق کی رعایت نہیں کی جاتی ہے، اسی طرح بیوی اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر ہی اس جہاد میں شرکت کرے گی۔

مسلمانوں کے کسی علاقہ پر دشمنوں کے حملہ کی صورت میں نفیر عام کا حکم دیئے جانے کی صورت میں جہاد کا حکم بیان کرتے ہوئے کاسانی تحریر فرماتے ہیں: ''اگر دشمن کسی علاقہ پر حملہ کر دیں اور نفیر عام ہو جائے، تو پھر جہاد میں شرکت فرض عین ہے، اور اس میں شرکت ہر صاحب استطاعت مسلمان پر فرض ہے، اس کی دلیل یہ آیت قرآنی ہے: ﴿انفروا خفافاً وثقالاً﴾ (نکلو! خواہ ہلکے ہو یا بوجھل)۔ اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ نفیر عام کا ہی حکم رکھتی ہے، اسی طرح ایک اور آیت میں ہے: ﴿ما كان لأهل .... عن نفسه﴾ (مدینہ کے باشندوں اور گرد و نواح کے بدویوں کو یہ ہرگز زیبا نہ تھا کہ اللہ کے رسول کو چھوڑ کر گھر بیٹھ رہتے اور اس کی طرف سے بے پروا ہو کر اپنے آپ کی فکر میں لگ جاتے)۔ اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ نفیر عام سے پہلے حکم فرض کفایہ تھا، کچھ لوگوں کے ذریعہ جہاد کی ضرورت پوری ہو جانے کی وجہ سے یہ

---

(۱) ماوردی: الاحکام السلطانیہ/ ۱۵-۱۶۔

(۲) نووی، روضۃ الطالبین ۱۰/ ۲۰۸۔

حکم دوسروں پر سے ساقط ہوگیا تھا، اور نفیر عام ہوجانے کے بعد اب جہاد سب کے لئے نماز اور روزہ کی طرح فرض عین ہو جائے گا، ایسی صورت میں غلام آقا کی اجازت کے بغیر نکلے گا، عورت شوہر کی اجازت کے بغیر نکلے گی، اس لئے کہ فرض عین عبادتوں کے سلسلے میں غلام اور عورت کے منافع شریعت کی نگاہ میں آقا اور شوہر کی ملکیت سے مستثنی ہیں، اسی طرح بغیر والد کی اجازت کے اولاد کا جنگ کے لئے نکلنا بھی جائز ہوگا، اس لئے کہ روزہ اور نماز جیسے فرض عین کی ادائیگی میں حقوق والدین مانع نہیں ہوتے ہیں، واللہ اعلم'' (۱)۔

عہد فاروقی میں فلسطین کی فتح سے لے کر اب تک مسلمانوں نے اس علاقہ کو دار الاسلام کا جزو لاینفک مانتے ہوئے اس کی حفاظت کی ہے، اور جب صلیبیوں نے اس علاقہ پر حملہ کر کے بیت المقدس پر قبضہ کیا اور اپنی حکومت قائم کی جو تقریباً سو سال تک قائم رہی تو چہار دانگ عالم کے مسلمان نے اپنے اس مقدس فریضہ کی ادائیگی کے لئے اپنے اپنے علاقوں سے آئے اور انہوں نے اس علاقہ کو غاصبوں سے آزاد کرانے کے سلسلے میں تعاون کیا، انہوں نے مسلم قائد سلطان صلاح الدین ایوبی کی قیادت میں پہلے اسلامی عقیدہ کو درآئی تحریفات سے پاک کیا اور مسلمانوں کو متحد کیا پھر مغربی متعصب غاصبوں سے اس مقدس زمین کو آزاد کرایا، اللہ نے ان کی محنتوں کو کامیابی سے ہم کنار کیا۔

جب ہرٹزل نے سلطان عبدالحمید سے فلسطین کا سودا کرنا چاہا تو انہوں نے اس سے کہا:

''اس مملکت کے ہر بالشت بھر علاقہ کے حصول میں ہمارے آباء واجداد نے اپنی جان کی قربانی دی ہے، لہذا ہم ماضی سے زیادہ اپنی جانوں کی قربانی دیئے بغیر اس کی ایک بالشت زمین سے بھی دست بردار نہ ہوں گے'' (۲)۔ انہوں نے مزید کہا: ''میں ملک کے تمام شہروں

(۱) کاسانی: بدائع الصنائع، مطبعة الامام قاہرہ ۹/۴۳۰۱۔

(۲) جواد اتلخان: الخطر المحيط بالاسم، ص: ۱۲۱-۱۲۲ منقول از ''موقف الدولة العثمانية من الحركة الصهيونية'' از حسان علی خلاق، ص: ۱۸۳۔

کے ساتھ ایک جیسا سلوک کرنا چاہتا ہوں، لیکن ہمارے آباء واجداد نے جس سرزمین کے حصول میں اپنی جانوں کی قربانی دی تھی اس پر ایک یہودی حکومت کا قیام ہمیں منظور نہیں ہے...۔'' (۱)۔

قبضہ کے بعد بھی فلسطین کی اسلامیت باقی ہے:

علماء نے مقبوضہ فلسطین جیسے ایک مسئلہ پر گفتگو کی ہے، یہ صورت مسئلہ یوں ہے: دار الحرب کے باشندگان (دشمنوں) نے اگر دار الاسلام کے ایک حصہ پر قبضہ کرلیا، مسلمان اس مقبوضہ علاقہ کو آزاد نہ کراسکیں، اور دشمن وہاں کفر کے احکام نافذ کریں تو کیا دار الاسلام کا یہ حصہ دار الحرب ہو جائے گا، اور دار الاسلام نہ رہے گا؟

اس مسئلہ کی بابت علماء کے مختلف اقوال ہیں:

الف: اکثر شافعی فقہاء کی رائے یہ ہے کہ دار الاسلام کا یہ مقبوضہ علاقہ اسلامی ہی رہے گا، اس لئے کہ اس پر اسلامی حکومت قائم اور مستحکم رہ چکی ہے، لہذا اس علاقہ کی یہ صفت ظلم اور قبضہ جیسے کسی سبب سے ختم نہ ہوگی، اور مقبوضہ علاقہ کو آزاد کرانے کے لئے اپنی جان، اپنے مال، اپنے مقام اور اپنے وقت کی ہر ممکنہ قربانی دینا مسلمانوں پر لازم ہے۔

ابن حجر نے تحفۃ المحتاج میں رافعی اور بعض دیگر شافعی فقہاء سے نقل کیا ہے کہ: ''دار الاسلام کی تین قسمیں ہیں: ایک وہ قسم جس میں مسلمان آباد ہوں، دوسری وہ قسم جس کو مسلمانوں نے فتح کیا ہو، اور وہاں کے باشندگان کو جزیہ کی شرط پر وہاں رہنے دیا ہو، تیسری وہ قسم جس میں پہلے مسلمان آباد تھے پھر وہاں کافروں کا غلبہ ہوگیا'' (۲)۔

بجیرمی کہتے ہیں: ''دار الاسلام وہ علاقہ ہے جہاں مسلمان آباد ہوں، خواہ وہاں اہل ذمہ رہتے ہوں، یا اسے مسلمانوں نے فتح کر کے کافروں کے ہاتھ میں رہنے دیا ہو، یا وہاں پہلے

(۱) اتلخان: الاسلام و بنو اسرائیل، ص: ۱۵۲ منقول از'' موقف الدولۃ العثمانیۃ من الحرکۃ الصہیونیۃ، ص: ۱۸۳۔

(۲) ابن حجر: تحفۃ المحتاج ۹/ ۲۶۹۔

مسلمان آباد ہوں اور پھران کو کافروں نے وہاں سے نکال دیا ہو' (۱)۔

ب: امام ابوحنیفہ کے نزدیک دار الاسلام تین شرطوں کے پائے جانے پر دار الحرب بن جاتا ہے:

۱- علانیہ کفار کے احکام کا نفاذ اور کسی اسلامی حکم کا نافذ نہ ہونا۔

۲- یہ علاقہ دار الحرب سے ملا ہوا ہو، اس کے اور دار الحرب کے درمیان دار الاسلام کا کوئی علاقہ نہ ہو۔

۳- کفار کے غلبہ سے پہلے وہاں مسلمانوں اور ذمیوں کو حاصل امان اب باقی نہ رہے (۲)۔

ج: احناف میں سے صاحبین (امام ابو یوسف اور امام محمد) کے نزدیک صرف ایک شرط پائے جانے پر دار الاسلام دار الحرب ہو جاتا ہے اور وہ ہے: کفر کے احکام کا غلبہ، جس کی ایک صورت یہ ہے کہ مقبوضہ علاقہ کے لوگ مرتد ہو جائیں، وہ نماز، زکاۃ، جمعہ اور جماعت جیسے شعائر اسلام ادا نہ کریں، اور اسلامی احکام نافذ نہ کریں، یہ رائے مالکیہ اور حنابلہ کی بھی ہے (۳)۔

فقہاء کے اقوال پر ایک نظر:

دار الاسلام کے دار الحرب بننے یا بالفاظ دیگر دار الاسلام کے مقبوضہ علاقہ کی اسلامیت ختم ہونے کی جو تین شرطیں امام ابوحنیفہ نے ذکر کی ہیں، وہ فلسطین اور وہاں کے باشندوں میں نہیں پائی جاتی ہیں، یہ سرزمین کسی دار الحرب سے ملی ہوئی نہیں ہے، اس کے باشندگان با جماعت نماز، جمعہ، عیدین اور روزوں جیسے شعائر ادا کرتے ہیں، اور اپنے بہت سے معاملات میں شرعی

---

(۱) حاشیہ بجیرمی: ۴/ ۲۷۷-۲۷۸۔

(۲) فتاوی ہندیہ: ۲/ ۲۳۲، البحر الزخار للمرتضی ۳/ ۳۰۱۔

(۳) فتاوی ہندیہ ۲/ ۲۳۲، ابن ہبیرہ: الافصاح ۲/ ۲۳۰، دمشقی: رحمۃ الامۃ ۲/ ۱۲۹۔

احکام نافذ کرتے ہیں۔

اور اگر بالفرض یہ شرطیں پائی بھی جائیں تب بھی اس فلسطین سے اسلامیت ختم نہیں ہوسکتی ہے جس کو اللہ نے اسلامی فتح سے نوازا تھا، ایک لمبی مدت تک وہاں اسلامی حکومت قائم رہی تھی، کوئی بھی عالم اس کے خلاف فتوی نہیں دے سکتا ہے، اسی لئے جب اسلامی مما لک پر تا تاریوں کا حملہ ہوا تو مشہور حنفی عالم امام اسبیجابی نے ان لوگوں کی رائے کو غلط قرار دیا جو یہ کہتے تھے کہ تا تاریوں کے مقبوضہ علاقے اب دار الحرب ہوگئے ہیں، امام موصوف نے کہا تھا: ''دار الاسلام دار الحرب نہیں ہوجاتا.....اور پھر انہوں نے امام ابوحنیفہ کی شرطیں ذکر کیں'' (۱)۔

شیخ ابراہیم حلبی حنفی نے امام ابوحنیفہ کی شرطیں ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے: ''قول محتاط یہی ہے کہ یہ علاقے دار الاسلام ہیں، اگر چہ یہاں غلبہ ان شیطانوں اور لعنت مآبوں کا ہوگیا ہے، اللہ ہمیں ان ظالموں کا تختۂ مشق نہ بنائے، اور محض اپنے فضل سے کافروں سے نجات دے'' (۲)۔ اس کی تائید بجیرمی کے قول سے بھی ہوتی ہے۔

جمہور فقہاء کی بیان کردہ شرط بھی اہل فلسطین میں پوری نہیں ہوتی ہے۔

اس مسئلہ کی بابت شوافع کی رائے سب سے بہتر رائے ہے، اس لئے کہ وہ مقبوضہ علاقہ کی آزادی کی ذمہ داری تمام مسلمانوں پر ڈالتی ہے، ایسے علاقہ کو قیامت تک کے لئے دار الاسلام کا جزو لاینفک مانتی ہے، اسے دار الاسلام سے الگ نہیں بتاتی ہے، شیخ رشید رضا مصری اور ڈاکٹر وہبہ زحیلی نے اسی رائے کی تائید کی ہے۔

تفسیر المنار میں ہے: ''دار الاسلام...کی بابت چار آراء ہیں: پہلی رائے جو کہ جمہور فقہا

(۱) منقول از العلاقات الخارجیۃ فی دولۃ الخلافۃ، از ڈاکٹر عارف ابوعبید، دار ارقم کویت، طبع اول، ۱۴۰۴ھ، ص: ۶۰۔

(۲) ابراہیم حلبی: درالمنتقی فی شرح الملتقی ۱/ ۶۳۴۔

کی عبارتوں سے قریب تر ہے وہ یہ ہے کہ ہر وہ علاقہ جو اسلامی سلطنت کے تحت آجائے، وہاں اسلام کے احکام نافذ ہوں اور اس کے شعائر قائم ہوں دار الاسلام ہوجاتا ہے، دشمنوں کی جانب سے اس پر قبضہ کے وقت اس کا دفاع مسلمانوں پر فرض عین ہوتا ہے، جس کے ترک پر وہ گناہ گار ہوتا ہے، اس پر اگر غیروں کا قبضہ ہوجائے تو خواہ یہ قبضہ کتنا ہی پرانا کیوں نہ ہوجائے اس علاقہ کی واپسی کے لئے جہاد کرنے کا حکم ختم نہیں ہوتا ہے، اس رائے کے مطابق تمام دنیا کے مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اسلامی ممالک کے علاقوں پر سے استعماری ممالک کی حکومتیں اکھاڑ پھینکیں، وہاں اسلامی حکومت از سر نو قائم کریں اور اس سلسلہ میں اپنی تمام صلاحیتیں صرف کردیں، اگر آج وہ ایسا نہیں کرسکتے، تو پھر ان پر یہ فرض ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس کام کے لئے تیار کریں، ہر ممکنہ تیاری کریں اور مناسب وقت کا انتظار کریں''(۱)۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی نے اپنی کتاب آثار الحرب فی الفقہ الاسلامی میں لکھا ہے: ''دار الاسلام کی تعیین کے سلسلہ میں علماء کی چار آراء ہیں جن میں ہمارا مختار پہلی رائے ہے اس لئے کہ یہ رائے جمہور فقہاء کی عبارتوں سے قریب تر ہے، اس رائے کے مطابق ہر وہ علاقہ جو اسلامی حکومت کے تحت آجائے، اور وہاں اسلامی احکام نافذ نیز اسلامی شعائر قائم ہوں دار الاسلام ہوجاتا ہے، اس پر حملہ کی صورت میں اس کا دفاع مسلمانوں پر بقدر ضرورت فرض کفایہ ہے، اور اگر اس طرح دفاع ممکن نہ ہو تو پھر یہ فرض عین ہے۔ پھر جو شخص بھی اس سے روگردانی کرے گا وہ گناہ گار ہوگا، اس پر غیروں کے قبضہ سے اس کو واپس کرنے کے لئے قتال کرنے کا وجوب ختم نہیں ہوتا ہے، خواہ اس قبضہ پر جتنا طویل عرصہ کیوں نہ گزر جائے، لہذا آج کے فلسطین اور ماضی قریب کے الجزائر کو دار الاسلام ہی مانا جائے گا، اور باہر سے آنے والوں کو یہاں سے بے دخل کرنا مسلمانوں کی ذمہ داری ہے''(۲)۔

---

(۱) تفسیر المنار، دار المعرفۃ بیروت ۱۰/۳۱۶۔

(۲) ڈاکٹر وہبہ زحیلی: آثار الحرب فی الفقہ الاسلامی، دار الفکر، دمشق، طبع سوم، ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء، ص: ۱۶۹۔

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلامیت سرزمین فلسطین کی ایک لازمی صفت ہے جو غیروں کے قبضہ جیسے کسی سبب سے ختم نہیں ہوسکتی ہے اور یہ کہنا بالکل صحیح نہیں ہے:

''اس سے وہ اسلامی بستیاں مستثنیٰ ہیں جن پر اسرائیل نے یا کمیونسٹوں نے غلبہ کرلیا ہے اور ہاں شعائر اسلامی کی ادائیگی پر زبردستی روک لگا دی گئی ہے، اور اسی طرح یورپ کے عیسائی ممالک دار الاسلام نہیں ہیں، اس لئے کہ ان میں شعائر اسلامی کا ظہور بس حکومت کی جانب سے نظر انداز کرنے کی وجہ سے ہو رہا ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ ان علاقوں میں شعائر اسلامی پر قانونی ممانعت ہے''(۱)۔

اب جب سرزمین فلسطین کی بابت اس صفت (اسلامیت) کا بقا و تسلسل ثابت ہو گیا تو پھر تمام مسلمانوں پر اس اسلامی سرزمین کی آزادی اس سے قابضوں کو بھگانے اور اس میں اسلامی حکومت کے قیام کے لئے کوششیں کرنا واجب قرار پایا۔

فلسطین کی فتح اسلامی کے آثار:

مسجد اقصیٰ کے تقدس کے اضافہ اور فلسطین میں عام زندگی کے استحکام میں فلسطین کی اسلامی فتح کا بہت بڑا کردار ہے۔

اسلام میں مسجد اقصیٰ کا قیام:

مسلمانوں کے دلوں میں مسجد اقصیٰ کا مقام اسی وقت سے بہت بلند ہے جب رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ نماز میں اس کی جانب رخ کرتے تھے، اور جب آپ ﷺ نے اس کے مخصوص احکام بیان فرمائے تھے۔ اسی لئے حضرت عمرؓ نے فتح کے فوراً بعد چٹان کی صفائی کا حکم دے کر وہ گندگی وہاں سے ہٹوائی تھی جو نصاری یہودیوں کو تکلیف دینے کے لئے ڈالا

(۱) ڈاکٹر مصطفی وصفی: مصنفة النظم الاسلامیة، مکتبہ وہبہ، قاہرہ: طبع اول: ۱۳۹۷ھ/ ۱۹۷۷ء، ص: ۲۸۷۔

کرتے تھے، عبد الملک بن مروان نے مسجد اقصی کی تعمیر نو اور قبۃ الصخرہ کی تعمیر کرائی۔ اور مسلمانوں کی ہمیشہ سے یہ خواہش رہی ہے کہ مسجد اقصی نمازیوں سے آباد اور تمام مسلم زائرین کے لئے کھلی رہے۔

۱- مسجد اقصی کے مخصوص احکام:

الف: مسجد اقصی کی زیارت مستحب ہے:

نماز، دعا، ذکر، تلاوت، اور اعتکاف وروزہ جیسی مشروع عبادتوں کے لئے مسجد اقصی کی زیارت تمام مسلم علماء کے نزدیک متفقہ طور پر مستحب ہے، اس کی دلیل صحیحین میں مروی حضرت ابوہریرہؓ کی یہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''باقاعدہ سفر صرف تین مساجد کا ہی کیا جائے گا: میری یہ مسجد، مسجد حرام اور مسجد اقصی'' (۱)۔

ایک اور روایت میں ہے: ''تین مساجد کا سفر کیا جا سکتا ہے: کعبہ، میری یہ مسجد اور ایلیا کی مسجد'' (۲)۔

یہ حدیث دیگر مساجد پر ان تین مسجدوں کی فضیلت بتاتی ہے، اس لئے کہ یہ انبیاء علیہم السلام کی مسجدیں ہیں، یہ مسجدیں انبیاء نے ہی تعمیر کی ہیں، اور عبادت ونماز کے لئے ان کی زیارت کا حکم بھی ان نفوس قدسیہ نے ہی دیا ہے، کعبہ حضرت ابراہیمؑ نے بنایا تھا، مسجد اقصی حضرت سلیمانؑ نے بنائی تھی، مسجد نبوی رسول اللہ ﷺ نے بنائی تھی، اور صرف یہی تین مسجدیں ہیں جن کو انبیاء نے تعمیر کرایا اور جن کی زیارت کی دعوت انبیاء نے دی، اسی لئے ان تینوں کو ان کی جگہ سے ہٹانا جائز نہیں ہے (۳)۔

---

(۱) صحیح بخاری مع عینی ۷/۲۵۱، صحیح مسلم مع نووی ۹/۱۶۸، مسند احمد ۳/۲۳۴۔

(۲) مسلم مع نووی ۹/۱۶۸۔

(۳) ملاحظہ ہو: ابن تیمیہ: مجموع الفتاوی ۲۷/۳۵۳۔

مسجد اقصیٰ کی زیارت کے مستحب ہونے کا پتہ حاکم کی اپنی مستدرک میں روایت کردہ اس حدیث نبوی سے بھی چلتا ہے کہ '' حضرت سلیمانؑ نے جب بیت المقدس تعمیر کیا تو اللہ سے تین دعائیں کیں، جن میں سے دو تو اللہ نے قبول ہی کرلیں اور مجھے امید ہے کہ تیسری بھی قبول ہوئی ہوگی: انہوں نے اللہ سے ایسی بادشاہت مانگی جو بعد میں کسی کو نہ ملے، اللہ نے ایسی بادشاہت ان کو دے دی، انہوں نے اللہ سے ایسی قوت فیصلہ مانگی جو اللہ کے احکام کے مطابق فیصلوں کی صلاحیت دے، اللہ نے یہ دعا بھی قبول کرلی، ایک دعا انہوں نے یہ مانگی کہ جو شخص اس مسجد کا سفر صرف یہاں نماز پڑھنے کے لئے کرے اللہ اسے گناہوں سے پاک کرکے ایسا بے گناہ کردے جس طرح وہ اپنی پیدائش کے دن تھا، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ اللہ نے یہ تیسری دعا قبول فرمالی ہوگی'' (۱)۔

ابن تیمیہ کہتے ہیں: '' حضرت ابن عمر اس مسجد میں نماز پڑھنے آتے اور اس میں پانی نہ پیتے، تاکہ حضرت سلیمان کی دعا کے حق دار ٹھہریں، اس لئے کہ انہوں نے یہ دعا اس کے لئے کی تھی جو نماز پڑھنے کے لئے ہی آئے، اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ سفر میں نیت خالص ہو کسی دنیوی غرض یا بدعت کے لئے نہ آیا جائے''۔

زیارت بیت المقدس کے آداب:

زائر کو چاہئے کہ وہ کسی نبی یا غیر نبی کی قبر کو اور بیت المقدس کی چٹان کو نہ بوسہ دے اور نہ اس پر ہاتھ پھیرے، اور نہ ہی کسی نبی کی قبر یا اللہ کے کسی صالح بندے کے مقام پر نماز پڑھے۔

اسے یہ معلوم ہونا چاہئے کہ حج کے بعد بیت المقدس کا سفر کوئی خاص عبادت نہیں ہے، بعض لوگ حج کے بعد یہاں کے سفر کو جو '' تقدیس الحجۃ'' کہتے ہیں وہ بے اصل بات ہے۔

---

(۱) اس حدیث کا حوالہ پہلے گزر چکا ہے، یہ صحیح حدیث ہے۔

ب-مسجد اقصیٰ میں نماز کی فضیلت:

جب رسول اللہ ﷺ کو مکہ سے بیت المقدس لے جایا گیا تو آپ نے مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھی، پھر آپ نے دیکھا کہ تمام انبیاء آپ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے(۱)۔

حضرت عمرؓ نے بیت المقدس فتح کیا تو حضرت کعب الاحبار سے پوچھا کہ میں کہاں نماز پڑھوں، انہوں نے کہا: اگر آپ میری رائے مانیں تو چٹان کے پیچھے پڑھیں کہ ایسی صورت میں پورا اقدس آپ کے سامنے ہوگا، حضرت عمرؓ نے کہا: تم نے یہودیت سے مشابہ بات کہی، میں تو وہاں نماز پڑھوں گا جہاں رسول اللہ ﷺ نے پڑھی تھی، یہ کہہ کر آپ قبلہ کی جانب بڑھے اور آپ نے وہاں نماز پڑھی (۲)۔

مسجد اقصیٰ میں پڑھی گئی نماز پر کئی گنے ثواب کی بشارت متعدد احادیث میں دی گئی ہے، جن میں سے چند یہ ہیں:

۱-طبرانی نے حضرت میمونہ بن سعد سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! بیت المقدس کی بابت ہمیں بتایئے، آپ ﷺ نے فرمایا: وہ جائے حشر ونشر ہے، وہاں جاؤ تو اس میں نماز پڑھو کہ وہاں کی ایک نماز ہزار نمازوں کے برابر ہے، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! جو وہاں نہ جاسکے اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو وہاں نہ جاسکے وہ وہاں کے چراغوں کے لئے تیل بھیجے، جس نے وہاں تیل بھیجا تو وہ وہاں جانے والے کے مثل ہے۔

ہیثمی کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کی باندی میمونہ کی حدیث کا کچھ حصہ ابوداؤد نے نقل

---

(۱) مسند احمد ۱/ ۲۵۷۔

(۲) ہیثمی: مجمع الزوائد ۶/۴۔

کیا ہے، ابویعلی نے اسے ام المؤمنین حضرت میمونہ کی روایت سے مکمل نقل کیا ہے، واللہ اعلم، اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں(۱)۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسجد اقصی میں پڑھی گئی نماز مسجد حرام اور مسجد نبوی کے علاوہ دیگر مساجد میں پڑھی گئی نمازوں سے ایک ہزار گنا افضل ہے، کہ مسجد حرام کی نماز ایک لاکھ نمازوں کے برابر(۲) اور مسجد نبوی کی نماز ایک ہزار نمازوں کے برابر ہے(۳)۔ اسی طرح حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص زیارت نہ کر سکے وہ وہاں تیل بھیجے، تیل کا ذکر بطور مثال ہے، ورنہ اصل مقصد اس کو آباد رکھنے اور اس کے حالات بہتر کرنے کے لئے تعاون کرنا ہے۔

۲- طبرانی اور بزار نے حضرت ابودردا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسجد حرام میں نماز ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے، میری مسجد میں نماز ایک ہزار نمازوں کے برابر ہے اور بیت المقدس میں نماز پانچ سو نمازوں کے برابر ہے، یہ حدیث طبرانی نے المعجم الکبیر میں روایت کی ہے، اس کے رجال ثقہ ہیں، جن میں سے بعض پر کلام کیا گیا ہے اور یہ حدیث حسن ہے(۴)۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد اقصی میں نماز کا ثواب سوائے مسجد حرام اور مسجد نبوی کے دیگر مساجد کے بالمقابل پانچ سو گنا ہے، ابن تیمیہ کہتے ہیں: مسجد اقصی کے سلسلہ میں صحیح

(۱) حوالہ بالا، مسند احمد(۲۸۱۷۸)، یہ روایت طبرانی کی المعجم الکبیر، ابونعیم کی معرفۃ الصحابہ اور طبرانی کی مسند الشامیین میں روایت کی گئی ہے۔

(۲) جراعی: تحفۃ الراکع والساجد فی احکام المساجد، المکتب الاسلامی، بیروت، طبع اول ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱، ص:۱۳۸۔

(۳) ایضاً۔

(۴) ہیثمی: مجمع الزوائد ۴/۷، الجامع لشعب الایمان از بیہقی: ۷/۱۰(۳۸۴۵)۔

بات پانچ سو گنے کی ہے(۱)۔

۳- ابن ماجہ نے اپنی سنن میں حضرت انس بن مالک سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: انسان کے اپنے گھر میں نماز پڑھنے پر ایک نماز کا ثواب ملتا ہے، محلوں کی مسجد میں پڑھی جانے والی نماز کا ثواب ۲۵ گنا ہے، جمعہ والی مسجد میں نماز کا ثواب پانچ سو گنا ہے، مسجد اقصی کی نماز پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے، اور مسجد حرام میں پڑھی جانے والی نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کا ہے''۔ یہ حدیث ضعیف ہے، اس لئے کہ اس کا ایک راوی ابوخطاب دمشقی ہے جو غیر معروف ہے(۲)۔

درج بالا تفصیل سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ مسجد اقصی میں نماز کی فضیلت کی بابت وارد احادیث میں زیادہ صحیح پہلی اور دوسری حدیثیں ہیں، اور یہ دونوں مسجد اقصی میں پڑھی جانے والی نماز کی فضیلت واضح طور پر بتاتی ہیں، اللہ کی رضا اور ثواب کے حصول کے لئے مسلمان چہار دانگ عالم سے وہاں آتے تھے، ان میں سے کوئی ثواب کی کسی متعینہ مقدار کو اپنا نصب العین نہیں بناتا تھا، اس لئے کہ اللہ ایک نیکی کا ثواب کئی گنا دیتا ہے، اور اجر وثواب کسی متعین عدد کے پابند نہیں ہوتے ہیں، نیز اصول فقہ میں علماء نے لکھا ہے کہ عدد معتبر نہیں ہوتا ہے، اصل مقصود اجر وثواب کی زیادتی کا بیان ہے، واللہ اعلم۔

ج- اسرائیلی ویزے سے بیت المقدس کی زیارت کا حکم:

اس موقع پر ایک سوال یہ سامنے آتا ہے کہ اسرائیلی ویزا لے کر نماز پڑھنے کے لئے بیت المقدس اور اس کے مضافات میں جانے کا حکم کیا ہے؟

اسرائیل سے ویزا لے کر عربوں اور مسلمانوں کے ذریعہ مسجد اقصی اور قدس کی زیارت

(۱) جراعی: تحفۃ الراکع والساجد ص: ۱۸۰، الفتاوی الکبری، از ابن تیمیہ: باب صلاۃ الجماعۃ۔

(۲) حوالہ بالا، اور سنن ابن ماجہ (۱۴۱۳)۔

کئے جانے کی بابت زبردست اختلاف سامنے آیا ہے،بعض معاصرین نے اس کی اجازت دی ہے،جن میں ان حضرات کے اسماء بھی شامل ہیں: ڈاکٹر محمود حمیدی زقزوق (مصری وزیر اوقاف) ڈاکٹر مصطفیٰ شکعہ (ممبر مجمع البحوث الاسلامیہ ازہر)، ڈاکٹر سالم عبد الجلیل (مصر کی وزارت اوقاف میں دعوتی امور سے متعلق سکریٹری)، ڈاکٹر محمود ہباش (رام اللہ کی فلسطینی اتھارٹی میں وزیر اوقاف)، اور ڈاکٹر شیخ تیسیر رجب تیمی (قاضی القضاۃ فلسطین، اور المجلس الاعلی للقضاء الشرعی کے سربراہ)۔ ڈاکٹر زقزوق نے مصریوں اور تمام دنیا کے مسلمانوں سے قدس کی زیارت کی اپیل کی، اور اس کی بنیاد یہ بتائی کہ بیرونی ممالک کے مسلمانوں کے وہاں جانے سے دنیا کو یہ پیغام ملے گا کہ قدس کا مسئلہ تمام مسلمانوں کا مسئلہ ہے، انہوں نے وزارت اوقاف کی المجلس الاعلی للشؤون الاسلامیہ میں قائم لجنۃ الفکر الاسلامی کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی کانفرنس بعنوان: ''قدس کا مستقبل'' میں کہا: مسلمانوں پر قدس کی زیارت واجب ہے خواہ اس کے لئے انہیں اسرائیل سے ویزا ہی کیوں نہ لینا پڑے، اس لئے کہ قدس کا مسئلہ اہم ترین اسلامی مسائل میں سے ایک ہے، اس مسئلہ کا امت سے ناقابل فراموش تعلق ہے، پھر قدس اولین قبلہ بھی ہے، نیز یہ مسئلہ صرف فلسطینی یا عربی مسئلہ نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق پوری دنیا کے ہر مسلمان سے ہے''۔ انہوں نے مزید کہا: ''میرا ایک نقطۂ نظر ہے جسے میں بار بار دہراتا ہوں، اور وہ یہ ہے کہ مسلمانوں پر قدس کی زیارت واجب ہے اس لئے کہ قدس کا مسئلہ صرف فلسطینیوں کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ تمام دنیا کے مسلمانوں کا ہے، مسلمانوں کے ذریعہ وہاں کی زیارت سے دنیا کو یہ پیغام جائے گا کہ یہ مسئلہ ہم سب کا ہے''۔ انہوں نے کہا: افسوس کہ پہلے جب میں نے یہ بات کہی تھی لوگوں نے آسمان سر پر اٹھالیا تھا اور میرے اوپر اسرائیل کو تسلیم کر لینے کا الزام لگایا گیا تھا۔ لیکن اس سب کے باوجود میں اپنی رائے سے نہیں ہٹوں گا، میرا مقصد صرف قدس کی حفاظت اور اسرائیل کے ذریعہ اس کے تشخص کو ختم کرنے کی لگاتار کوششوں کے سامنے قدس اور باشندگان قدس کو تنہا نہ

چھوڑنا ہے''۔ڈاکٹر سالم عبدالجلیل نے اسرائیل سے ویزا لے کر قدس کے سفر کرنے کو جائز قرار دیتے ہوئے اسے رسول اللہ ﷺ کے اس سفر مکہ پر قیاس کیا ہے جو آپ نے عمرہ کے لئے اس وقت کیا تھا جب وہاں مشرکین مکہ کا غلبہ تھا، ڈاکٹر محمود ہباش نے مصری وزیر اوقاف کے ذریعہ کی گئی اس اپیل کی تائید کی ہے جس میں انہوں نے اسرائیل سے ویزا لے کر مسجد اقصی کی زیارت کی اپیل کی تھی، اس لئے کہ اس سے باشندگان قدس کے حوصلے بلند ہوں گے اور ان کے عزم کو مدد ملے گی۔شیخ تمیمی نے کہا ہے:''عربوں، مسلمانوں اور عیسائیوں پر قدس اور وہاں کے مقدس مقامات کی حفاظت کے لئے وہاں کا سفر کرنا اور کچھ مدت وہاں قیام کرنا واجب ہے، تاکہ وہاں کے باشندگان کو ان اسرائیلی پالیسیز سے بچایا جاسکے جو وہ اصل باشندگان قدس کو قدس سے جبریہ بے دخل کرنے کے لئے کرتا ہے، شیخ تمیمی نے'' المرکز الاعلامی والثقافی الفلسطینی''میں منعقد ایک پریس کانفرنس میں قدس کی آزادی سے پہلے وہاں کے سفر کو حرام کہنے کے اپنے پرانے فتوے سے اس بنیاد پر رجوع کرنے کا اعلان کیا کہ اس وقت قدس کا سفر وہاں کے باشندوں کی مدد کرے گا اور قدس کے لئے حمایت بڑھانے کا سبب بنے گا، شیخ تمیمی نے اس مدد اور حمایت کو ہی فلسطینی مسئلہ کی اساس قرار دیا، اور کہا کہ عرب اسرائیل تنازعہ کو حل کرنے کے لئے قدس کو فلسطین کی راجدھانی ماننا ضروری ہے، اس قول کے قائلین مندرجہ ذیل دلیلوں سے استدلال کرتے ہیں:

۱- قدس اور مسجد اقصی کی زیارت کے لئے مجبوراً اسرائیلی ویزا لینے کو یہ حضرات رسول اللہ ﷺ کے اس سفر پر قیاس کرتے ہیں جو آپ نے عمرہ کی ادائیگی کے لئے اس وقت کیا تھا جب مکہ مکرمہ مشرکین کے قبضہ میں تھا، اور خانہ کعبہ میں دسیوں بت تھے، جب رسول اللہ ﷺ مکہ کی حدود میں پہنچے تو مشرکین نے ان کو وہاں اپنی اجازت کے بغیر داخل ہونے سے روکا، اس کو رسول اللہ نے خونریزی سے بچنے کے لئے قبول کرلیا اور آپ نے اگلے برس ۶ ھ میں عمرہ ادا کیا۔

۲- قدس کا مسئلہ نہایت اہم اسلامی مسئلہ ہے، جس کا تعلق صرف عربوں یا فلسطینیوں سے نہ ہوکر پوری دنیا کے تمام مسلمانوں سے ہے، اسے کوئی فراموش نہیں کرسکتا ہے، اس لئے کہ قدس اولین قبلہ ہے، اور اس کی مسجد حرمین کے بعد سب سے افضل ہے۔

۳- قدس کی زیارت باشندگان قدس کا حوصلہ بڑھائے گی اور وہاں جمے رہنے کے ان کے عزم کو اس سے تقویت ملے گی۔

دوسری جانب ڈاکٹر محمد سید طنطاوی (سابق شیخ الازہر) ڈاکٹر احمد طیب (موجودہ شیخ الازہر)، ڈاکٹر یوسف القرضاوی (صدر الاتحاد العالمی لعلماء المسلمین، اور صدر مجلس امناء موسسۃ القدس الدولیۃ)، شیخ حامد البیتاوی (خطیب مسجد اقصی اور صدر رابطہ علماء فلسطین)، ڈاکٹر نصر فرید واصل (سابق مفتی مصر) اور ڈاکٹر احمد عمر ہاشم (رکن مجمع البحوث الاسلامیہ) سمیت معاصر علماء کی اکثریت اسرائیلی ویزا لے کر قدس اور مسجد اقصی کی زیارت کو ناجائز قرار دیتے ہیں، ڈاکٹر محمد سید طنطاوی کہتے ہیں: ''یہ سفر اسرائیلی حکومت کے تحت ہی ہوسکتا ہے، یہ رائے اس رائے کے حامل تمام علماء ازہر کی ہے''۔ ۲۶/۴/۲۰۰۹ء کو عربیہ ڈاٹ نٹ کے لئے اپنے مخصوص بیان میں موصوف نے کہا: ''کیا میں اسرائیلی قبضہ کی بیڑیوں کے اسیر شہر قدس کے سفر کو اس لئے ممنوع قرار دیتا ہوں کہ اس کا مطلب ہے اسرائیلی قبضہ کی قانونی حیثیت کا اعتراف اور اس کے ظالمانہ اقتدار کو تسلیم کرنا۔ وہ مزید کہتے ہیں: ''قدس عربوں کا ہے، تمام حقائق یہی بتاتے ہیں، اس لئے یہ ضروری ہے کہ اسرائیل کی مقبوضہ عرب اراضی کو واپس لانے کے لئے تمام مشروع وسائل اختیار کئے جائیں، اور تمام عرب ان ظالموں کے خلاف متحد ہوجائیں جو بے گناہوں کا خون بہاتے ہیں، ان پر خوف ودہشت طاری کرتے ہیں اور بنا کسی سبب کے بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کا قتل کرتے ہیں''۔ ڈاکٹر نصر فرید واصل نے بھی عصر حاضر میں قدس کی زیارت کو قطعی ممنوع قرار دیا ہے، انہوں نے عربیہ ڈاٹ نٹ سے گفتگو کرتے ہوئے کہا: ''میں

قدس اور مسجد اقصی کا سفر اسی وقت کروں گا جب وہ اسرائیلی قبضہ سے آزاد ہوں گے، اس لئے کہ میرا یا کسی بھی مسلمان کا وہاں جانا قبضہ کو تسلیم کرنا اور اس کی قانونی حیثیت کا اعتراف ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ: ''لیکن ان شاء اللہ میں اور ہم سب لوگ اس وقت وہاں کا سفر کریں گے جب وہ آزاد ہوگا اور مسلمانوں کا اقتدار وہاں قائم ہوگا اور وہاں کا اس وقت کا مسلم حکمراں ہمیں وہاں بلائے گا، یہ مقدس شہر مسلمانوں کی گردنوں پر ایک امانت ہے، اور ہم سب کو اس کی آزادی اور اس کی بازیافت کے لئے اپنی تمام محنتیں اور صلاحیتیں صرف کردینی چاہئیں۔ علامہ ڈاکٹر یوسف القرضاوی نے منگل ۱۳/۷/۲۰۱۰ء کو اسرائیلی ویزا لے کر قدس کے سفر کو حرام قرار دینے والے اپنے فتوے کی تجدید کی، انہوں نے قدس کے مقبوضہ رہتے ہوئے وہاں کے سفر کو حرام اور عار کہا، اور اس بات پر اپنی حیرت کا اظہار کیا کہ بعض علماء اسرائیلی ویزہ لے کر قدس کا سفر کرنے کی اپیل کررہے ہیں، اور اسے فلسطینیوں کی مدد قرار دے رہے ہیں، حالانکہ اگر یہ حضرات مسئلہ کو صحیح طریقہ پر سمجھتے اور یہ جانتے کہ اس کے نتیجے میں اسرائیل کو قانونی حیثیت دینا لازم آتا ہے اور اس سے وہاں کی سیاحت کو اضافہ ملتا ہے تو وہ یقیناً ایسے سفر کو حرام ہی قرار دیتے۔ شیخ قرضاوی نے اس بات پر زور دیا کہ قدس کا دفاع ہر مسلمان پر فرض ہے، انہوں نے کہا: ''اصل شرعی حکم یہ ہے کہ جب کسی مسلم ملک میں دشمن داخل ہوجائیں اور اس کے کسی چھوٹے بڑے علاقہ پر قبضہ کرلیں تو اس علاقہ میں قیام پذیر تمام مسلمانوں پر جہاد واجب ہوگا، اگر وہاں کے مسلمان دشمنوں کو نہ نکال سکیں تو تمام مسلمانوں پر ان کی مدد کرنا ان کے ساتھ جہاد کرنا واجب ہے۔ انہوں نے کہا کہ غیر فلسطینیوں کے لئے قدس کی زیارت اس وقت تک حرام ہے جب تک اسرائیل کا اس پر قبضہ ہے، اور جب تک وہاں کے مسافر کو اسرائیلی سفارت خانہ سے ویزا لینا پڑے، انہوں نے مزید کہا: یہ بات نہایت شرم کی ہے کہ مسلمان اسرائیلی اقتدار کو قبول کرے، مسلمان کو اس بات کا احساس کرنا چاہئے کہ سفر قدس اس کے لئے ممنوع ہے، اسے یہاں کا سفر مسلم حکومت کے تحت کرنا

چاہئے، میرے لئے کسی مسلمان کا یہ عمل نا قابل قبول ہے کہ وہ اسرائیل کے سفارت خانہ جا کر اسرائیلی ویزے کے لئے درخواست دے اور سیاحت کو فروغ دے''۔ شیخ قرضاوی اسرائیلی ویزے کے ساتھ قدس کی زیارت کو پہلے بھی یہ کہہ کر حرام قرار دے چکے ہیں: ''ہم اقصی میں تبھی نماز پڑھیں گے جب قدس آزاد ہوگا''۔ اس قول کے قائلین مندرجہ ذیل دلائل سے استدلال کرتے ہیں:

۱- قدس کے سفر کے لئے ویزا لینے کی غرض سے مسلمان کا اسرائیل کے سفارت خانہ جانے کا مطلب ہے کہ وہ فلسطین اور قدس پر اسرائیلی قبضہ کو قانونی تسلیم کرتا ہے، اور یہ بات فلسطینی سرزمین کے ہر حصہ پر قبضہ کے مقابلہ کے وجوب کی خلاف ورزی ہے۔

۲- اس طرح قدس کا سفر کرنے کا مطلب ہے اسرائیلی سیاحت کو فروغ دینا، اور اس اسرائیلی معیشت کو تقویت دینا جس کا اکثر حصہ فلسطینیوں کو قتل کرنے پر خرچ کیا جاتا ہے۔

۳- مسلمانوں کو قدس کے سفر سے روکنے کے نتیجے میں ان کو یہ احساس ہوگا کہ یہ علاقہ مقبوضہ ہے، اور اسے قابض صہیونیوں سے آزاد کرانا لازمی ہے۔

مذکورہ بالا دونوں اقوال اور ان کے دلائل پر غور کرنے کے بعد میرے نزدیک اس سفر کو ممنوع قرار دینے کی رائے ہی زیادہ قرین صواب ہے، اس لئے کہ اس سفر کے حکم شرعی کی تعیین کی اصل بنیاد ''صہیونی قبضہ کو قبول کرنا'' ہے، چونکہ اس سفر کے نتیجے میں صہیونی قبضہ کو قبول کرنا اور قدس، مسجد اقصی نیز بقیہ فلسطین پر صہیونی قبضہ کا اعتراف لازم آتا ہے، اس لئے یہ جائز نہیں ہے، اور پھر چونکہ کوئی مسافر فلسطین اور قدس میں تبھی داخل ہوسکتا ہے جب وہ مقبوضہ علاقہ میں قابض حکومت سے یا کسی دیگر ملک میں اس حکومت کے کسی سفارت خانے سے ویزا لے تو تمام دنیا کے مسلمانوں کے لئے اس سفر وزیارت کے لئے ویزا لینا ناجائز ہے، اگر اس سفر کی کوئی ایسی صورت ممکن ہو جس کے نتیجہ میں اسرائیلی دشمن کو قبول کرنا لازم نہ آئے مثلاً کسی مسافر کے پاس اسرائیلی

پاسپورٹ ہو یا اسرائیلی آئی کارڈ ہو جیسے ۱۹۴۸ء سے پہلے سے مقبوضہ چلے آرہے علاقوں میں مقیم فلسطینی یا وہ فلسطینی جو کہیں باہر رہتا ہے اور اس کے پاس پہلے سے ہی آنے جانے کی اجازت ہے تو ایسے لوگوں کے لئے قدس اور مسجد اقصی کی زیارت اور وہاں نماز پڑھنے کے لئے جانا جائز ہے، بلکہ صہیونی حرکتوں سے اس شہر مقدس کے اسلامی تشخص کی حفاظت کے لئے ان لوگوں کا جانا واجب ہے۔ مقبوضہ علاقوں کے مسلمان ۱۹۴۸ء سے تحریک اسلامی کے قائد شیخ رائد صلاح کی راہ نمائی میں کررہے ہیں، یہی وقت کا تقاضا ہے اور یہ مسجد اقصی کے رباط (حفاظت) کا مصداق ہے۔ اسرائیلی ویزے سے قدس کے سفر کو عمرہ کی ادائیگی کے لئے رسول اللہ ﷺ کے اس سفر مکہ پر قیاس کرنا جو مکہ پر مشرکین کے اقتدار کے وقت کیا گیا تھا صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ مشرکین مکہ مکہ کے باشندے تھے، جب کہ یہودی فلسطین اور قدس پر غاصب ہیں، اس کو یہودیا رہے ہیں، مسجد اقصی کے نیچے سرنگیں کھودرہے ہیں، فلسطینی نوجوانوں کو نماز پڑھنے سے روک رہے ہیں، بلکہ وہاں کے باشندوں کو جلاوطن کررہے ہیں، اور ان کے گھروں کو زمین بوس کررہے ہیں، جو لوگ مقبوضہ قدس واقصی کے سفر کی اسرائیلی ویزے سے اجازت دے رہے ہیں وہ اسرائیلی دشمن کو گویا کہ سیاسی طور پر قبول کررہے ہیں، اور اس کے ساتھ پرامن تعاون کے حامی ہیں۔ ایک بات یہ بھی غور کرنے کی ہے کہ مصری وزیر اوقاف کی اس اپیل کے جاری ہوتے ہی اسرائیل نے فوراً ہی اس کا زبردست استقبال کیا، جب کہ وہ باشندگان قدس کو اقصی کی زیارت اور وہاں نماز پڑھنے سے روکتا ہے، شہر قدس کے اندر ہزاروں مکانات اپنے لوگوں کے لئے بنارہا ہے اور مسجد اقصی کو شہید کرکے اس کے ملبے پر نام نہاد ہیکل بنانے کی تیاری کررہا ہے، جہاں تک اہل قدس کے حوصلے بلند کرنے کی بات ہے تو اسرائیلی ویزے کے ساتھ قدس کی زیارت سے ایسا نہیں ہوگا، بلکہ اس کے لئے ان کی مادی مدد کرنی ہوگی، اور یہودیوں کے ساتھ نرم رویہ اختیار کرنے والی حکومتوں سے اپنا رویہ ترک کرنے کا مطالبہ کرنا ہوگا۔

مسجد اقصی سے حج وعمرہ کا احرام باندھنا مستحب ہے:

۱- ابوداؤد نے ام المومنین حضرت ام سلمہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جس شخص نے حج یا عمرہ کے لئے رخت سفر مسجد اقصی سے باندھا اس کے تمام پچھلے اور اگلے گناہ معاف ہوجائیں گے، یا آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے لئے جنت واجب ہوجائے گی''(۱)۔

۲- امام احمد نے حضرت ام سلمہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے بیت المقدس سے احرام باندھا اس کے تمام پچھلے گناہ معاف ہوجائیں گے''(۲)۔

۳- ابن ماجہ نے حضرت ام سلمہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص عمرہ کے سفر کا آغاز بیت المقدس سے کرے گا تو اس کا یہ عمل پچھلے گناہوں کا کفارہ ہوجائے گا۔

۴- ان احادیث پر صحابہ، تابعین اور اسلاف میں سے بکثرت لوگوں نے عمل کیا ہے جن میں حضرت ابن عمر، حضرت معاذ بن جبل، حضرت کعب الاحبار اور امام وکیع وغیرہ کے اسماء گرامی شامل ہیں۔

مقدسی نے فضائل القدس میں اپنی سند سے حضرت نافع سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عمر نے تحکیم والے سال بیت المقدس سے احرام باندھا تھا۔ ایک اور روایت میں حضرت سالم نے حضرت ابن عمر کی بابت یہ بتایا ہے کہ انہوں نے بیت المقدس سے عمرہ کا احرام باندھا تھا(۳)،

---

(۱) سنن ابوداؤد: ۲/ ۱۴۴، بیہقی: السنن الکبری ۵/ ۳۰، ابوداؤد نے لکھا ہے: اللہ وکیع کو غریق رحمت کرے انہوں نے بیت المقدس سے احرام باندھا تھا۔

(۲) مسند احمد: ۲۹۹/۵، ارناووط نے لکھا ہے: یہ حدیث ام حکیم کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے، ام حکیم حکیمہ بنت امیہ بن اخنس ہیں۔

(۳) ضیاء الدین مقدسی: فضائل بیت المقدس، دار الفکر، دمشق، طبع اول، ص: ۸۹۔

ابن حزم کہتے ہیں: ''حضرت ابن عمر کا بیت المقدس سے احرام باندھنا صحیح سند سے مروی ہے(۱)، ابن حزم نے اپنی سند سے حضرت عبداللہ بن ابی عمار کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ وہ حضرت معاذ بن جبل اور حضرت کعب الخیر کے ساتھ تھے،'' ان دونوں نے عمرہ کا احرام بیت المقدس سے باندھا اور عبداللہ بن ابی عمار نے بھی ان لوگوں کے ساتھ ہی احرام باندھا'' (۲)۔

امام ابوداؤد نے تحریر فرمایا ہے: ''اللہ وکیع کو غریق رحمت کرے انہوں نے بیت المقدس سے احرام باندھا تھا'' (۳)۔

امام احمد نے مسند میں روایت کیا ہے کہ ام حکیم بنت امیہ بن اخنس بیت المقدس گئیں اور وہاں سے عمرہ کے لئے رخت سفر باندھا (۴)۔

اس مسئلہ کی بابت فقہاء کی آراء:

میقات سے پہلے ہی حج اور عمرہ کے احرام باندھنے کے جواز پر علماء کا اجماع، یہ اجماع بہت سے علما مثلاً: ابن منذر اور خطابی نے نقل کیا ہے، ابن منذر کہتے ہیں: ''اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ میقات سے پہلے ہی احرام باندھ لینے والا محرم ہے'' (۵) اس رائے کی مخالفت صرف داؤد ظاہری نے کی ہے، پھر ابن حزم نے ان کی رائے کا اتباع کیا ہے، انہوں نے لکھا ہے: ''اگر کوئی شخص میقات سے پہلے احرام باندھ لے اور پھر میقات پر سے گزرے تو اس کا احرام معتبر نہ ہوگا اور اس کے عمرہ کا بھی کوئی اعتبار نہ ہوگا، الا یہ کہ میقات سے گزرتے وقت تجدید

(۱) نووی: المجموع شرح المہذب ۷/۲۰۱، عراقی: طرح التثریب فی شرح التقریب ۵/۶۔

(۲) ابن حزم: المحلی ۷/۷۳۔

(۳) سنن ابوداؤد ۲/۱۴۴۔

(۴) مسند احمد ۶/۲۹۹۔

(۵) عراقی: طرح التثریب ۵/۶، ابن قدامہ: المغنی ۳/۲۶۴۔

احرام کی نیت کرے، ایسا کرنا جائز ہے، اور ایسی صورت میں احرامِ حج وعمرہ صحیح ہوگا''(۱)۔

لیکن ابن حزم کی یہ رائے (بقول امام نووی وغیرہ کے) پچھلے علماء کے اجماع کی وجہ سے نا قابل قبول ہے(۲)۔

میقات سے احرام باندھنا افضل ہے یا میقات سے پہلے سے احرام باندھنا (مثلاً اپنے گھر سے یا بیت المقدس وغیرہ سے)؟ اس سلسلے میں علماء کا اختلاف ہے، احناف اور بعض شوافع کی رائے یہ ہے کہ میقات سے پہلے احرام باندھنا افضل ہے، لہذا انسان کو اپنے گھر سے یا بیت المقدس سے احرام باندھنا چاہئے اس لئے کہ اس میں زیادہ تعظیم اور زیادہ مشقت ہے، اور اجر بقدر مشقت ہی ملتا ہے، ان حضرات نے بیت المقدس سے احرام باندھنے سے متعلق مذکورہ بالا حدیثوں اور ابن عمر، معاذ بن جبل وکعب الاحبار رضی اللہ عنہم سمیت متعدد صحابہ، تابعین اور اسلاف کے عمل سے بھی استدلال کیا ہے(۳)۔

مالکیہ، حنابلہ اور بعض شوافع کی رائے یہ ہے کہ میقات سے احرام باندھنا افضل ہے، اور اپنے علاقہ یا بیت المقدس وغیرہ سے احرام باندھنا مکروہ ہے، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضوان اللہ علیہم میقات سے ہی احرام باندھتے تھے، اور یہ حضرات افضل اعمال پر ہی عمل پیرا تھے(۴)۔

جائزہ:

فریق ثانی نے بیت المقدس سے عمرہ یا حج کے لئے رخت سفر باندھنے کی احادیث پر

(۱) ابن حزم: المحلی ۷/ ٦٣۔

(۲) نووی: المجموع ۷/ ۱۸۲، عراقی: طرح التثریب ۵/ ٦۔

(۳) حاشیہ ابن عابدین ۲/ ۴۷۸، زرکشی: اعلام مساجد باحکام المساجد: ۲۸۹۰۔

(۴) ابن جزی: قوانین الاحکام ص: ۱۴۹، ابن قدامہ: المغنی ۳/ ۲٦۵، ابن مفلح: المبدع ۳/ ۱۱۳، جراعی: تحفۃ الراکع والساجد، ص: ۱۸۸، نووی: المجموع ۷/ ۱۷۹، عراقی: طرح التثریب ۵/ ٦۔

کلام کیا ہے، ان میں سے بعض نے ان احادیث کوضعیف کہا اور بعض نے ان کو دوسرے معنی پر محمول کیا ہے۔

جن حضرات نے ان روایات کوضعیف کہا ہے ان کا کہنا ہے کہ ابوداؤد کی روایت میں ابن ابی فدیک اور یحییٰ بن ابی سفیان اخنسی ہیں، ابن سعد نے ابن ابی فدیک کے بارے میں کہا ہے کہ وہ حجت نہیں ہے(۱)، اور ابن حزم وغیرہ نے لکھا ہے: یحییٰ بن ابی سفیان اخنسی مجہول ہیں(۲)۔

اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ ابن ابی فدیک ثقہ ہیں، صحاح ستہ میں ان کی روایات لی گئی ہیں، ان کے بارے میں نسائی نے لکھا ہے کہ ان میں کوئی حرج نہیں ہے، ابن حبان نے ان کا تذکرہ ثقات میں کیا ہے، ابن معین نے ان کو ثقہ کہا ہے(۳)، اخنسی مدینہ کے ایک بزرگ ہیں، ابن حبان نے ان کا تذکرہ ثقات میں کیا ہے، ذہبی نے لکھا ہے: انہیں ثقہ کہا جاتا ہے(۴)۔ لہذا ابوداؤد کی روایت سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔

جہاں تک امام احمد کی روایت کا تعلق ہے تو ان کی سند میں ابن لہیعہ ہیں(۵)، اور ان کی بابت محدثین کا کلام معروف ہے، جن حضرات نے ان احادیث کے دوسرے معنی لئے ہیں ان میں ایک نام قاضی ابویعلی حنبلی کا بھی ہے، انہوں نے لکھا ہے کہ ان احادیث میں رخت سفر باندھنے یعنی سفر شروع کرنے کا تذکرہ ہے(۶)، لہذا ان میں بیان کی گئی فضیلت وہاں سے سفر

(۱) ابن مفلح: المبدع ۳/ ۱۱۳، ابن حجر: تہذیب التہذیب ۹/ ۶۱۔

(۲) ابن حزم: المحلی ۷/ ۴۷۔

(۳) ابن مفلح: المبدع ۳/ ۱۱۳، ابن حجر: تہذیب التہذیب ۹/ ۶۱۔

(۴) شوکانی: نیل الاوطار ۴/ ۳۳۳، ابن حجر: تہذیب التہذیب ۱۱/ ۳۰۴، مناوی: فیض القدیر ۶/ ۹۱۔

(۵) جراعی: تحفۃ الراکع ص: ۱۸۸۔

(۶) ابن مفلح: المبدع ۳/ ۱۱۳، جراعی: تحفۃ الراکع ص: ۱۸۸۔

حج یا سفر عمرہ کا آغاز کرنے کی ہے احرام باندھنے کی نہیں، احرام میقات سے ہی باندھا جائے گا، لیکن اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ بعض حدیثوں میں احرام باندھنے کی صراحت ہے، لہذا احرام باندھنا ہی مراد ہوگا۔

درج بالا تفصیل کی بنیاد پر یہ بات طے ہو جاتی ہے کہ ابوداؤد کی روایت قابل استدلال ہے، اور اس وجہ سے بیت المقدس سے حج یا عمرہ کا احرام باندھنے کی ایک خاص فضیلت (یعنی گناہوں کی معافی) ہے، اس فضیلت کا سبب یہ ہے کہ ایسا شخص دنیا کے افضل ترین مقامات میں سے دو یعنی بیت المقدس اور مکہ مکرمہ میں سے ایک سے اپنے سفر کا آغاز کر کے دوسرے پر اپنا سفر ختم کرتا ہے، ایک ہی احرام میں افضل ترین مساجد میں سے دو یعنی مسجد اقصی اور مسجد حرام میں نماز پڑھتا ہے، ابن قدامہ نے لکھا ہے: ''اس فضیلت کے بیت المقدس کے ساتھ خاص ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں ایک ہی احرام میں دو مسجدوں میں نماز پڑھی جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ ابن عمر نے وہاں سے احرام باندھا تھا، اور وہاں کے علاوہ سوائے میقات کے کہیں اور سے وہ احرام نہ باندھتے تھے'' (۱)۔ عصر حاضر میں مسجد اقصی پر یہودیوں کے قبضہ کا تسلسل اس حکم پر مسلمانوں کے ذریعہ عمل آوری سے مانع ہے، اس لئے مسلمانوں پر یہ واجب ہے کہ وہ مسجد اقصی کو غاصبوں کے قبضہ سے آزاد کرانے کے لئے جدوجہد کریں، تاکہ مسجد اقصی پھر اپنی فطری صورت حال میں واپس ہو سکے، اور پوری دنیا کے مسلمان رسول اللہ ﷺ کی ہدایت کے مطابق اپنی عبادتیں ادا کر سکیں۔

نیکی کی طرح گناہ میں بھی اضافہ:

متعدد علماء سلف سے مروی ہے کہ بیت المقدس میں اجر و ثواب کی طرح گناہ میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے، اور اس کی وجہ اس مقام کی عظمت و فضیلت ہے۔

(۱) ابن قدامہ: المغنی ۳/ ۲۶۵۔

ابوبکر واسطی نے حضرت نافع سے نقل کیا ہے کہ ہم بیت المقدس میں تھے کہ مجھ سے حضرت ابن عمرؓ نے ارشاد فرمایا: ''اے نافع! ہمیں یہاں سے لے چلو، اس لئے کہ یہاں نیک اعمال کے اجر کی طرح برے اعمال کی سزا میں بھی اضافہ ہوتا ہے'' (۱)۔ حضرت کعب الاحبار کی بابت روایت ہے کہ وہ حمص سے بیت المقدس نماز پڑھنے کی نیت سے جاتے تو ایک میل دور سے ہی ذکر و تلاوت اور عبادت میں مشغول ہوجاتے، اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا جب آپ واپسی میں اتنی ہی دور تک نکل جاتے، اور آپ کہا کرتے تھے: ''یہاں کئے گئے گناہوں کی سزا کی مقدار میں بھی اضافہ ہوتا ہے'' (۲)۔ ابن جوزی نے اسماعیل بن عیاش سے روایت کیا ہے کہ میں نے جریر بن عثمان اور صفوان بن عمرو دونوں کو یہ کہتے ہوئے سنا: ''بیت المقدس میں نیکی اور گناہ دونوں کی جزا ایک ہزار گنا ہوتی ہے'' (۳)۔

بعض حضرات کا خیال ہے کہ: مقدس مقامات میں کئے گئے گناہوں کی مقدار میں اضافہ نہیں ہوتا ہے، اس لئے کہ اللہ تعالی کا عام ارشاد ہے: ﴿**ومن جاء بالسيئة..... وهم لا يظلمون**﴾ (انعام: ۱۶۰) (جو لوگ گناہ لے کر آئیں گے ان کو گناہ کے بقدر ہی پاداش ملے گی، اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا)، اور ایک حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ''اللہ تعالی نے نیک اعمال اور گناہ کے اعمال طے کئے اور پھر ان کی وضاحت کی، پس جو کوئی نیکی کا ارادہ کرے گا لیکن اسے کرے گا نہیں، اللہ اس کے حصہ میں پوری نیکی لکھ دیں گے، اور اگر کوئی شخص نیکی کا ارادہ کر کے اس پر عمل کر لے تو اللہ اس کے حساب میں دس نیکیوں سے لے کر سات سو نیکیاں بلکہ اس سے بھی زیادہ نیکیاں لکھ دیتا ہے، اور اگر کوئی شخص گناہ کا ارادہ کرے اور پھر اس پر عمل نہ کرے تو اللہ ایک نیکی لکھتا ہے، اور اگر ارادہ کر کے پھر اس پر عمل کر لے تو اللہ صرف ایک گناہ لکھتا ہے'' (۴)۔

(۱) زرکشی: اعلام الساجد، ص: ۲۹۰، ابن جوزی: فضائل القدس، ص: ۹۱۔

(۲) زرکشی: حوالہ بالا۔

(۳) ابن جوزی: حوالہ بالا۔

(۴) صحیح مسلم مع شرح نووی ۲/ ۱۵۰۔

اس مسئلہ میں صحیح قول یہی ہے کہ اضافہ گناہوں کی مقدار یا تعداد میں نہیں ہوتا ہے بلکہ اس پر ملنے والی سزا کی مقدار میں ہوتا ہے، لہذا جو شخص بیت المقدس میں دس گناہ کرے گا اس کے نامہ اعمال میں دس گناہ ہی لکھے جائیں گے لیکن مقام کی عظمت اور اس کے تقدس کی وجہ سے سزا سخت ہوگی، اس لئے کہ بادشاہ کے سامنے اس کی نافرمانی کرنے والے کا معاملہ دور دراز کے علاقہ میں اس کی نافرمانی کرنے والے سے کہیں سنگین ہے۔

کسی کے ذہن میں یہ سوال آسکتا ہے کہ گناہوں کی مقدار و تعداد میں اضافہ اور سزا کی مقدار و تعداد میں اضافہ کے درمیان کوئی فرق تو ہے نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس کی نیکیاں تعداد میں اس کے گناہوں سے زائد ہوں گی وہ جنت میں داخل ہوجائے گا، جس کے گناہ زیادہ ہوں گے وہ جہنم میں جائے گا، اور جس کی نیکیوں اور گناہوں کی تعداد برابر ہوگی وہ اہل اعراف میں سے ہوگا، اس طرح یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ گناہوں میں اضافہ کے بغیر سزا کے اضافہ کا ایک نتیجہ ہے اور وہ یہ کہ بیت المقدس میں رہنے یا آنے والوں کی نیکیاں اگر ان کے گناہوں سے زیادہ ہوں تو ان کے گناہ ان کی نیکیوں سے نہ بڑھ جائیں۔

مسجد اقصی کے پڑوس کی فضیلت:

علماء کی ایک بڑی تعداد مسجد اقصی کے پڑوس میں رہنے کے استحباب کی قائل ہے، اس لئے کہ یہاں وہ طاعات وجود میں آسکتی ہیں جو کہیں اور نہیں آسکتیں، مثلاً یہاں کی نمازوں اور نیکیوں کا ثواب کئی گنا ہوتا ہے، اور اس لئے کہ بیت المقدس مشکل حالات میں اہل ایمان کا مرکز ہے اور دجال وہاں داخل بھی نہیں ہوگا۔ بیت المقدس میں صحابہ اور تابعین کی ایک بڑی تعداد نے رہائش اختیار کی تھی، جن میں سے چند نام یہ ہیں:

۱- عبادۃ بن صامت: عظیم صحابی اور مجاہد، آنحضرت ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شرکت کی، حضرت عمرؓ نے حمص کا قاضی بنایا، پھر آپ فلسطین چلے گئے، وہیں انتقال

ہوا، اور بیت المقدس میں ۳۴ھ میں مدفون ہوئے۔

۲- شداد بن اوس بن ثابت انصاری، صحابی جلیل، حضرت عمر نے حمص کا امیر بنایا تھا، ان کی بابت حضرت عبادہ بن صامت کا ارشاد ہے: ''شداد بن اوس کو علم اور حلم دونوں سے حصہ وافر ملا تھا، وہ فلسطین آئے، بیت المقدس میں رہے، اور ۵۸ھ میں وہیں ان کی وفات ہوئی'' (۱)۔

۳- ابوریحانہ شمعون انصاری: اپنی کنیت سے ہی مشہور ہیں، رسول اللہ ﷺ کی صحبت اور آپ سے روایت کا شرف حاصل ہے، بہت صاحب خیر وفضیلت تھے، بیت المقدس میں رہے اور وہیں وفات پائی (۲)۔

۴- ذوالاصابع تمیمی یمنی: رسول اللہ ﷺ کے صحابی، بیت المقدس میں رہے اور وہیں وفات پائی (۳)۔

۵- یعلی بن شداد بن اوس، آپ کا شمار کبار تابعین میں سے ہے، رسول اللہ ﷺ کا زمانہ پایا، حضرت ابوبکر کے عہد میں اسلام لائے، بیت المقدس میں نماز پڑھنے کے لئے حاضر ہوئے (۴)۔

۶- محارب بن دثار سدوسی: تابعی ہیں، حضرت عمر اور حضرت جابر وغیرہ کی روایات کے راوی ہیں، ان کا بیان ہے: ہم قاسم بن عبدالرحمٰن کے ساتھ بیت المقدس آئے اور ہم نے تین کام کئے: قیام اللیل، اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے میں اضافہ اور لوگوں سے کم اختلاط (۵)۔

---

(۱) منہاجی: اتحاف الاخصا بفضائل الاقصیٰ ۲/۲۹۔

(۲) ایضاً ۲/۲۹-۳۰۔

(۳) ایضاً ۲/۳۲۔

(۴) ایضاً ۲/۳۶۔

(۵) ایضاً ۱/۴۱۔

۷- ابراہیم بن ابی عبلہ: تابعی ہیں، حضرت ابوامامہ اور حضرت انس کی احادیث کے راوی ہیں، ۵۲ھ میں وفات ہوئی (۱)۔

۸- ابراہیم بن ادہم: ممتاز زاہد، ابن حبان نے آپ کا تذکرہ ثقہ تبع تابعین میں کیا ہے، آپ نے شعبی، ثوری اور بقیہ بن ولید کی روایتیں نقل کیں، اصل میں آپ بلخ کے رہنے والے تھے، توبہ اور ترک امارت کے بعد حلال کی تلاش میں شام گئے، اور وہاں سخت مشقتوں نیز فقر وفاقہ کا سامنا کیا، صحابہ کی خدمت، سخاوت، اور تقوی آپ کے شعار رہے (۲)۔

۹- امام محمد طرطوشی فہری مالکی: ۴۹۶ھ میں مشرق کا سفر کیا، بیت المقدس آئے، حج کیا، ابوبکر شاشی سے کسب فیض کیا، شام میں رہے اور وہاں درس دیا (۳)۔

۱۰- امام ابوحامد غزالی: حجۃ الاسلام طوسی، دمشق میں ایک مدت تک رہے، پھر بیت المقدس آگئے، اسکندریہ کا سفر کیا، وہاں ایک مدت قیام کیا پھر طرطوس آگئے، ۵۵۰ھ میں وفات ہوئی (۴)۔

۱۱- شیخ زاہد ابوعبداللہ دمشقی محمد بن احمد بن ابراہیم: صاحب کرامات اور ممتاز بزگ تھے، اہل مصر آپ کی خارق عادت کرامات بہت ذکر کرتے ہیں، بیت المقدس تشریف لائے اور وہاں ۹۹ھ میں وفات پائی (۵)۔

---

(۱) ایضا۔

(۲) ایضا: ۲/ ۴۷۔

(۳) ایضا ۲/ ۵۳۔

(۴) ایضا۔

(۵) ایضا ۲/ ۵۵۔

مسجد اقصی اور مسجد صخرہ کی تعمیر اور ان دونوں پر خلفاء کی توجہ:

جب حضرت عمرؓ نے بیت المقدس فتح کیا تھا اس وقت وہاں وہ عمارت موجود نہیں تھی جسے اب مسجد اقصی کہا جاتا ہے اور جو حرم قدسی کے جنوبی سمت ہے، مسجد صخرہ بھی اس وقت قائم نہیں تھی، اس وقت تو بس یہ علاقہ وسیع میدانوں اور چٹان پر مشتمل تھا اور فصیل بند تھا، اسی کو اللہ سبحانہ وتعالی نے اپنے ارشاد ﴿**سبحان الذی أسری** .... **السمیع البصیر**﴾ میں مسجد اقصی کہا ہے، اس لئے کہ اس زمین کے ہر حصہ کو شرعاً مسجد کہا جا سکتا ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا ہے: ''میرے لئے پوری زمین کو مسجد اور پاکی حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا گیا ہے'' (۱)، اور عرف میں مسجد نماز پنجگانہ کے لئے مقرر مقام کو کہتے ہیں، جب کہ مصلی عید وغیرہ کی نماز پڑھنے کے لئے مخصوص جگہ کو کہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے بیت المقدس کے اپنے قیام میں حضرت کعب الاحبار سے دریافت کیا کہ مسجد کہاں بنائی جائے، انہوں نے کہا: چٹان کے پیچھے تا کہ نمازی کا رخ دونوں قبلوں کی جانب ہو جائے، حضرت عمرؓ نے کعبؓ سے فرمایا: یہودیت تمہارے اندر ابھی موجود ہے، ہم مسجد چٹان کے آگے بنائیں گے'' (۲)۔ اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اسلام میں مسجد اقصی کو سب سے پہلے حضرت عمر بن خطاب نے تعمیر کرایا تھا، مورخین کا اتفاق ہے کہ حضرت عمر نے حرم قدسی کے جنوب میں اس جگہ پر جہاں کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وہاں شب معراج میں براق باندھا تھا ایک چھوٹی اور سادی مسجد بنائی تھی (۳)۔

عبد الملک بن مروان نے اپنے عہد (۶۵-۸۶ھ) میں مسجد صخرہ بنائی تھی، جو کہ

---

(۱) مسند احمد ۲/ ۲۲۲۔

(۲) جراعی: تحفۃ الساجد/ ۱۸۲۔

(۳) مقدسی: احسن التقاسیم، ص/ ۲۷، ابن خلدون: مقدمہ ص/ ۳۱۰۔

فلسطین میں عظیم ترین اسلامی عمارتوں میں سے ایک ہے، اس کا قبہ خوبصورت ترین اسلامی عمارتوں میں سے ہے، اور مضبوطی میں اپنی مثال آپ ہے، اس کی تعمیر ۷۲ھ میں مکمل ہوئی، ابن بطوطہ نے اس کے بارے میں لکھا ہے: ''یہ عجیب وغریب اور نہایت قیمتی عمارت ہے، یہ بہت خوبصورت ہے اور یکتائے روزگار ہے، یہ قبہ مسجد کے بیچ میں ایک اونچے مقام پر ہے، جس کے لئے سنگ مرمر کے زینے پر چڑھ کر جانا ہوتا ہے، اس کے چار دروازے ہیں، اس کی دیوار پر بھی پتھر لگا ہوا ہے، اندر اور باہر سے یہ اتنی خوبصورت ہے کہ اس کی خوبصورتی کا نقشہ الفاظ میں نہیں کھینچا جا سکتا ہے، اس کے اکثر حصہ پر سونے کا پالش ہے، اس کو دیکھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے، اور اس کی زبان اس عمارت کا حسن بیان کرنے سے عاجز رہتی ہے، اور قبہ کے بیچ وہ مبارک چٹان ہے جس کا تذکرہ آثار میں وارد ہوا ہے، آپ ﷺ اسی پر سے آسمان کو گئے تھے، یہ ایک ٹھوس چٹان ہے جس کی اونچائی قد آدم ہے، اور اس کے نیچے ایک چھوٹے گھر کے برابر غار ہے، اس کی اونچائی بھی قد آدم ہی ہے، جس کے لئے ایک زینہ سے نیچے اترنا ہوتا ہے، اور یہاں پر ایک محراب کی شکل ہے، چٹان پر دو کھڑکیاں لگی ہوئی ہیں جو بند رہتی ہیں، جو کھڑکی چٹان سے متصل ہے وہ لوہے کی ہے، اور صناعی کا شاہ کار ہے، دوسری کھڑکی لکڑی کی ہے، قبہ کے اندر ایک لوہے کی کمان لٹکی ہوئی ہے لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ کمان حضرت حمزہؓ کی ہے''(۱)۔

یعقوبی کی رائے یہ ہے کہ عبدالملک بن مروان نے قبۃ الصخرہ کی عمارت پر جو اتنی زیادہ توجہ دی تھی اس کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو مکہ جانے اور حج بیت اللہ سے روکا جائے (۲)، تاکہ لوگ حضرت عبداللہ بن زبیر سے نہ مل جائیں جنہوں نے عبدالملک کے خلاف بغاوت کی تھی، مکہ کو اپنا پایہ تخت بنایا تھا اور اہل عراق وحجاز نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔

---

(۱) رحلۃ ابن بطوطہ/ ۵۸۔

(۲) یعقوبی: تاریخ الیعقوبی دار صادر بیروت ۲/ ۲۶۱۔

بظاہر یہ روایت بنوامیہ کے دشمنوں کی وضع کردہ ہے، اس لئے کہ اس کا تذکرہ صرف یعقوبی نے اپنی تاریخ میں کیا ہے، کسی اور مورخ کے یہاں یہ بات نہیں ملتی ہے، یعقوبی کا عباسیوں سے گہرا تعلق تھا، اور بنوامیہ سے ان کی دشمنی جگ ظاہر ہے، یہ بات بالکل نا قابل قبول ہے کہ عبدالملک جیسا کوئی خداترس تابعی ایک رکن اسلام حج کا مقام بدلنے کی جسارت کرے۔

منصف مورخین کے نزدیک قبۃ الصخرہ کی تعمیر سے عبدالملک کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کے لئے ایک ایسی مسجد تعمیر کی جائے جو خوبصورتی اور حسن تعمیر میں عیسائی کلیساؤں بالخصوص کلیسائے قیامت کی ٹکر کی ہو، مقدسی لکھتے ہیں: ''جب عبدالملک نے کلیسائے قیامت کا قبہ دیکھا (ساری دنیا کے عیسائی اس عمارت کی زیارت کے لئے آتے تھے) تو اسے ڈر لگا کہ کہیں اس عمارت کی خوبصورتی اور تابنا کی مسلمانوں کے دلوں میں رعب نہ پیدا کرے، اس لئے اس نے قدس میں اس قبہ جیسا بلکہ اس سے بھی بہتر قبہ تعمیر کرنے کا ارادہ کیا، اور پھر اس نے ایسا کر بھی لیا'' (۱)۔

تمام مسلم حکمرانوں نے قبۃ الصخرہ کو بہت اہمیت دی اور اس کا ہر طرح خیال رکھا، اس کی عمارت کو جیسے ہی کوئی نقصان پہنچتا مسلم حکمراں فوراً اس کی مرمت کراتے، ۸۶ھ کے زلزلہ نے اس کی عمارت کو نقصان پہنچایا تو عبدالملک بن مروان نے فوراً اس کی مرمت کرائی، اسی طرح عباسی خلیفہ عبداللہ مامون نے اس کی مرمت کرائی، ۴۰۷ھ کے زلزلہ کے بعد خلیفہ حاکم بامراللہ نے فوراً مرمت کرائے جانے کا حکم دیا، ۵۸۳ھ میں سلطان صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس فتح کرنے کے معا بعد اس عمارت پر سے صلیبیوں کے بنائے ہوئے اسٹیچو اور بت پرستانہ نقوش ختم کردیئے (۲)۔

قبہ کے نچلے حصہ میں عہد غلامان کے ان بادشاہوں کے نام نقش ہیں جنھوں نے قبۃ

---

(۱) مقدسی: احسن التقاسیم ص ر ۱۶۶۔

(۲) محمد کرد علی: خطط الشام ۱ر ۳۹۔

الصخرہ کی حفاظت کا کام کیا ہے، جیسے بیبرس، ملک عادل کتبغا اور ناصر محمد بن قلاوون۔ ۸۳۶ھ میں ملک اشرف برسبامی نے قبۃ الصخرہ کے لئے متعدد اراضیاں وقف کیں، ملک ظاہر جقمق نے ۸۵۲ھ میں حرم قدسی کے ذمہ دار کو ڈھائی ہزار دینار اور ایک سو بیس قنطار سیسہ بھیجا تا کہ قبۃ الصخرہ کے باہر کے حصہ میں تعمیری کام کیا جا سکے، سلطان اشرف قایتبای نے ۸۷۲ھ میں قبۃ الصخرہ کے مرکزی دروازوں پر تانبے کے دروازے بنائے، سلطان سلیمان قانونی عثمانی نے قبہ کی دیوار کے بیرون حصہ پر سنگ مرمر اور قاشانی پتھر لگوایا، سلطان محمود، عبد المجید، عبد الحمید، عبد العزیز، عبد المجید اور دیگر عثمانی سلاطین نے قبۃ الصخرہ پر بہت توجہ دی (۱)۔

جو عمارت اب مسجد اقصی کے نام سے مشہور ہے اس کی تعمیر عبد الملک بن مروان نے قبۃ الصخرہ کی تکمیل کے بعد شروع کی، لیکن یہ مسجد ان کے عہد میں مکمل نہ ہو سکی، اس کی تکمیل ان کے صاحب زادے ولید کے عہد میں ہوئی، اسی وجہ سے لوگ اس کی تعمیر کی نسبت ولید کی جانب ہی کرتے ہیں، مقدسی اور بعض دیگر مورخین نے اس مسجد کے بارے میں یہ بتایا ہے کہ یہ بہت لمبی چوڑی مسجد ہے، اس کی لمبائی اس کی چوڑائی سے زیادہ ہے، یہ نہایت حسین اور مستحکم ہے، اور پتھر کے ستونوں پر بنی ہوئی ہے، ان ستونوں میں دنیا کے حسین ترین موزائک Mosaic ہیں (۲)۔

اس کی تعمیر کے وقت سے ہی مسلم حکمرانوں نے اس مسجد کی بڑی خدمت کی ہے، اس کے کسی حصہ میں شگاف آتا تو وہ فوراً اس کی تعمیر کرتے، اس کا کوئی حصہ منہدم ہوتا تو وہ اس کی از سر نو تعمیر کرتے، ابراہیم بن ابی عبلہ کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ انہوں نے کہا: ''اللہ ولید کو غریق رحمت کرے، اور اب ولید جیسا کون ہے؟ اس نے ہندوستان واندلس فتح کئے، مسجد دمشق بنائی، وہ میرے پاس علماء بیت المقدس میں تقسیم کرنے کے لئے چاندی کے ٹکڑے بھیجتا تھا'' (۳)۔

---

(۱) محمود عابدی: الآثار الاسلامیہ فی فلسطین والاردن، ص/ ۹۳۔

(۲) یاقوت: معجم البلدان ۵/ ۱۹۸۔

(۳) سیوطی: تاریخ الخلفاء ص: ۳۵۱۔

۱۵۴ھ میں منصور نے بیت المقدس کا سفر کیا، بیت المقدس کے باشندگان نے اس سے یہ درخواست کی کہ ۱۳۰ھ کے زلزلہ نے مسجد اقصی کی عمارت کو جو نقصان پہنچایا وہ اس کی مرمت کرادے، اس کے پاس چونکہ اتنا مال نہیں تھا اس لئے اس نے دروازوں پر لگا ہوا سونا چاندی چھڑوایا اور اس کے نقود بنوائے اور پھر مسجد اقصی کی تعمیر پر ان کو خرچ کیا(۱)، پھر جب خلیفہ مہدی ۱۶۳ھ میں بیت المقدس کی زیارت سے مشرف ہوا تو اس سے بیت المقدس کے باشندگان نے یہ درخواست کی کہ منصور کے زمانہ میں کرائی گئی مرمت کے بعد آنے والے زلزلہ نے اس عمارت کو جو نقصان پہنچایا ہے وہ اس کی مرمت کرادے، اس نے اس درخواست کو قبول کرلیا، تمام اسلامی حکومتوں نے مسجد اقصی کی حفاظت اور مرمت کا سلسلہ جاری رکھا، یہ سلسلہ ۱۹۶۷ء سے رکا ہوا ہے، اس لئے کہ اس سن سے چلے آرہے صہیونی قبضہ میں اس مسجد میں معماروں اور تعمیری کام کے ذمہ داروں کو کام کرنے نہیں دیا جارہا ہے، اور دوسری جانب اسرائیل کے شعبہ آثار قدیمہ کے لوگ مسلسل حرم قدسی کے آس پاس کھدائیاں کررہے ہیں اور نقب لگارہے ہیں جس کی وجہ سے ان تمام مقدسات کو خطرہ لاحق ہوگیا ہے۔

بیت المقدس میں اسلامی حکومت کے زمانہ میں عام زندگی کا استحکام:

فتح اسلامی سے پہلے کی بیت المقدس کی تاریخ سخت خونریز جنگوں سازشوں اور بغاوتوں سے بھری پڑی ہے، ۵۵۸ قبل مسیح میں بابل کے حکمراں نے اس پر قبضہ کیا، اس کے لشکر نے بیت المقدس کو جلا کر تباہ کردیا اور وہاں خوب لوٹ مچائی، ۵۳۸ قبل مسیح میں فارسیوں نے حملہ کردیا، ۳۳۲ قبل مسیح میں اسکندر مقدونی کی قیادت میں یونانیوں نے حملہ کیا، اس نے وہاں کی پہلی صورت حال بحال رکھی اور اس کو مصر کے تابع کردیا، پھر جب مصر میں زمام حکومت بطالمہ کے ہاتھوں سے نکل کر سلوقیین کے پاس پہنچی تو بیت المقدس میں یہودیوں نے بغاوت کردی جو

(۱) ابن اثیر: الکامل ۵/۷/۳۔

برسوں چلی، اوراس عرصہ میں یہ علاقہ داخلی انتشار وخلفشار کا شکار رہا، جس کا فائدہ اٹھا کر مکابیوں نے ۱۶۳ قبل مسیح میں قبضہ کرلیا، ۶۳ قبل مسیح میں رومیوں نے پاپے (Pompey) کی قیادت میں حملہ کردیا اور قدس کی فصیلوں کو تباہ وبرباد کردیا، ۶۰۴ء میں شہر پر فارسیوں نے دوبارہ حملہ کیا اور یہودیوں نے بغاوت کی جو پانچ برس جاری رہی (۱)...غرض حضرت عمرؓ کے ہاتھوں فتح ہونے تک یہ علاقہ بغاوتوں اور جنگوں کا اسیر رہا، ۱۶ھ/ ۶۳۶ء میں حضرت عمر کے ہاتھوں یہ علاقہ اسلامی حکومت کے زیر نگیں آیا تو صلیبی جنگوں کے عرصہ (۴۹۳-۵۸۳ھ/ ۱۰۹۹-۱۱۸۷ء) کو چھوڑ کر پرسکون اور مستحکم ہی رہا۔

مسلمانوں کے ذریعہ فتح کئے جانے کے بعد یہ علاقہ جنگوں اور شورشوں سے محفوظ اور گہوارۂ امن رہا، جو یہاں آتا مامون رہتا، ۸۷۰ء میں برنارڈ یہاں آیا تھا اس کا بیان ہے: ''قدس اور مصر میں مسلمان اور مسیحی مکمل باہمی رواداری کے ساتھ رہتے ہیں، سفر کے دوران اگر میرا اونٹ یا گدھا کام آجاتا تو میں اسی مقام پر اپنا سامان چھوڑ کر کرایہ کی سواری لینے پاس کے شہر چلا جاتا واپس آتا تو ہر چیز جوں کی توں ملتی، اس علاقہ کا امن عامہ کا قانون رات کے ہر مسافر کے لئے یہ لازم قرار دیتا ہے کہ اس کے پاس اس کی شناخت ظاہر کرنے والا کوئی کاغذ ہو، ایسا نہ ہونے پر اسے قید کردیا جاتا ہے، اس کے معاملہ کی تحقیق کی جاتی ہے اور اس کا مقصد سفر معلوم کیا جاتا ہے''(۲)۔

مقدسی نے یہاں کی بابت لکھا ہے: ''یہاں آپ کو بے ایمانی، کھلے عام شراب نوشی، نشہ میں بدمست شخص نظر نہیں آئے گا، اسی طرح یہاں خفیہ یا علانیہ بدکاری کے اڈے نہیں ہیں، ہر

---

(۱) ملاحظہ ہو: ظفر الاسلام خان: تاریخ فلسطین القدیم: ۲۳-۱۳۴، مصطفی الدباغ: بلادنا فلسطین، ص: ۳۰-۷۰، اسحاق موسی حسینی: عروبۃ بیت المقدس ص: ۹-۱۷۔

(۲) زیاد نقولا: رواد الشرق العربی فی العصور الوسطی، ص: ۵۵، منقول از: بلادنا فلسطین، ص: ۱۳۰۔

طرف اخلاص وعبادت کا دور دورہ ہے‘‘(۱)۔

اسلامی عہد حکومت میں بیت المقدس علم وعلماء کا گہوارہ تھا، یہاں مدارس، مساجد اور شفاخانے تھے، پوری دنیا کے علماء ادھر کا رخ کرتے تھے، اسی وجہ سے یہ شہر مخزن علم وعلماء ہو گیا تھا‘‘(۲)۔ خانوادہ آل قدامہ یہیں کا فیض یافتہ تھا، فکر اسلامی کی تاریخ میں اس خاندان کے اثرات واضح طور پر محسوس ہوتے ہیں، یہ خاندان جماعیل سے آکر دمشق کے محلّہ صالحیہ میں آباد ہوا تھا، ساڑھے تین سو سال کے عرصہ میں اس خاندان نے ۱۱۵ علماء مرد وزن پیدا کئے، جن میں سے چند اہم نام یہ ہیں: امام عبد الغنی بن عبد الواحد بن سرور جماعیلی مقدسی (متوفی ۶۰۰ ھ)، آپ جماعیل میں ۵۴۱ ھ میں پیدا ہوئے، کم عمری میں دمشق آگئے، بغداد، مصر اور اسکندریہ کا سفر کیا، حافظ سلفی وغیرہ سے علم حدیث حاصل کیا، اور اپنے عہد کے ممتاز حافظ ومحدث ہوئے، بکثرت تصانیف یادگار چھوڑیں، جیسے: عمدۃ الاحکام من کلام خیر الانام، الکمال فی اسماء الرجال، اور النصیحۃ فی الادعیۃ الصحیحۃ، مصر میں ۶۰۰ ھ میں وفات پائی (۳)۔ ضیاء الدین محمد بن عبد الواحد بن احمد مقدسی (متوفی ۶۴۳ ھ) آپ دمشق میں پیدا ہوئے، مدرسہ ضیائیہ قائم کیا، چند تصانیف کے نام یہ ہیں: سبب ہجرۃ المقادسۃ إلی دمشق، الاحادیث المختارۃ اور فضائل الشام وغیرہ (۴)۔

عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ مقدسی (متوفی ۶۳۰ ھ)، آپ ۵۴۱ ھ میں جماعیل میں پیدا ہوئے، دس برس کی عمر میں گھر والوں کے ساتھ دمشق آئے، فقہ حنبلی کی مشہور کتاب المغنی آپ کی ہی تصنیف کردہ ہے (۵)، جمال الدین یوسف بن حسن بن احمد بن عبد الہادی (متوفی

(۱) مقدسی: احسن التقاسیم، ص: ۷۷۔

(۲) ملاحظہ ہو: عبد الجلیل عبد المہدی: المدارس فی بیت المقدس، مکتبۃ الاقصی ۱۹۸۱ء۔

(۳) ابن رجب: ذیل طبقات الحنابلۃ، مطبعۃ السنۃ المحمدیہ، قاہرہ ۲/ ۵۔

(۴) ابن کثیر: البدایۃ والنہایۃ ۱۳/ ۱۶۹۔

(۵) ابن رجب: ذیل طبقات الحنابلۃ ۲/ ۱۳۳۔

۹۰۹ھ) آپ چھ سو سے زیادہ کتابوں کے مصنف تھے(۱)۔عبد الغنی بن اسماعیل بن عبد الغنی نابلسی (متوفی ۱۱۴۳ھ) ''الحضرۃ الآنسیۃ فی الرحلۃ القدسیہ کے مصنف، اس کتاب میں انہوں نے لکھا ہے: ہم اپنے آباء واجداد بنوقدامہ کے وطن جماعیل گئے، بنوقدامہ وہاں سے ہجرت کر کے دمشق آئے تھے، اور یہاں قاسیون پہاڑ کے نیچے صالحیہ میں آباد ہوئے تھے...(۲)۔

عائشہ بنت محمد بن ہادی مقدسی (متوفی ۸۱۶ھ): اپنے عہد میں دمشق کی عظیم ترین محدث، ابن حجر نے ان سے روایت کی ہے اور متعدد کتابیں ان سے پڑھی ہیں، اپنی آخر حیات میں انہوں نے تمام تر توجہ علم حدیث پر مبذول کر دی تھی، صفدی کہتے ہیں: اپنے زمانہ میں پوری دنیا میں سندوں کی سب سے بڑی ماہر تھیں(۳)۔

---

(۱) ملاحظہ ہو: ابن عبد الہادی واثرہ فی الفقہ الاسلامی' مؤلف کا ڈاکٹریٹ کا رسالہ، ص:۹۸-۱۵۳، دار الفرقان، اردن ۲۰۰۱ء۔

(۲) الحضرۃ الانسیۃ فی الرحلۃ القدسیۃ، مکتبہ القاہرہ، ۱۹۷۱ء، ص:۱۱۔

(۳) محمد بن طولون: القلائد الجوہریۃ فی تاریخ الصالحیۃ، تحقیق: محمد دھمان، مطبوعہ: مکتب الدراسات الاسلامیہ، دمشق ۱۹۴۹ء، ص:۳۱۰۔

باب چہارم:

بیت المقدس اوراس کے مضافات کو یہودیانے کے لئے کی گئی اہم کارروائیاں اورصہیونی جرائم

بیت المقدس کو یہودیانے کے لئے کی جانے والی کارروائیاں:

۱۹۶۷/۶/۵ء کو بیت المقدس پر قبضہ کرنے کے بعد سے ہی صہیونیوں نے اپنے خطرناک منصوبوں پر عمل درآمد شروع کردیا تھا، یہ منصوبے اس علاقہ کو یہودیانے، یہاں پے بہ پے مظالم کرنے، قدس اور مسجد اقصی کی مسلسل بے حرمتی کرنے اور مسلمانوں کی دفاعی کوششوں پر ضرب لگانے پر مشتمل تھے، مندرجہ ذیل نکات ان کے اس لائحہ عمل کے عناصر ترکیبی ہیں(۱):

۱- بیت المقدس کو یہودیانے کے لئے وہاں کے اصل باشندگان یعنی فلسطینیوں کو بے گھر اور جلاوطن کرکے ان کی زمینوں پر قبضہ کرنا، اور جو تھوڑے بہت فلسطینی وہاں رہ جائیں ان کو یہودی اکثریت کے درمیان زندگی بسر کرنے والی اقلیت بنادینا۔

۲- اسلامی مقدسات کی بے حرمتی، مسجد اقصی کے تقدس کو نقصان پہنچانا، مسجد اقصی کی بنیادوں کو نقصان پہنچانا، نیز اسے منہدم کرکے اس کی جگہ پر نام نہاد ہیکل تعمیر کرنا۔

۳- قدس میں مسلمانوں اور عربوں کے آثار ونشان ختم کرکے اور مسلمانوں کی اہم دفاعی

---

(۱) ملاحظہ ہو: رجا عرابی: الکافی فی تاریخ القدس، ص: ۲۷۷، مؤسسۃ القدس فی قطاع غزۃ کی رپورٹ: معاناۃ القدس والمقدسات تحت الاحتلال الاسرائیلی: ۲۱۰-۲۱۳، التقریر الاستراتیجی الفلسطینی لسنۃ: ۲۰۰۷، ص: ۲۸۵، التقریر الاستراتیجی الفلسطینی لسنۃ: ۲۰۰۸ء، ص: ۲۳۳، محمد صالح یونس: اوراق من القدس، ص: ۱۳۳۔

کوششوں کونقصان پہنچا کر وہاں یہودی تلمودی آثار ونشان قائم کرنا۔

ان اہداف کے حصول کے لئے قابض صہیونیوں نے گوناگوں طریقہ ہائے کار اور پالیسیز وضع کی ہیں، یہ پالیسیز زمین، باشندگان اور اسلامی مقدسات سے متعلق ہیں، ہم صرف شہر قدس کو ہی موضوع بنا کر ان تینوں امور سے متعلق پالیسیز کی تشریح کریں گے:

زمین کو یہودیانے کی بابت پالیسیز:

۱۹۶۷ء میں قدس کے مشرقی حصے پر صہیونیوں نے قبضہ کیا تو مسئلہ قدس ایک بار پھر سامنے آگیا، ۲۸/۶/۱۹۶۷ء میں قابض حکومت نے پورے شہر قدس کو مملکت اسرائیل میں ضم کرنے کا اعلان کیا، پھر درج ذیل طریقہ ہائے کار اور پالیسیز کے ذریعہ مکمل بیت المقدس کو یہودیانے کی پے درپے کوششیں کی جانے لگیں:

۱-شہر قدس میں فلسطینیوں کی زمینوں اور جائدادوں کوا یکوائر کرنا:

اس پالیسی کو بروئے کار لانے کے لئے بیس سے زائد قوانین بنائے گئے، نیز شہر قدس کے محلوں اور اس کی مضافاتی بستیوں میں موجود فلسطینیوں کی ہزاروں دونم اراضی اور جائدادوں کو ایکوائر کرنے کے احکام قابض صہیونی حکومت کے اداروں نے جاری کئے، ایسے چند خطرناک ترین قوانین یہ ہیں: غیر موجود لوگوں کی املاک کا قانون، سرسبز وشاداب زمین کا قانون، فطری چراہ گاہوں کا قانون، عوام الناس کی مصلحت کے لئے ایکویزیشن (بحق سرکار ضبط کرنے) کا قانون، ان زمینوں اور جائیدادوں کی بابت متعدد ٹیکسوں کا قانون۔

۲-قدس میں صہیونی نوآبادیات اور مراکز کا قیام:

فلسطینی سرزمین پر قبضہ کے لئے صہیونی قابضوں کے عزائم کی بنیاد وہاں صہیونی

نوآبادیات کا قیام ہے، صہیونیوں نے آغاز یہودی نوآبادیات کے قیام سے کیا تھا، یہی نوآبادیات ۱۹۴۸ء میں یہودی مملکت کے قیام کا ذریعہ بنی تھیں، اسی لئے قدس پر قبضہ کے بعد سے ہی صہیونی قابضوں کی خواہش شہر قدس اور اس کے مضافات میں زیادہ سے زیادہ نوآبادیات اور استعماری مراکز کی رہی ہے، ان نوآبادیات کے قیام کے لئے غاصب صہیونیوں نے ساٹھ ہزار دونم سے زائد اراضی پر قبضہ کیا، تنہا مسجد اقصی کے علاقہ کے اندر واقع سو سے زائد عمارتوں اور مکانات پر صہیونی اداروں نے قبضہ کیا، ان عمارتوں کو استعماری مراکز میں بدل کر ان میں پچاس سے زائد یہودی عبادت گاہیں (سینا گاگ) قائم کی گئیں، ان کے علاوہ شہر قدس کے اصل باشندگان کی ۲۲۰۰ سے زائد عمارتوں اور ہزاروں دونم اراضی کو صہیونی قابضوں کی جانب سے ضبط کئے جانے کے خطرات کا سامنا ہے۔

۳۔فلسطینیوں کی تعمیرات پر پابندی اور صہیونی غاصبوں کی تعمیرات میں تعاون:

قدس میں قابض حکومت کا بلدیاتی ادارہ فلسطینیوں کو کسی طرح کی تعمیری توسیع کی اجازت نہیں دیتا ہے، اس کے علاوہ قابض حکومت کے اداروں نے قدس کے باشندگان کی بہت سی عمارتیں یہ کہہ کر منہدم کر دیں کہ وہ بلدیاتی ادارہ (میونسپلٹی بورڈ) سے اجازت لئے بغیر تعمیر کی گئی تھیں، مشرقی قدس پر قبضہ کے بعد سے اب تک پانچ ہزار سے زائد مکانات منہدم کئے جا چکے ہیں، ان میں سے زیادہ تر مکانات جوان جوڑوں کے تھے، ایسی انہدامی کارروائیوں میں جن فلسطینیوں کے مکانات منہدم کئے گئے انہیں مجبوراً اپنے مقدس شہر کے باہر مکانات تلاش کرنے پڑتے ہیں۔ قابض حکومت مسلسل باشندگان قدس کو انہدامی کارروائیوں کی دھمکیاں دیتی رہتی ہے۔ بے اجازت تعمیر کے عنوان پر ہی قابض حکومت کے ادارے اگلی دہائی میں (یعنی ۲۰۲۰ء تک) مشرقی قدس میں پندرہ ہزار سے زائد مکانات منہدم کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، یہ بات بھی

قابل ذکر ہے کہ صہیونی قابض حکومت کے ادارے قدس میں وہاں کے اصل باشندگان کو شاذونادر ہی تعمیر کی اجازت دیتے ہیں، اور اگر دیتے بھی ہیں تو ان سے زرکثیر کا مطالبہ کرتے ہیں، اس کے برخلاف یہ ادارے صہیونی غاصبوں کو تعمیری اجازت بہت جلد اور بغیر کسی قابل ذکر خرچ کے دیتے ہیں، اتنا ہی نہیں صہیونیوں میں سے جو کوئی بھی قدس میں رہائش کا ارادہ کرتا ہے یہ ادارے ان کو متعدد سہولیات اور تعاون فراہم کرتے ہیں۔

۴-مشرقی قدس کو دیگر شہروں اور گاؤوں سے جغرافیائی طور پر الگ کر دینا:

قابض حکومت کے اداروں نے شہر قدس کے چاروں طرف رکاوٹیں کھڑی کر کے چک پوائنٹس (Chek Points) بنا دیے، اور ہر فلسطینی وغیر فلسطینی کو صہیونی حکومت سے اجازت لئے بغیر شہر کے اندر داخل ہونے کی ممانعت کر دی، اس سلسلے کا آخری قدم ضاحیۃ البرید نامی علاقہ کے دروازہ کو بند کیا جانا تھا، اس کے بعد قدس کے شمال میں واقع رام نامی علاقہ دیوار سے باہر کے علاقہ سے مکمل طور پر کٹ گیا، اس کے لئے قابض حکومت نے دیوار قائم کی، تاکہ صہیونیوں کے مجوزہ نقشہ میں جس تقریباً چھ سو اسکوائر کلومیٹر کے علاقہ کو عظیم شہر قدس کہا گیا ہے وہاں سے عرب آبادیوں کو باہر کیا جائے، اس کے علاوہ ''معالیہ ادومیم''، ''کفار عتصیون'' اور ''گیلو'' میں موجود صہیونی نوآبادیات کو اس شہر میں داخل مانا گیا ہے، تاکہ اس شہر کی یہودیوں کے زیر تصرف اراضی فلسطینی محلوں اور بستیوں سے زائد ہو جائے۔

۵-دیوار کی تعمیر کے عنوان پر قدس کی ہزاروں دونم اراضی کو ضبط کرنا:

شہر قدس کے گرد دیوار کی تعمیر کے عنوان پر ہزاروں دونم اراضی ایکوائر (ضبط) کر لی گئی ہے، اس دیوار نے اس مقدس شہر کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے، ذیل میں اس کی تصویر ملاحظہ ہو:

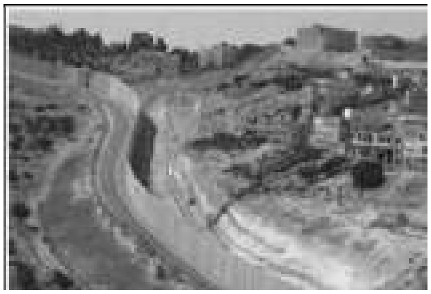

آبادی کو یہودیانے کی بابت پالیسیز:

فلسطینیوں کے خلاف یہودیوں کے مفادات کے لئے صہیونی قابض حکومت نے ایسی متعدد پالیسیز تیار کی ہیں جن کے ذریعہ وہ شہر قدس کے آبادیاتی اعداد وشمار میں تیز رفتار تبدیلیاں لا سکیں، ایسی چند پالیسیز یہ ہیں:

۱- باشندگان قدس سے شناختی دستاویزیں واپس لینے کی پالیسی: متعدد اسباب اور عنوانوں کا بہانہ بنا کر باشندگان قدس کی ایک بڑی تعداد سے شناختی کارڈ واپس لے لئے گئے ہیں، اسی طرح دیوار بنا کر قدس کے بہت سے فلسطینی باشندوں کو شہر سے کاٹ کر باہر کر دیا گیا ہے، مشرقی قدس پر قبضہ کے بعد سے اب تک اسی پالیسی کے تحت چالیس ہزار سے زائد شناختی کارڈ واپس لئے گئے ہیں، باشندگان قدس سے شناختی کارڈس واپس لینے کے عمل میں تیز رفتاری لانے کے لئے صہیونی اداروں نے نام نہاد مملکت اسرائیل میں داخلہ اور وہاں قیام کرنے کے قانون میں تبدیلی کرتے ہوئے ایسے قوانین بنائے ہیں جنھوں نے ان اداروں کو قدس کے ہر اس فلسطینی باشندے سے قدس میں قیام کا حق چھین لینے کا اختیار دے دیا ہے جو سات برس یا اس سے زائد مدت صہیونی مملکت سے باہر رہا ہو، یا جس نے کسی دوسرے ملک کی شہریت حاصل کر لی ہو یا جس نے کسی دوسرے ملک میں قیام کا حق حاصل کر لیا ہو، ان قوانین کی رو سے قدس کے اصل باشندگان کے لئے یہ لازمی ہے کہ وہ قدس میں واقع اپنے گھر اور اپنی جائیدادوں وغیرہ پر

اپنی ملکیت نیز ان پر عائد ہونے والے ٹیکسوں کی ادائیگی کی رسیدیں پیش کریں، نیز یہ بھی بتائیں کہ وہ کہاں کام کرتے ہیں اور ان کے بچے تعلیم کہاں حاصل کرتے ہیں، ایسا نہ کرنے کی صورت میں قدس کا اصل باشندہ وہاں قیام کے حق سے محروم ہو جاتا ہے، شناختی کارڈس واپس لینے یعنی انہیں کینسل کرنے کا کام بہت تیز رفتاری کے ساتھ جاری ہے، مشرقی قدس پر قبضہ کے بعد سے چالیس ہزار سے زائد شناختی کارڈ کینسل کئے جا چکے ہیں، یعنی ان کارڈ والوں کے اہل خانہ کو قدس سے جلاوطنی پر مجبور کر دیا گیا ہے۔ اس سلسلے کی تازہ کارروائی میں قدس سے فلسطینی پارلیمنٹ میں اصلاح پارٹی کے ارکان کے شناختی کارڈ کینسل کئے گئے ہیں، یہ ارکان ہیں: شیخ محمد ابوطیر، انجینئر احمد عطون، اور شیخ محمد طوطح، اسی طرح شیخ اسماعیل ہینہ کی سربراہی میں قائم فلسطینی حکومت میں قدس کے معاملات کے وزیر انجینئر خالد ابوعرفہ کا شناختی کارڈ بھی کینسل کر دیا گیا ہے۔

۲- باشندگان قدس پر دائرہ حیات تنگ کر دیا گیا: صہیونی حکومت کے ادارے قدس کے پر از استقامت باشندگان کو اپنے مکانات خالی کرنے کا حکم جاری کرتے رہتے ہیں، نیز انہیں اجتماعی طور پر زبردستی ہجرت پر مجبور کرتے ہیں، قریبی عرصہ میں محلّہ شعفاط کے ضاحیۃ السلام میں ۱۶۰ خانوادوں، شہر سلوان کے محلّہ راس العمود میں برج الفلق کے ۴۰ خانوادوں اور محترمہ ام کامل کرد کے خانوادے سمیت شیخ جراح نامی قبیلہ کے ۲۹ خانوادوں کو زبردستی جلاوطن کیا گیا، ایسی ہی کارروائیوں کے نتیجے میں تقریباً سترہ ہزار باشندگان قدس فلسطین کے باہر اور بارہ ہزار باشندگان قدس فلسطین کے اندر ہجرت کر چکے ہیں، ان کے علاوہ ان آٹھ ہزار باشندگان قدس کو بھی ایسی ہی کارروائیوں کا سامنا کرنا پڑا جو صہیونی قبضہ کے وقت قدس سے باہر تھے۔

۳- شہر قدس میں کام کرنے والی فلسطینی تنظیموں کو صہیونی اداروں کی جانب سے پریشان کیا جاتا ہے، تعلیم، تربیت، صحت، معاشیات، سماجیات وثقافت، غرض ہر میدان میں کام کرنے والی فلسطینی تنظیموں کو صہیونی اداروں کی جانب سے پریشان کیا جاتا ہے، دشمن ان تنظیموں

پر بھاری ٹیکس اور جرمانے عائد کرتا ہے، نئی تنظیمیں نہیں بنانے دیتا ہے، موجود تنظیموں میں اصلاحات نہیں کرنے دیتا ہے، ان تنظیموں کو کام نہیں کرنے دیتا ہے، قدس میں قائم ایسی بیس تنظیموں کو صہیونی قابض ادارے بند کر چکے ہیں، قدس میں فلسطینی قوم کی کسی بھی سیاسی تنظیم کے خلاف یہ جنگ چھیڑ دیتے ہیں۔

۴- قدس میں مقیم فلسطینیوں کی فلسطینیت ختم کرنے اور ان کو بگاڑنے کی کوششیں:
اس پالیسی کے تحت صہیونی حکومت کے ادارے فلسطینی نوجوان مردوں اور عورتوں میں بڑے پیمانے پر نشہ آور اشیا اور ڈرگس تقسیم کرتے ہیں، ان نوجوانوں میں بے حیائی اور بدکاری پھیلانا چاہتے ہیں، تاکہ قدس میں ایسی فلسطینی نوجوان نسل وجود میں لائی جائے، جسے اپنے حقیقی مسائل، مسجد اقصی کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں اور بے حرمتیوں نیز اس کو درپیش خطرات سے کوئی دلچسپی نہ ہو، اور اس نسل کے اندر اس فلسطینی قوم کی خصوصیات نہ پائی جائیں جو استقامت کے ساتھ علاقہ کی حفاظت کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہے، اور اس طرح ان نسلوں کی خواہشات اور مقاصد کو یہودی مفادات کے مطابق بنا دیا جائے، اسی کے ساتھ ساتھ شہر قدس کو اراضی اور آبادی کے اعتبار سے یہودیانے کی کوششیں بھی جاری ہیں۔

ان پالیسیز کو بروئے کار لانے کے لئے صہیونی قابض حکومت کے ادارے یہ کام کرتے ہیں: قدس کو مقبوضہ علاقہ ماننے والی تمام بین الاقوامی قراردادوں کو مسترد کرنا، ایسی کوئی بھی قرارداد روبہ عمل نہیں لائی گئی ہے، خیال رہے کہ ایسی قراردادوں کی کل تعداد ۱۹/ ہے، ایسے ۲۱/ قوانین بنائے گئے، اور ایسے بے شمار فیصلے کئے گئے جن کا مقصد قدس کو یہودیانا ہے، صہیونی غاصب حکومت شہر قدس، مسجد اقصی، دیگر مقدس مقامات، اور اصل فلسطینی باشندگان کے خلاف مسلسل زیادتیاں کرتی رہتی ہے، اس غاصب حکومت نے قدس کے اردگرد دیوار کھڑی کر کے اسے دیگر بستیوں اور آبادیوں سے کاٹ دیا ہے۔

سوم: مسجد اقصی اور دیگر مقدس مقامات کی بابت غاصب حکومت کی پالیسیز:

مسجد اقصی اور دیگر اسلامی مقدس مقامات کو تقریباً روزانہ یہودیوں کی جانب سے بے حرمتیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، ان بے حرمتیوں اور زیادتیوں کے لئے مندرجہ ذیل طریقہ ہائے کار اختیار کئے گئے ہیں:

ا-مسجد اقصی اور اس کے کھلے میدانوں کے نیچے مسلسل کھدائیاں کرنا اور سرنگیں کھودنا، ۸/۶/۱۹۶۷ء کو قدس پر قبضہ کے دن سے ہی صہیونی غاصب حکومت کے اداروں نے اس کام کا آغاز کردیا تھا، سب سے پہلی کھدائی انہوں نے مسجد اقصی کی جنوبی فصیل اور اموی خلفاء کے محلوں کے قریب کی تھی، ان کھدائیوں کی لمبائی مسجد قبلی کی لمبائی سے بھی زائد ہے، اور اب یہ مسجد صخرہ کے شمالی حصہ کے نیچے تک پہنچ گئی ہے، اور چوڑائی میں یہ مسجد قبلی کی مشرقی دیوار سے مسجد اقصی کی مغربی فصیل تک پہنچ گئی ہے۔

ان کھدائیوں سے مقصود صرف یہودی آثار کی تلاش نہیں ہے، بلکہ غاصب حکومت کو مقصود ان کے ذریعہ مسجد اقصی کے مغرب یعنی دیوار براق سے شروع کرکے اور شہر قدس کے شمال مغربی حصہ میں لمبائی، چوڑائی اور گہرائی کے اعتبار سے گونا گوں سرنگوں کا ایک جال پھیلا دینا ہے، ان کے علاوہ قریبی عرصہ میں مسجد اقصی کے جنوب اور مشرق میں بھی سرنگیں دریافت ہوئی ہیں، ان سرنگوں میں سب سے زیادہ خطرناک سرنگ وہ ہے جو شہر سلوان سے آئی ہے، اور جو مسجد اقصی مبارک کے نیچے مسجد صخرہ کی جانب آٹھ سو میٹر لمبی ہے، یہ دس میٹر گہری ہے، بعض جگہوں پر اس کی گہرائی بیس میٹر تک ہوگئی ہے، اور اس کی چوڑائی پانچ میٹر ہے، یہ چوڑائی اور گہرائی اس لئے ہے تاکہ صہیونی کاریں، ٹرک، بلڈوزر اور بسیں آسانی سے ان سرنگوں میں چل سکیں، ان کے علاوہ یہ غاصب حکومت پرانی اور پرانے زمانے کی سرنگوں کو چوڑا کررہی ہے، اسی طرح غاصب حکومت کے ادارے مسجد صخرہ اور متوضاً کے نیچے ایک سیاحتی شہر بسا رہے ہیں، اس میں ایک یہودی کلیسا

(Synagogue) ہے، اس میں اس نام نہاد ہیکل کا ماڈل بھی رکھا گیا ہے، جسے مسجد اقصی کے ملبہ پر قائم کرنے کا ارادہ ہے، ان کے علاوہ اس شہر میں ایک یہودی میوزیم اور ایک یہودی عبادت گاہ بھی ہے۔

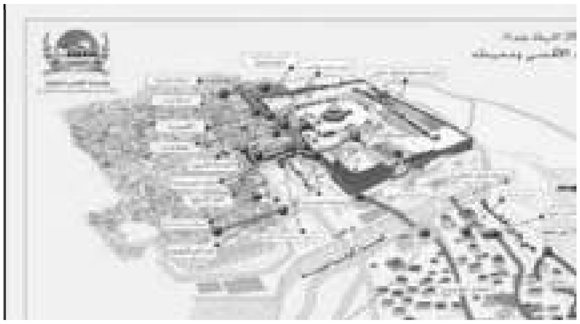

(مسجد اقصی کے نیچے ہونے والی کھدائیاں)

یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ ان کھدائیوں اور سرنگوں کی وجہ سے مسجد اقصی مبارک کی بنیادوں، دیواروں، اس کے ستونوں، اور اس کے گرد وپیش میں موجود ہمارے فلسطینیوں کے گھروں کو شدید خطرہ لاحق ہوگیا ہے، اس کے نتیجے میں مسجد اقصی کی مغربی وجنوبی فصیلوں اور ان کے گرد آباد فلسطینیوں کے مکانات میں جابجا دراڑیں پڑی ہیں، اور متعدد مقامات پر عمارت منہدم ہوئی ہے، مثلاً اس علاقہ میں چند برس پہلے آنے والے زلزلہ سے مسجد اقصی کی جنوبی فصیل میں جگہ جگہ دراڑیں پڑیں، مسیلہ، عوض اللہ، زربا اور مدرسہ تکنز یہ جیسے مسجد کی مغربی فصیل کے پاس آباد بہت سے مکانات جزوی یا کلی طور پر منہدم ہوئے، ایسے ہی حالات کا سامنا مسجد اقصی کے جنوب مغرب میں آباد محلّہ عین حلوہ، شہر سلوان کی مسجد کے پاس کے علاقہ نیز باب السلسلہ کے مشرق میں یعنی مسجد اقصی کے میدانوں کے اندر سبیل قایتبای کو بھی کرنا پڑا۔

(مسجد اقصی کے نیچے واقع ایک سرنگ)

۲-مسلمانوں کو مسجد اقصی جانے اور وہاں نمازیں ادا کرنے سے روکنا، غزہ اور مغربی پٹی کے مسلمانوں کو مسجد اقصی مبارک میں داخلہ اور وہاں نماز پڑھنے سے روکا جاتا ہے، قدس میں آباد فلسطینیوں کے لئے بھی ۱۹۴۸ء سے ہی عمر کی تعیین کردی گئی ہے، جس کی رو سے ۵۰ سال یا اس سے زائد کے مرد اور ۴۵ برس یا اس سے زائد کی خواتین ہی مسجد میں داخل ہوسکتی ہیں، ۴۵ سے ۵۰ برس کے مرد اور ۴۰ سے ۴۵ برس کی خواتین کے داخلہ کے لئے چند شرطیں ہیں، جن میں سے ایک ان کے علاقہ کے صہیونی متعلقہ ادارہ کی اجازت بھی ہے۔

۳-مسجد اقصی کے محافظوں پر ظلم مسلسل ان کی پٹائی کی جاتی ہے، بعض کو گولیوں کا نشانہ بھی بنایا جاتا ہے، اور پھر انہیں اسپتالوں میں منتقل کردیا جاتا ہے، متعدد مرتبہ ان محافظوں اور ان کے سربراہ کو مسجد اقصی کے علاقہ میں اس لئے جانے سے روک دیا گیا کہ وہ غاصب صہیونیوں کو مسجد اقصی کے علاقہ میں داخل ہوکر اپنے مذہبی شعائر کی ادائیگی سے روکتے ہیں۔

(یہودی مسجد اقصی میں داخل ہوکر اس کے خلاف مظاہرہ کرتے ہوئے)

۴-اسلامی اوقاف کے ادارہ کو قدس میں مرمت کی اجازت نہ دینا: صہیونی قابض حکومت کے ادارے اسلامی اوقاف کے ادارہ کو قدس میں ان آثار قدیمہ کی مرمت (Repairing) نہیں کرنے دیتے ہیں، جو مسجد اقصی کے تحت ہیں، جیسے مسجد براق، مسجد مروانی، مسجد اقصی قدیم، مدارس، سبیلیں اور چبوترے وغیرہ، اسی طرح مسجد کے احاطہ کے اندر جن عمارتوں کے کچھ اجزا منہدم ہو گئے ہیں ان کی جگہ پر تعمیر کی اجازت بھی یہ ادارے نہیں دیتے ہیں۔

۵- ہمارے فلسطینی برادران کی مسجد اقصی کے قریب واقع جائیدادیں ضبط کر کے ان میں بہت سے سینا گاگ (Synogogue) تعمیر کئے گئے ہیں، مسجد کے احاطہ کے اندر جنوبی اور مغربی سمت میں پچاس سے زائد سینا گاگ تعمیر ہو چکے ہیں، ابھی جلد ہی ایک بڑے یہودی کلیسا (Synagogue) ''کلیسائے تباہی'' کو کھولے جانے کا اعلان کیا گیا ہے، یہ اقدام یہودیوں کے عقیدہ کے مطابق مسجد اقصی کے ملبے پر ہیکل کی تعمیر کے آغاز کا ایک قدم ہے، یہ سینا گاگ محلّہ وادی میں مسجد صخرہ کے مغرب میں مسجد اقصی کی مغربی دیوار سے تقریباً ۹۳ میٹر دور ہے، اس کے بالکل پاس میں بند پڑی ہوئی تاریخی مسجد عمری قائم ہے، اس کی اونچائی ۲۴ میٹر ہے، اور اس کے قبہ میں ۱۲ رکھڑکیاں ہیں، اس کے قبہ پر سفید رنگ کیا گیا ہے، اسرائیلی غاصب حکومت نے ۲۰۰۱ء میں اس کی تعمیر کا فیصلہ کیا تھا، اس کے لئے ۱۲ رملین ڈالر کا بجٹ مختص کیا گیا تھا، جس کی ذمہ داری حکومت اور دنیا بھر کے یہودیوں نے تقسیم کر لی تھی، اسی طرح دنیا میں سب سے بڑے سینا گاگ کی تعمیر شروع کئے جانے کا اعلان کیا گیا ہے، یہ دیوار براق کے علاقہ میں ہے، اور جو اتنا وسیع ہے کہ مشرق میں وہ مسجد اقصی کے میدانوں کے نیچے مسجد کی مغربی فصیل سے داخل ہوا ہے، یہودی اخباروں کے مطابق جلد ہی دسیوں یہودی کلیساؤں کی تعمیر شروع کئے جانے کا اعلان کیا جائے گا۔

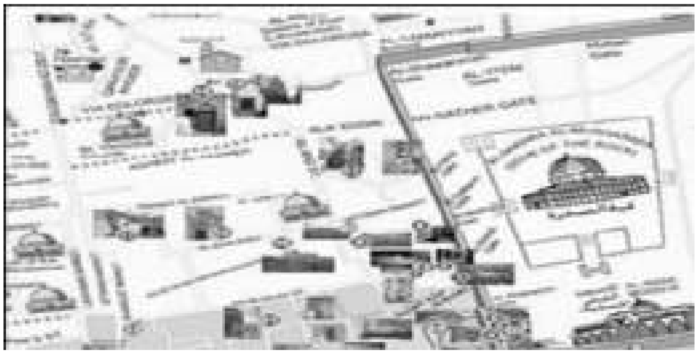

(مسجد اقصی کے اردگرد واقع یہودی کلیساؤں کا نقشہ)

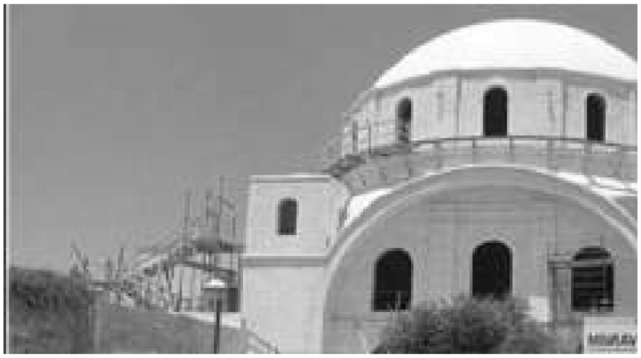

(کلیسائے تباہی کا بیرونی منظر)

(اس تصویر میں واضح تحریف کرتے ہوئے کلیسائے تباہی کے قبہ کو قبۃ الصخرہ سے اونچا دکھا کر یہ
تاثر دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ اس علاقہ پر صہیونیوں کا دور دورہ ہے)۔

۶- غاصبوں اور صہیونی قائدین کی جانب سے مسجد اقصیٰ اور اس کے میدانوں کی مسلسل بے حرمتیاں، قبضہ سے آج تک ایسی دست درازیاں سات سو مرتبہ سے زیادہ ہو چکی ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

الف- ۲۱/۸/۱۹۶۹ء کو ایک آسٹریلیائی نژاد صہیونی غاصب کے ہاتھوں مسجد اقصیٰ شریف میں آگ زنی، اس مجرمانہ آگ زنی کا اثر مسجد اقصیٰ کی جنوبی سمت میں ایک بڑے حصہ پر ہوا، اس آگ زنی کا نشانہ خاص طور پر مسلم قائد محمود زنگی کا وہ منبر تھا جو صلاح الدین ایوبی نے اس مسجد کو پیش کیا تھا، مسجد اقصیٰ کو نذر آتش کرنے کی کوششیں بار بار کی گئیں۔

ب- دیوار براق، جس کا نام یہودیوں نے از راہ مکر وفریب دیوار گریہ رکھ لیا ہے، پر یہودیوں کا قبضہ، وہ وہاں اپنے محرف دینی شعائر اور رسمیں ادا کرتے ہیں، صہیونیوں کی کوشش ہے کہ وہ باب مغاربہ والی پہاڑی کو منہدم کر کے اور اس کی جگہ پر Over Bridge تعمیر کر کے اس دیوار میں جنوب کی جانب توسیع کریں، اور اس دیوار اور اس کے میدان کو دو حصوں میں تقسیم کر کے یہودی مردوں اور عورتوں کی عبادت گاہیں بنا دیں۔

ج- مسجد اقصیٰ میں صہیونیوں کا مسلسل داخل ہونا، صہیونی فوج اور پولیس نیز غاصب یہودیوں کی جانب سے مسجد اور مسجد کے میدانوں کے اندر نماز پڑھتے ہوئے مسلمانوں پر فائرنگ، جس کے نتیجے میں بہت سے نمازی شہید اور زخمی ہو چکے ہیں۔

د- صہیونیوں نے بارہا مسجد اقصیٰ کو بموں سے اڑا دینے یا ہوائی جہاز سے بمباری کر کے تباہ کر دینے کی کوشش کی، تاکہ وہ (اللہ نہ کرے) اس کے ملبے پر اپنا ہیکل بنا سکیں، لیکن اللہ کے فضل سے ایسی تمام کوششیں وقت سے پہلے ہی اجاگر ہو گئیں۔

(ہیکل کا جدید ماڈل)

ہ-فروری ۲۰۰۷ء میں باب مغاربہ اور دیوار براق کی پہاڑی کو ختم کردیا گیا، یہ پہاڑی مشرقی قدس میں ایک اہم اسلامی علامت سمجھی جاتی تھی، اس کی ایک خاص رمزی (Symbolic) حیثیت تھی، اس لئے کہ یہ پہاڑی مغاربہ کے اس فلسطینی عربی اسلامی محلّہ کا ایک جزو لاینفک تصور کی جاتی تھی جسے صلاح الدین ایوبی نے ان مسلم مغاربہ کے نام کردیا تھا جن کی اکثریت الجزائر کے باشندگان کی تھی اور جنہوں نے بیت المقدس کو آزاد کرانے میں حصہ لیا تھا، پھر اس محلّہ میں فلسطینیوں اور ان مغاربہ میں سے رک جانے والے لوگوں نے سکونت اختیار کی، لیکن مشرقی قدس پر یہودیوں کے قبضہ کے بعد انہوں نے اس محلّہ پر قبضہ اور اس کے آثار ونشان تبدیل کرنے کی بہت کوشش کی، انہوں نے بہت سے فلسطینی باشندوں کو جبراً ہجرت کرائی، اور پھر ان کے گھروں اور جائیدادوں پر قبضہ کرکے ان کی جگہ اپنی عمارتیں بنائیں اور اس محلّہ کا منظر تبدیل کرکے اس کو یہودیانے کے بعد اس کو "یہودی محلّہ" کہنے لگے، اس پہاڑی پر دست درازیوں سے ان کا مقصد یہ ہے کہ وہ اس کے نیچے سے آثار قدیمہ کے ایسے ثبوت نکال سکیں جو ان کے نام نہاد ہیکل کا ثبوت ہوں، اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں کو ابھی تک قدس اور بالخصوص مسجد اقصی کے نیچے اپنی کھدائیوں میں اس ہیکل یا کسی اور یہودی عمارت کا کوئی ثبوت نہیں

ملا ہے۔ دیوار براق کی جنوبی سمت میں توسیع کا مقصد یہ ہے کہ اس دیوار پر یہودی رسمیں اور عبادتیں انجام دینے والے یہودیوں کی تعداد زیادہ جمع ہو سکے، اور تا کہ وہ یہودی عورتوں کے لئے ان رسموں اور عبادتوں کی ادائیگی کا کوئی الگ مقام طے کر سکیں۔

و-شہر قدس کی مسجدوں پر حملے: شہر قدس کی مسجدوں پر صہیونیوں نے بار ہا حملے کئے ہیں اور ان پر بار ہا دست درازی کی ہے، ان میں سے کچھ مسجدیں بند کر دی گئی ہیں، کچھ کو سینا گاگ بنا دیا گیا ہے، کچھ کو قحبہ خانوں میں تبدیل کر دیا گیا ہے، کچھ مسجدیں جانوروں کا باڑہ بنا دی گئی ہیں کچھ کو سیاحتی وتجارتی مراکز کی صورت دے دی گئی ہے، قدس کے ایک گاؤں ام طوبا میں واقع مسجد عمری جیسی بعض مساجد کے کچھ حصوں کو منہدم کر دیا گیا ہے۔

ز- اسلامی قبرستانوں پر دست درازیاں: ایسے قبرستانوں کی بہت سی قبروں کو نیست ونابود کر کے ان کی جگہ پر نام نہاد ترقیاتی پروجیکٹس تعمیر کئے گئے، مثلاً ہوٹل قائم کئے گئے، سڑکیں بنائی گئیں، باغات لگائے گئے، میوزیم بنائے گئے، پارکنگ تعمیر کی گئیں، اور سیاحتی مقامات بنائے گئے۔

اسی طرح کا ایک اہم قبرستان ''مامن اللہ'' ہے، اسے ''ماملا'' بھی کہا جاتا ہے(۱)۔ اس کے معنی ہیں: ماء من اللہ یا برکۃ من اللہ، یہ قبرستان قدیم شہر قدس کے مغرب میں آباد ہے، اور مسجد اقصی کے باب خلیل سے دو کلومیٹر دور ہے، ذیل میں اس قبرستان کی تصویر ملاحظہ ہو:

(۱) کامل العسلی: اجدادنا فی بیت المقدس، ص: ۱۱۷۔

اس قبرستان کا شمار بیت المقدس کے چند بڑے قبرستانوں میں ہوتا ہے، اس کا رقبہ تقریباً دوسو دونم ہے، جب کہ ۱۶/ ۴/ ۱۹۲۹ءکو انجینئروں نے اس کی پیائش ۱۳۷,۴۵۰,۲۹ یعنی تقریباً ایک سو ساڑھے سینتیس دونم کی تھی، خیال رہے کہ اس پیائش میں اوقاف کی اس عمارت کو مستثنی کیا گیا تھا جو اس قبرستان کی وقف اراضی کے ایک حصہ پر تعمیر تھی، اسی طرح اس پیائش میں قندریہ میں واقع وہ ''جبالیہ'' قبرستان بھی شامل نہیں تھا جس کو سڑک اس قبرستان سے الگ کرتی تھی، پھر جب ۲۲/ ۳/ ۱۹۳۸ءکو اراضی سے متعلق دفتر کے رجسٹر میں اس کا اندراج ہوا تو اس کا رقبہ ۱۳۴,۵۶۰ دونم درج کیا گیا، اور اسلامی اوقاف کے تحت اس کی بابت ایک دستاویز بھی جاری کی گئی۔ عارف العارف ''المفصل فی تاریخ القدس'' میں تحریر کرتے ہیں: ''قبرستان مامن اللہ قدس کا قدیم ترین، وسیع ترین اور مشہور ترین قبرستان ہے، اس کی تاریخ شہر کی تاریخ کے ساتھ ساتھ چلتی ہے، شہر کی تاریخ میں بار بار اس کا تذکرہ آتا رہتا ہے، ۶۳۶ءمیں یہ شہر فتح ہوا تو صحابہ و مجاہدین کی ایک بڑی تعداد اسی میں آسودہ خاک ہوئی، ۱۱۸۷ءمیں صلاح الدین ایوبی جب صلیبیوں سے قدس واپس لینے کے لئے آئے تو وہ یہیں خیمہ زن ہوئے تھے'' (۱)۔ نابلسی نے اپنے سفر نامہ میں اس قبرستان کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے: ''یہ قبرستان قدس کے باہر مغربی جانب واقع ہے، یہ شہر کا سب سے بڑا قبرستان ہے، اس میں دیگر شہداء، صالحین اور معروف شخصیتوں کے علاوہ صحابہ و تابعین کی ایک بڑی تعداد مدفون ہے'' (۲)۔ عہد عثمانی کے آخر میں ۱۳۱۸ھ میں اس قبرستان کے اردگرد چہار دیواری تعمیر کر دی گئی تھی، ۱۹۲۷ءتک مسلمان اس میں تدفین کرتے رہے، پھر المجلس الاسلامی الاعلی نے قبرستان کے بھر جانے اور آبادی کے قریب تک آجانے کی وجہ سے اس میں تدفین پر پابندی لگادی، فلسطین پر برطانوی قبضہ کے دنوں

(۱) عارف العارف: المفصل فی تاریخ القدس، ص: ۲۷۷۔

(۲) عبد الغنی نابلسی: الحقیقۃ والمجاز فی رحلۃ بلاد الشام ومصر والحجاز، ص: ۳۳۹۔

میں المجلس الاسلامی الاعلی قبرستان کی چہار دیواری اور محافظ کے کمرے وغیرہ کی مسلسل مرمت کراتی رہی، اس میں مدفون صحابہ، تابعین، سلف صالحین، شہدا اور علما اور زہاد کی تعداد ایک لاکھ سے متجاوز ہے، اس میں مدفون صحابہ کرام میں حضرت عبادہ بن صامت کا نام بھی شامل ہے، جب صہیونیوں نے قدس پر قبضہ کرتے ہوئے وہاں قتل عام کیا جس میں ستر ہزار مرد، خواتین اور بچے شہید ہوئے تو صلیبیوں نے زندہ مسلمانوں کے ذریعہ ان شہداء کی تدفین اسی قبرستان میں کرائی، مسلمانوں کو اس قبرستان میں بہت سی قبریں اور سرنگیں ملیں، جس میں انہوں نے شہداء کے سر رکھے، کہا جاتا ہے کہ ایک سرنگ ابھی بھی اس قبرستان کے وسط مغرب میں موجود ہے، وہ شہیدوں کے سروں سے بھری ہوئی ہے، یہ سرنگ پانچ میٹر چوڑی اور سو میٹر سے زائد لمبی ہے، سلطان صلاح الدین ایوبی نے جب قدس کو صلیبیوں کے قبضہ سے آزاد کیا تو صلیبی جنگ کے شہداء کو اسی قبرستان میں دفن کئے جانے کا حکم دیا، اس کے بعد اس قبرستان میں مسلسل تدفین ہوتی رہی، اور سیکڑوں علما، فقہا، ادبا، حکمراں اور اعیان حکومت یہاں دفن ہوئے، تاریخ میں یہ بات بہت معروف ہے کہ بہت سے علماء قاہرہ کو یہاں لاکر دفن کیا جاتا تھا، بہرحال قبرستان ''مامن اللہ'' ستر ہزار سے زائد صحابہ، شہداء، علماء اور زاہدوں کا مدفن ہے، جن میں سے چند یہ ہیں: امیر عیسی بن محمد عکاری شافعی (متوفی: ۵۸۵ھ)، یہ سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کے اہم مشیروں میں سے تھے، عکا کے قریب خروبہ میں وفات پائی، قدس لائے گئے اور اسی قبرستان میں تدفین ہوئی۔ شیخ شہاب الدین ابوعباس احمد بن شیخ محمد بن عبد الولی بن جبارہ مقدسی شافعی (متوفی: ۷۲۸ھ)، آپ معروف فقیہ اور نحوی تھے، شیخ احمد بن محمد حامد بن احمد انصاری مقدسی شافعی (متوفی: ۸۵۴ھ)، صلاح وتقوی، زہد وعبادت میں طاق تھے، قناعت پیشہ تھے، قدس کے منصب قضا کی پیش کش کی گئی، لیکن آپ نے اسے قبول نہ فرمایا۔ قاضی القضاۃ شیخ الاسلام محمد بن جمال الدین بن سعد بن ابی بکر بن دیری عیسی حنفی، (متوفی: ۸۲۷ھ)، نابلس کے قریب حروا میں پیدا ہوئے، بیت

المقدس میں سکونت اختیار کی اور وہاں کے مشہور علماء میں ہوئے، ممتاز فقیہ و مدرس ہوئے، ملک مؤید نے مصر کا قاضی بنایا اور پھر آپ از خود کبر سنی کا عذر کر کے قضاء سے دست بردار ہو گئے، مصر کے زمانہ قیام میں بیت المقدس کا فراق آپ کو بہت ستاتا تھا، آپ کہا کرتے تھے: ''میں وہاں پچاس برس سے زائد رہا پھر اب کہیں اور مروں گا''۔ لیکن جس برس آپ کا انتقال ہوا اس برس آپ رمضان گزارنے اور اہل قدس سے ملنے کے لئے قدس آئے، جب آپ مصر کو واپسی کا ارادہ کر رہے تھے تبھی آپ کو پیغام اجل آ گیا۔

فلسطین پر برطانوی قبضہ کے بعد سے اب تک اس قبرستان کی متعدد بار بے حرمتی کی گئی، اپریل ۱۹۴۷ء میں برطانوی لشکر نے اس قبرستان پر قبضہ کر کے یہاں قیام کیا، اس کی چہار دیواری کو جگہ جگہ سے توڑا، قبرستان کے محافظ نے قدس کے اوقاف کے ذمہ دار کو ۱۹۴۷/۶/۴ء کو ایک خط لکھ کر اس کی اطلاع دی، ۱۹۴۸ء میں اسرائیلی فورسیز نے قدس کے مغربی حصہ پر قبضہ کیا، تو اس کے تحت شہداء، علماء اور صالحین کی یہ آخری آرام گاہ بھی مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گئی۔ اسی برس اسرائیل نے ایک ایسا قانون پاس کیا جس کی رو سے جنگ کے بعد تمام اسلامی اوقاف کو (قبرستانوں، قبروں، مزاروں اور مسجدوں کے بشمول) نامعلوم افراد کی ملکیت مانا جائے گا، ان کے ذمہ دار کو'' نامعلوم افراد کی املاک کا کسٹوڈین'' کہا جائے گا، اور اسے ان اراضی میں تصرف کا حق ہوگا، جب کہ اس قانون میں دیگر قوموں کی املاک کو اس شق سے مستثنیٰ رکھا گیا تھا، یعنی'' نامعلوم افراد کی املاک کے کسٹوڈین'' کو تصرف کا حق صرف مسلمانوں کے اوقاف میں ہی ہوگا، اس غلط قانون سازی سے ان اراضی کے شریعت اسلامی کی نگاہ میں وقف ہونے پر کوئی فرق نہیں پڑتا ہے، ''اسرائیل کے زمینوں سے متعلق ادارہ'' کے ریکارڈ میں یہ قبرستان اس طرح '' نامعلوم افراد کی املاک کے کسٹوڈین'' کے زیر تصرف آ گیا۔ اسی وقت سے اسرائیل اس قبرستان کی ہر علامت کو ختم کر رہا ہے، یہاں تک کہ اب اس قبرستان میں صرف پانچ فیصد قبریں ہی بچی

ہیں، اور اب اس کا رقبہ اصل رقبہ کا آٹھواں حصہ یعنی تقریباً ۱۹ دونم رہ گیا ہے۔ اسرائیل نے ۱۹۶۷ء میں قدس پر قبضہ کے بعد اس قبرستان کے ایک بڑے حصہ پر بلڈوزر چلا دیا تھا، اس کے علاوہ اس قبرستان کے بیچ سے صہیونی حکومت نے ایک وسیع راستہ نکالا، اور اس میں ''آزادی پارک'' کے نام سے ایک بڑا پارک اور ایک بڑا ہوٹل تعمیر کیا، چند برس قبل اسرائیلی محکمہ آثار قدیمہ نے قبرستان میں کھدائی کر کے دوسو سے زیادہ قبریں کھودیں اور ان قبروں میں موجود انسانی جسم کے اعضاء کو دیگر مقامات پر دفن کر دیا، ۲۰۰۷ء میں ''صہیونی سپریم کورٹ'' نے اپنے ایک فیصلے میں ایک یہودی امریکی کمپنی کو اس تاریخی اسلامی قبرستان کی تباہ شدہ قبروں کے ڈھیر پر ''رواداری میوزیم'' قائم کرنے کی اجازت دے دی، اس ظالمانہ فیصلہ کے سامنے آنے کے فوراً بعد سے ہی اس کمپنی نے یہ میوزیم بنانا شروع کر دیا، اس وقت سے قابض ادارے مسلسل سیکڑوں قبروں کو تہس نہس کر کے راتوں رات انہیں مکمل طور پر ختم کر دیتے ہیں، اس لئے کہ وہ پہلی انہدامی کارروائیوں کے دوران اوقاف اور تحریک اسلامی کے نمائندوں کی وجہ سے ایسا دن میں نہیں کر سکے تھے''(۱)۔

(اسرائیل قبرستان مامن اللہ کو نیست و نابود کر رہا ہے)

اس میوزیم کا نقشہ عظیم امریکی انجینئر فرینک اوگیری نے بنایا تھا، یہ وہی انجینئر ہے جس

(۱) Islamtoday.net/abasheer/artshow-12-137525.html.

نے اسپین کے بلباؤ شہر میں واقع گگنہیم میوزیم کا نقشہ بنایا تھا، اس میوزیم کا افتتاح ۲۰۰۷ء میں ہوا تھا، زیر تذکرہ میوزیم کا مجوزہ رقبہ ۲۱۶۰۰ مربع میٹر ہے، اس کی تعمیر قدس کے پتھروں، شیشہ اور ٹائی ٹینیم سے ہوگی، اس کا باضابطہ نام ''مرکز عظمت انسانی - رواداری میوزیم'' ہوگا، اس پروجیکٹ کا خرچ ڈیڑھ سوملین ڈالر ہوگا، اور اس کا فائنس سائمن فیسنٹل سینٹر کرے گا جس نے اپنے ہی نام سے لاس اینجلس میں ایک میوزیم بنایا ہے۔ اس میوزیم کا مقصد قوموں کے درمیان رواداری کے جذبات عام کرنا ہے۔ شیخ رائد صلاح نے فرانس پریس سے گفتگو کرتے ہوئے کہا: ''اسرائیلی سپریم کورٹ کا یہ فیصلہ ظالمانہ ہے، ہم عالم اسلام اور عرب ممالک سے اس پروجیکٹ کو رکوانے اور اس فیصلہ کی مذمت کا مطالبہ کریں گے، باشندگان قدس اور جن حضرات کے اعزہ اس قبرستان میں مدفون ہیں ہمارا ان سے یہ مطالبہ ہے کہ وہ قبروں کی زیارت کے لئے اس قبرستان میں جایا کریں، اسی طرح پارلیمنٹ کے عرب رکن محمد برکت نے اس فیصلہ کی مذمت کرتے ہوئے اسے قدس کی اسلامیت وعربیت کو ختم کرنے کی ایک کوشش بتایا، مفتی فلسطین شیخ محمد حسین نے اس فیصلہ کو اس لئے خطرناک بتایا کہ یہ فیصلہ ان اسلامی مقدس مقامات سے متعلق ہے جن میں کوئی اور دخل اندازی نہیں کرسکتا، وہ صرف مسلمانوں کے مقدس مقامات ہیں۔

باب الرحمۃ کا اسلامی قبرستان (۱)، اس قبرستان میں صحابی جلیل حضرت شداد بن اوسؓ کے علاوہ اور بہت سے صحابہ کرام مدفون ہیں، کچھ ہی عرصہ قبل قابض حکومت نے تمیں صحابہ کرام کی قبروں میں موجود ہڈیوں اور دیگر اعضاء کو کسی نامعلوم مقام میں خاموشی کے ساتھ منتقل کردیا تھا، پھر دو مہینے بعد بہت سے ٹرکوں میں بھر کر لال مٹی لائی گئی، اور ان قبروں کی جگہ پر اس کا بھراؤ ڈالا گیا، اب اس کی جگہ پر ایک ایسے تلمودی پارک کی تعمیر کا کام جاری ہے، جس میں ان قبروں کی جگہ یہودی نشانیاں قائم کی جائیں گی، اس قبرستان کو بند کردیا گیا ہے، اب وہاں کسی کو دفن کئے

(۱) کامل العسلی: اجدادنا فی بیت المقدس، ص: ۱۳۳۔

جانے کی اجازت نہیں ہے، اس قبرستان اور اس کی تعمیرات وغیرہ کے نام بدل کر یہودی نام رکھنے کی گہری صہیونی سازشیں چل رہی ہیں، قدس میں اس کے علاوہ اور بہت سے قبرستان بھی اسلامی نشانیوں کو مٹانے کی سازشوں کے شکار ہیں، مثلاً: باب الاسباط کا قبرستان، عین کارم، مالحہ، ولجہ، عکاشہ کے قبرستان، اور حضرت داؤد کا وہ قبرستان جس کے متولی آل دجانی ہیں۔

ح- ۲۲ر ۴ر ۲۰۰۷ء کو قابض حکومت نے فجر کے وقت المجلس الاسلامی الاعلی کی عمارت توڑ ڈالی، اس عمارت کی تعمیر ۱۹۲۹ء میں اس وقت کے سربراہ الہیئۃ الاسلامیۃ العلیا اور مفتی فلسطین شیخ امین الحسینی کی سرپرستی میں مکمل ہوئی تھی۔ خیال رہے کہ یہ مجلس اور اس کی عمارت اس شہر قدس کے مسلم اوقاف میں شامل ہیں جو پورا مسلمانوں کی ملکیت ہے، یہ اوقاف مرور زمانہ کے باوجود وقف ہی رہیں گے، صہیونیوں کا کوئی ظالمانہ دعوی اس میں تبدیلی نہیں لاسکتا ہے، اس کی تعمیر اندلس کے فن تعمیر کے مطابق ہوئی تھی۔

ط- مکتبۃ الانصاری قدس کی ان وقف عمارتوں میں سے ایک ہے جن کو خالی کرنے اور منہدم کئے جانے کی وارننگ دی جاچکی ہے، اس عمارت کا شمار اسلامی آثار قدیمہ میں ہوتا ہے، یہ شہر قدس کے قدیم عظیم اور اہم ثقافتی کتب خانوں میں سے ایک ہے، اس کتب خانہ میں بے شمار مشہور تصنیفات، علمی، تاریخی، ثقافتی اور ادبی کتابیں ہیں، اسی طرح اس میں مختلف علوم وفنون کے مشہور رسالے اور اخبارات ہیں، فلسطین بلکہ پوری دنیا کے ہزاروں طلبہ، اساتذہ، ماہرین تعلیم وتربیت اور مورخین وغیرہ اس سے استفادہ کرتے ہیں، شہر قدس کو چاروں طرف سے دیوار تعمیر کرکے بند کئے جانے سے قبل یہ کتب خانہ ادباء وشعراء کا مرکز تھا۔

قدس پر قبضہ مورخہ ۷/۶/۱۹۶۷ء سے لے کر دسمبر ۲۰۱۰ء تک کی قدس اور مسجد اقصی کے ساتھ صہیونی دست درازیوں اور بے حرمتیوں کا ایک تاریخی چارٹ

نمبر شمار	تاریخ	دست درازیاں اور بے حرمتیاں	مرکزی عنوان
۱	۷/۶/۱۹۶۷ء	جنرل مورڈیکائی گرنے جنگ کے تیسرے دن ہاف ٹریک پر بیٹھ کر مسجد اقصی پر قبضہ کیا۔	مسجد اقصی پر قبضہ
۲	۷/۶/۱۹۶۷ء	قابض حکومت نے ۱۹۶۷ء میں قدس پر قبضہ کے بعد باب المغاربہ کی چابیاں ضبط کرلیں، جنہیں اب تک واپس نہیں کیا گیا ہے۔	باب المغاربہ کی چابیاں ضبط کر لی گئیں۔
۳	۹/۶/۱۹۶۷ء	۱۱۸۷ء میں صلاح الدین ایوبی کے ذریعہ صلیبیوں سے مسجد اقصی کو آزاد کرائے جانے کے بعد پہلی مرتبہ نماز جمعہ نہیں ہوسکی، ایسی صورت حال دوسری مرتبہ ۱۹/۱۰/۱۹۹۰ء کو اس وقت پیش آئی جب مسجد کے اماموں کو نماز جمعہ ایک گھنٹہ کی تاخیر سے اس لئے پڑھانی پڑی کہ اسرائیلی فورسس نے نمازیوں کو اقصی پہنچنے سے روک دیا تھا۔	نماز جمعہ کا نہ ہوسکنا، اور نماز جمعہ کی تاخیر

۴	۱۵/۶/۱۹۶۷ء	اسرائیلی فوج کے سب سے بڑے ربی شلوموگورن اوراس کے پچاس متبعین نے مسجد اقصی کے صحن میں نماز ادا کی، اس ربی نے کہا: ''علاقہ حرم کے بعض حصے جبل ہیکل کے حصے نہیں ہیں، ایسے حصے یہودی شریعت کی رو سے محترم نہیں ہیں، اس نے مزید کہا کہ وہ اس نتیجہ تک آرکیولوجیکل دلائل اور قرائن سے پہنچا ہے۔	ربی شلومو اور اس کے متبعین کا مسجد اقصی کے صحن میں گھسنا۔
۵	۱۵/۷/۱۹۶۷ء	اسلامی شرعی اپیل کورٹ نے ایک امریکی ماسونی ادارے کی جانب سے سوملین ڈالر کی رقم سے حرم قدسی کے اندر ہیکل سلیمانی کی تعمیر کا مطالبہ رد کر دیا۔	ہیکل کی تعمیر کا مطالبہ۔
٦	۲۲/۸/۱۹۶۷ء	یہودیوں کی دینی قیادت نے حرم کے باہر ایسے بورڈ لگائے جن پر حرم میں یہودیوں کے داخلہ کے ممنوع ہونے کی بابت شریعت کے احکام تحریر کئے گئے تھے۔	مسجد اقصی کے باہر بورڈ لگائے گئے۔
۷	۱۰/۹/۱۹۶۷ء	حرم قدسی میں آنے والے زائرین سے لئے جانے والے چارجس کو ختم کئے جانے پر مسلمانوں نے احتجاج کیا، اور اسرائیل کی وزارت دفاع نے یہ اعلان کیا کہ اسلامی اوقاف کا ادارہ صرف مساجد کی زیارت کے چارجس لے سکتا ہے۔	زائرین اقصی سے لئے جانے والے چارجس کا خاتمہ

۸	۱۵/۴/۱۹۶۹ء	عدالت کے قانونی مشیر زفی باریلیف نے پولیس کے وزیر شلوموہلبل کے خلاف دیئے گئے عارضی حکم کی بنا پر یہ وضاحت کی کہ یہودیوں کو حرم کے علاقہ میں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی ہے۔	قانونی مشیر زفی باریلیف نے کہا: علاقہ حرم میں یہودیوں کو نماز کی اجازت نہیں ہے
۹	۱۶/۶/۱۹۶۹ء	قابض حکومت کے اداروں نے زاویہ فخریہ پر قبضہ کرلیا، یہ زاویہ مسجد اقصی کے احاطہ میں جنوب مغرب میں آباد ہے۔	زاویہ فخریہ پر یہودیوں کا قبضہ
۱۰	۲۴/۶/۱۹۶۹ء	قابض حکومت کی فورسیز نے مدرسہ تنکزیہ پر قبضہ کرلیا، یہ مدرسہ عدالت کے نام سے جانا جاتا ہے، اور باب السلسلہ کے پاس واقع ہے، یہودی فوج نے اس کو اپنی چھاؤنی بنالیا ہے۔	مدرسہ تنکزیہ پر یہودیوں کا قبضہ
۱۱	۲۱/۸/۱۹۶۹ء	ڈینس روہان نامی دہشت گرد مسجد اقصی کے علاقہ میں داخل ہوگیا، اس نے مسجد کی محراب تک پہنچ کر مسجد کو برباد کرنے کے لئے آگ لگادی، یہ آگ کافی پھیل گئی، لیکن عربوں نے اسے مسجد کے دیگر حصوں تک پہنچنے سے روک دیا۔	مسجد اقصی میں آتش زنی
۱۲	۲۳/۸/۱۹۶۹ء	آتش زنی کے واقعہ کی سازش کے الزام میں ایک آسٹریلیائی سیاح کی گرفتاری، یہ شخص ''کنیسۃ اللہ'' کا رکن تھا۔	مسجد کی آتش زنی کا الزام ایک آسٹریلیائی پر

۱۳	۱۶/۹/۱۹۷۰ء	سپریم کورٹ نے وضاحت کی کہ دینی اداروں کے مطالبوں اور حقوق سے متعلق امور میں اس کو قضا کا حق حاصل نہیں ہے، اس لئے وہ حکومت کے ذریعہ یہودیوں کو حرم میں نماز پڑھنے سے روکنے کے معاملہ میں دخل اندازی نہیں کرسکتا ہے۔	دینی ادارے یہودی عدالت کے دائرہ اختیار میں نہیں آتے۔
۱۴	۲۸/۱/۱۹۷۶ء	مرکزی عدالت کی خاتون اسرائیلی جج ''اوذ'' نے کہا یہودیوں کو حرم میں نماز پڑھنے کا حق حاصل ہے۔	خاتون جج: یہودیوں کو مسجد اقصی میں نماز پڑھنے کا حق ہے
۱۵	۱/۲/۱۹۷۶ء	دینی امور کے وزیر اسحاق رافائیل نے کہا: حرم کے علاقہ میں نماز کے مسئلہ کا تعلق یہودی شریعت سے ہے، یہ معاملہ ان کے دائرہ اختیار میں نہیں ہے۔	مسجد اقصی میں نماز کے لئے یہودیوں کا جانا ایک دینی مسئلہ ہے
۱۶	۱/۷/۱۹۷۶ء	قدس کی مرکزی عدالت نے خاتون جج ''اوذ'' کے ۳۰/۱/ کے فیصلے کو مسترد کیا اور کہا کہ حرم میں نماز پڑھنے کی کوشش مظاہرہ کے انداز میں ہوئی ہے، اس لئے ایسا کرنے والے لوگ خطا کار ہیں۔	مرکزی عدالت نے خاتون جج کے سابق فیصلے کو غلط قرار دیا۔

۱۷	۱۹۷۹/۳/۲۵ء	کہانا کے متبعین کی ایک تعداد اور دینی مدارس کے طلبہ کے حرم میں نماز پڑھنے کے ارادہ کی افواہیں پھیلنے کے نتیجہ میں تقریباً دو ہزار عرب نوجوان حرم میں ڈنڈوں اور پتھروں کے ساتھ جمع ہوئے، پولیس نے انہیں بکھیرا۔	دہشت گرد کاہانا کے متبعین کا مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنے کا ارادہ
۱۸	۱۹۷۹/۸/۳ء	حرم میں نماز کی ادائیگی پر عائد پابندی ختم کرنے کے مطالبہ کی ایک عرضی قدس کی بابت نئے قانون کی تیسری دفعہ کی بنیاد پر دائر کی گئی، یہ دفعہ حرم تک جانے کی آزادی دیتی ہے۔	اقصیٰ میں نماز پڑھنے کی ممانعت کو ختم کرنے کے لئے عدالت میں عرضی داخل کی گئی
۱۹	۱۹۷۹/۸/۱۴ء	غورشون شلومون کی انتہا پسند جماعت نے مسجد اقصیٰ میں گھسنے کا ارادہ کیا، لیکن قدس کے اصل باشندگان نے ان کا مقابلہ کر کے ان کی کوشش ناکام کر دی، پھر انتہا پسند مائر کہانا اور اس کی جماعت نے پولس کی بڑی تعداد کی مدد سے مسجد میں گھسنے کی بھرپور کوشش کی، لیکن بیس ہزار سے زائد عربوں نے ان کا مقابلہ کیا، اور حرم کے دفاع میں ان لوگوں کے ساتھ خونریز مقابلہ کیا جس میں دسیوں لوگ زخمی ہوئے۔	مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنے کے لئے انتہا پسندوں کا گھسنا۔
۲۰	۱۹۷۹/۱۱/۱۱ء	اسرائیلی پولس نے مسلم نمازیوں پر گولیاں برسائیں، جس کی وجہ سے دسیوں نمازی زخمی ہوگئے۔	مسجد میں مسلم نمازیوں پر فائرنگ

۲۱	۱۹/۴/۱۹۸۰ء	یہودی ربیوں نے قدس میں اپنی ایک عالمی کانفرنس منعقد کی جس میں انہوں نے مسجد اقصی پر قبضہ کا پلان بنایا۔	اقصی پر قبضہ کے لئے ربیوں کی کانفرنس
۲۲	۱۳/۱/۱۹۸۱ء	تحریک ''وفاداران جبل ہیکل'' کے افراد حرم قدسی میں داخل ہوئے، ان کے ساتھ ربی ''موشی شیغل'' اور تحریک ''ہاتحیا'' کے بعض قائدین تھے، یہ لوگ مسجد میں نماز پڑھنا چاہ رہے تھے، ان کے ہاتھوں میں اسرائیلی جھنڈا اور تورات کے نسخے تھے۔	انتہا پسندوں کا مسجد اقصی میں نماز کے لئے گھسنا۔
۲۳	۷/۵/۱۹۸۱ء	۲۵ یہودی انتہا پسندوں نے حرم قدسی میں داخل ہونے کی کوشش کی، حرم کے محافظوں اور حرم کی پولیس کے ذمہ داران نے ان کو روکا، یہ انتہا پسند ''باب المغاربہ'' کے باہر کھڑے رہے، پھر کچھ اور لوگ آکر ان کے ساتھ ہوگئے، ان سب لوگوں نے وہاں نعرے لگائے اور پھر وہیں نماز پڑھی۔	انتہا پسند افراد کا مسجد اقصی میں نماز کے لئے گھسنا۔
۲۴	۲۸/۸/۱۹۸۱ء	ایک ایسی سرنگ کے انکشاف کا اعلان جو دیوار گریہ سے شروع ہوتی ہے اور حرم کے نیچے سے جاتی ہے، سابق وزیر ادیان ہارون ابوحصیرہ اور وزیر جنگ شیرون نے مکمل رازداری کے ساتھ اس کی بابت رپورٹ تیار کرنے کا حکم دیا، ان رپورٹوں میں بتایا گیا کہ اس سرنگ کی کھدائی دیوار گریہ کے ربی اور دینی امور کی وزارت کے کارکنان نے کی ہے، اس کام کا آغاز ایک ماہ قبل ہوا تھا، ربی عظیم شلوموغورن نے معاملہ کی حساسیت کی وجہ سے اس راستہ کو بند کرنے کا حکم دیا۔	مسجد اقصی کے نیچے ایک سرنگ کا انکشاف۔

۲۵	۱۹۸۱/۸/۲۹ء	اسرائیلی آرکیولوجیکل اکسپرٹ پروفیسر یغنال یادین نے حرم قدسی کے نیچے جاری کھدائیوں کی بابت آگاہ کیا۔	مسجد اقصیٰ کے نیچے کھدائیاں۔
۲٦	۱۹۸۱/۸/۳۱ء	مسجد اقصیٰ کے نیچے کھدائیاں جاری رکھنے کی وجہ سے مغربی فصیل کے پاس کی اسلامی عمارتوں میں خطرناک دراڑیں پڑیں۔	مسجد اقصیٰ کے نیچے کھدائیوں کی وجہ سے عمارتوں میں دراڑیں۔
۲۷	۱۹۸۱/۹/۳ء	لجنۃ اعمار المسجد الاقصیٰ نے سبیل قایتبای پر دیوار خراسانی کی تعمیر کا فیصلہ کیا، اس لئے کہ اسرائیلی اداروں نے اس سبیل کو مکمل طور پر بند کرنے کا اپنا وعدہ وفا نہیں کیا تھا، بلکہ دو ایسے سوراخ باقی رکھے تھے، جن سے یہودی اس کنویں کو دیکھ سکیں۔	یہودیوں کے ذریعہ سبیل قایتبای کو بند نہ کیا جانا۔
۲۸	۱۹۸۲/۲/۲۴ء	''وفاداران جبل ہیکل'' کا سربراہ غوشون ''سلمون'' نماز اور دیگر دینی رسموں کی ادائیگی کے لئے مسجد اقصیٰ کے علاقہ میں داخل ہوا۔	انتہا پسندوں کا مسجد اقصیٰ میں نماز کے لئے گھسنا۔
۲۹	۱۹۸۲/۳/۲ء	چار کالونیوں میں آباد انتہا پسند یہودی نوآبادکار اسلحوں سے لیس ہوکر مسجد اقصیٰ میں باب السلسلہ سے گھسے، اس سے پہلے انہوں نے محافظین کے ساتھ بدسلوکی کی۔	انتہا پسندوں کا مسجد اقصیٰ میں نماز کے لئے گھسنا۔

۳۰	۸/۴/۱۹۸۲ء	حرم قدسی کے دروازہ کے پاس ایک پیکٹ ملا جس میں ایک بے کار بم اور دھمکی آمیز خط تھا، اس بے کار بم میں ٹائمنگ کا آلہ اور ٹرانسسٹر تھا، دھمکی آمیز خط پر ''وفاداران جبل ہیکل'' ربی کہانا کی تحریک اور نام نہاد علاقوں کی یونینوں کی جانب سے دستخطیں تھیں۔	مسجد اقصی میں بم ملا۔
۳۱	۱۱/۴/۱۹۸۲ء	ہیری گولڈ مین نامی ایک صہیونی فوجی نے مسجد اقصی کے اندر گھس کر اندھا دھند فائرنگ کی، اصل باشندگان قدس میں سے کئی شہید ہوئے اور ساٹھ سے زیادہ زخمی ہوئے، اس کے نتیجہ میں عربوں کے اندر زبردست غصہ پیدا ہوا، مغربی پٹی اور غزہ میں بدترین فسادات ہو پر پر عالمی پیمانہ پر قابض حکومت کے خلاف ردعمل ظاہر کیا گیا۔	گولڈ مین کے ذریعہ مسجد اقصی کے اندر گھس کر فائرنگ۔
۳۲	۱۲/۵/۱۹۸۲ء	مغربی قدس کے بلدیاتی ادارہ کا انسپکٹر پولیس کی مدد سے مسجد اقصی کے اندر داخل ہوا تا کہ وہ پارلیمنٹ کی ممبر غیئولا کوہین کے اس دعوے کی بابت تحقیقات کرسکے کہ اقصی کے علاقہ میں غیرقانونی عمارتیں ہیں، اس ممبر پارلیمنٹ نے اپنے خیالات کی بنیاد پر اقصی میں تعمیر وترمیم کے کام پر پابندی لگانے کا مطالبہ کیا تھا۔	اقصی کے اندر کی عمارتوں کے جائزہ کے عنوان پر مغربی قدس کے بلدیاتی ادارہ کا انسپکٹر اقصی میں داخل ہوا۔

۳۳	۱۹۸۲/۵/۲۰ء	اسلامی اوقاف کے ذمہ داران کو ڈاک کے ذریعہ صہیونی تنظیموں کی جانب سے ایک ’’آخری تنبیہ‘‘ موصول ہوئی، جس میں یہ مطالبہ تھا کہ یہودیوں کو مسجد اقصیٰ میں دینی رسموں کی ادائیگی کرنے دی جائے ورنہ ذمہ داران اوقاف کو قتل کردیا جائے گا۔	یہودیوں کو مسجد اقصیٰ میں عبادت کرنے دینے کا اوقاف سے دھمکی آمیز مطالبہ
۳۴	۱۹۸۲/۷/۷ء	الہیئۃ الاسلامیہ کو ایک دھمکی کا خط ملا، جس پر الدوریات الخضراء اور تحریک کاخ کی دستخطیں تھی، ساتھ میں بینک لٹومی کا ایک پونڈ کا ڈرافٹ تھا۔	یہودیوں کو مسجد اقصیٰ میں عبادت کرنے دینے کا دھمکی آمیز مطالبہ
۳۵	۱۹۸۲/۷/۲۵ء	اقصیٰ کے علاقہ کے اندر واقع ایک مسجد کو بم سے اڑانے کی منصوبہ بندی کے الزام میں تحریک کاخ کے لئے کام کرنے والے ایک شخص ’’یوئیل لیرنز‘‘ کو گرفتار کیا گیا، اس شخص کو ۱۹۸۲/۱۰/۶ء کو مسجد صخرہ کو بم سے اڑانے کی منصوبہ بندی کے الزام میں سزا سنائی گئی۔	اقصیٰ کی ایک مسجد کو بم سے اڑانے کی منصوبہ بندی۔
۳۶	۱۹۸۳/۱/۲۰ء	اسرائیل وامریکہ میں ایک انتہا پسند تحریک کا قیام، اس تحریک کا مقصد قیام ہے: مسجد اقصیٰ کی جگہ پر جبل ہیکل کی از سرنو تعمیر، امریکی رسالہ ایکزیکیوٹیو انٹیلیجنس رپورٹ میں اس تحریک کا نام کیرن ہار ہبیت رکھا گیا۔	ہیکل کی تعمیر کے لئے ایک یہودی امریکی تحریک کی تشکیل۔

۳۷	۱۰/۳/۱۹۸۳ء	پولیس نے ۴۰ یہودیوں پر مشتمل ایک گروپ کو طاقت کا استعمال کر کے حرم قدسی میں داخل ہونے کی منصوبہ بندی کے الزام میں گرفتار کیا، اس کے علاوہ پولیس نے خفیہ ایجنسیوں کی رپورٹ پر چار ایسے مسلح یہودیوں کی شناخت کی جو اسطبلات سلیمان نامی زمینی راستہ میں گھسنے کی کوشش کررہے تھے، پولیس کے کچھ افراد نے ربی اسرائیل اری ایل اور ایک دوسرے شخص کے گھر کا محاصرہ کیا اور بعض دیگر افراد کو گرفتار کیا، اری ایل اور دوسروں کے گھروں کی تلاشی میں اسلحے اور جبل ہیکل کے نقشے برآمد ہوئے۔	طاقت کے بل پر اقصی میں گھسنے کی منصوبہ بندی۔
۳۸	۱۰/۳/۱۹۸۳ء	ایک انتہاپسند یہودی گروپ کی گرفتاری جو جنوبی جانب سے رات کے وقت حرم قدسی میں داخل ہونے اور پھر وہیں بسنے کی کوشش کررہے تھے، ان میں سے بعض لوگ اسلحوں سے لیس تھے، اور فوجی لباس زیب تن کئے ہوئے تھے، ان کے ہاتھ میں کلہاڑیاں اور دھماکہ خیز مادوں سے بھرے ہوئے تھیلے تھے، یہ بھی بتایا گیا کہ یہ لوگ کریات اربع کے نوآبادکار اور وہاں کے دینی یہودی مدرسہ کے طلبہ تھے، یہ اس تحریک کاخ کے ارکان تھے، جس کا قائد میئر کہانا ہے، ریڈیو اسرائیل نے بتایا کہ اس گروپ کے افراد کے پاس سے بعض غذائی اشیاء اور ایسے کپڑے ملے جن کے ساتھ یہ مسجد اقصی میں لمبی مدت رہ سکتے تھے، اس نے یہ بھی خبر دی کہ ان لوگوں کے پاس وہ مشین گنیں تھیں جن کا استعمال اسرائیلی فوج کرتی ہے، ان میں سے کچھ لوگوں کے پاس ایم ۱۶ بندوقیں اور ریوالور بھی تھے۔	انتہا پسند لوگوں کا رات میں مسجد میں اسلحوں اور غذائی اشیاء کے ساتھ گھسنا۔

۳۹	۱۱/۳/۱۹۸۳ء	یہودی انتہا پسندوں کے ذریعہ مسجد اقصی اور مسجد الصخرہ پر قبضہ کرکے وہاں دینی تعلیم کا ایک مرکز قائم کرنے کی کوشش کو ناکام بنادیا گیا۔	مسجد اقصی میں دینی ادارہ قائم کرنے کے لئے انتہا پسندوں کا گھسنا۔
۴۰	۱۲/۳/۱۹۸۳ء	مسجد اقصی کی جنوبی دیوار کے نیچے متعدد نئے راستوں کا انکشاف، ان راستوں کے بارے میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہودی انتہاپسندوں نے یہ راستے حرم قدسی میں گھسنے کی کوشش میں کھدائی کرکے بنائے تھے۔	جنوبی دیوار کے نیچے کھدائیاں۔
۴۱	۳/۴/۱۹۸۳ء	''وفاداران جبل بیت'' نامی تنظیم نے باب المغاربہ کے اندر میدان گریہ کے پاس ریلی کرنے کی اپیل کی۔	باب المغاربہ کے اندر ریلی کرنے کی اپیل
۴۲	۱۶/۴/۱۹۸۳ء	''وفاداران جبل ہیکل'' نامی گروپ نے دیواروں پر اپنے پوسٹر لگا کر ''یوم آزادی کی عبادت'' کی ادائیگی کے لئے مسجد اقصی میں داخل ہونے کا اعلان کیا۔	مسجد اقصی میں عبادت کے لئے پوسٹر لگائے گئے۔
۴۳	۱۳/۵/۱۹۸۳ء	یہودی انتہا پسندوں کی جماعت ''وفاداران جبل ہیکل'' نے مسجد اقصی کے پاس واقع باب المغاربہ کے سامنے نماز ادا کی، ان لوگوں کو نماز ادا کرنے کی اجازت اسرائیلی سپریم کورٹ کے ایک فیصلہ کی بنیاد پر ملی تھی۔	انتہا پسندوں کا مسجد اقصی میں نماز پڑھنے کے لئے گھسنا۔

۴۴	۱۹۸۴/۳/۲۴	ایک انتہا پسند تحریک جس نے اپنا نام ''نجات دہندگان حرم'' رکھ رکھا ہے، نے حرم قدسی میں عید فصیح کی مخصوص عبادتیں کرنے اور قربانیاں گزارنے کا اعلان کیا، اسرائیلی ٹیلی ویژن نے بتایا کہ اس تحریک نے اپنے اس ارادہ کی اطلاع وزیر اعظم، وزیر داخلہ اور وزیر ادیان کو کردی ہے۔	مسجد اقصی میں نماز پڑھنے کے لئے انتہا پسندوں کا اس میں گھسنا۔
۴۵	۱۹۸۴/۳/۲۹	المجلس الاسلامی الاعلی کے دروازہ کا زینہ گر گیا، اور ایک ایسے گڈھے کا پتہ چلا جس کی لمبائی تین میٹر، چوڑائی دو میٹر، اور گہرائی دس میٹر سے زیادہ تھی، اور جو اس لمبی سرنگ تک جا پہنچتا تھا جو اسرائیلی آثار قدیمہ کے ادارہ نے مسجد اقصی کی بیرونی مغربی فصیل کے محاذات میں کھودی تھی، اور جو باب مغاربہ سے لے کر مجلس کی عمارت کے دروازہ تک تھی، اس عمارت میں ادارہ اوقاف کے دفاتر تھے، اس سرنگ کے نتیجے میں المجلس الاسلامی کی عمارت کے گر جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔	کھدائیوں کے سبب المجلس الاسلامی کا زینہ گر گیا۔
۴۶	۱۹۸۴/۴/۲۳	بارڈر سیکوریٹی فورسیز کے جن جوانوں کو اس لئے لایا گیا تھا تا کہ وہ مسجد اقصی کی انتہا پسند یہودیوں کی دست درازیوں سے حفاظت کریں وہ حرم قدسی اور اس کے میدانوں میں نماز کے اوقات اور دیگر اوقات میں اسلحے لئے ہوئے گھومتے ہیں، اور مسجد کے تقدس کے منافی کام کرتے ہیں۔	بارڈر سیکوریٹی فورسز کے جوان مسجد اقصی میں نمازیوں کے سامنے اسلحے لئے ہوئے داخل ہوئے۔

۴۷	۲۳/۴/۱۹۸۴ء	اقصی کی مغربی فصیل کے سامنے ہونے والی کھدائیوں نے اپنے اوپر کی آثار قدیمہ کی عمارتوں کو نقصان پہنچایا، جس کی وجہ سے ان عمارتوں میں اور ان کی دیواروں میں دراڑیں پڑ گئیں، ان میں سے ایک عمارت اوقاف کے دفتر کی عمارت بھی ہے۔	قدس کے آثار قدیمہ کو کھدائیاں نقصان پہنچا رہی ہیں۔
۴۸	۲۱/۸/۱۹۸۵ء	دس یہودی انتہا پسندوں کی درخواست پر اسرائیلی پولیس نے انہیں اقصی میں دینی رسموں کی ادائیگی کی اجازت دی۔	انتہا پسندوں کو اقصی میں عبادت کی اجازت۔
۴۹	۴/۸/۱۹۸۶ء	ربیوں نے اپنی چند مخصوص میٹنگیں کر کے یہودیوں کو اس بات کی اجازت دی کہ وہ مسجد اقصی میں اپنی روایتی رسمیں ادا کریں، نیز انہوں نے اقصی کے اندر ایک یہودی کلیسا (سینا گاگ) قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔	مسجد اقصی میں یہودیوں کو عبادت کی اجازت دینے کے لئے ربیوں کی کانفرنس
۵۰	۲/۷/۱۹۸۸ء	اسرائیلی وزارت ادیان نے باب غوانمہ کے پاس ایک سرنگ کھودی۔	اقصی کے نیچے کھدائیاں۔
۵۱	۹/۸/۱۹۸۹ء	اسرائیلی پولیس نے یہودی دینی پیشواؤں کو حرم قدسی کے دروازے پر عبادتیں کرنے کی اجازت دی ایسا باضابطہ پہلی مرتبہ ہوا۔	انتہا پسندوں کو اقصی میں عبادت کی اجازت۔
۵۲	۸/۱۰/۱۹۹۰ء	اسرائیلی فورسیز نے مسجد کے اندر قتل عام کیا، جس میں ۲۲ نمازی شہید اور ۲۰۰ نمازی زخمی ہوئے۔	مسجد اقصی میں قتل عام

۵۳	۱۹/۹/۱۹۹۰ء	عبرانی سال کے آغاز پر یہودی انتہا پسندوں نے مسجد اقصی میں چکر لگایا، ایک یہودی نے باب الرحمۃ کے پاس اپنے پاس موجود بگل بجایا۔	مسجد اقصی میں عبادت کے لئے انتہا پسندوں کا گھسنا۔
۵۴	۸/۱۲/۱۹۹۰ء	اسرائیلی پولیس نے فرقہ پرست تحریک کاخ کے دس انتہا پسندوں کو حرم قدسی کے علاقہ میں گھسنے کی اجازت دے دی، انہوں نے وہاں اشتعال انگیز حرکتیں کی، اورعربوں ومسلمانوں کے خلاف نعرے لگائے۔	مسجد اقصی میں عبادت کے لئے انتہا پسندوں کا گھسنا۔
۵۵	۲۷/۱۲/۱۹۹۰ء	پولیس کی جانب سے ممانعت کے باوجود ''وفاداران جبل ہیکل'' کے دس افراد نے حرم قدسی میں گھسنے کی کوشش کی، اس تنظیم کا قائد ''غوشون سلومون'' ہے۔	مسجد اقصی میں عبادت کے لئے انتہا پسندوں کا گھسنا۔
۵۶	۲/۴/۱۹۹۲ء	تقریبا پچاس فرقہ پرست لوگوں نے مسجد اقصی کے راستے میں ریلی نکالی، ان لوگوں کے ہاتھوں میں ایسے بورڈ تھے جن میں مسجد اقصی کی جگہ پر ہیکل کی از سرنو تعمیر کی اپیل کی گئی تھی۔	یہودیوں کی جانب سے ہیکل کی از سرنو تعمیر کی اپیل
۵۷	۱۳/۷/۱۹۹۴ء	چھ انتہا پسندوں پر مشتمل ایک گروپ صبح ساڑھے گیارہ بجے نکلا، اس وقت تک یہ لوگ مسجد اقصی کے میدانوں میں ٹہلتے رہے۔	مسجد اقصی میں عبادت کے لئے انتہا پسندوں کا گھسنا۔

۵۸	۱۳/۷/۱۹۹۴ء	دوپہر دو بجے دو انتہا پسند حرم قدسی کے میدانوں میں باب المغاربہ سے داخل ہوئے، اور اسی دروازے سے ہی یہ لوگ نکلے بھی۔	مسجد اقصی میں عبادت کے لئے انتہا پسندوں کا گھسنا۔
۵۹	۱۶/۷/۱۹۹۴ء	دوپہر دو بجے دو انتہا پسند حرم قدسی کے میدانوں میں باب المغاربہ سے داخل ہوئے، اور اسی دروازے سے ہی یہ لوگ نکلے بھی۔	مسجد اقصی میں عبادت کے لئے انتہا پسندوں کا گھسنا۔
۶۰	۷/۷/۱۹۹۶ء	اسرائیل کی خطرناک کھدائیوں نے مسجد اقصی کی جنوب مغربی دیوار کو ہلا دیا۔	مسجد اقصی کے نیچے کھدائیاں
۶۱	۱۴/۷/۱۹۹۶ء	یہودی انتہا پسندوں نے نیتن یاہو سے حرم قدسی کی تقسیم کا مطالبہ کیا۔	اقصی کی تقسیم
۶۲	۲۴/۹/۱۹۹۶ء	اقصی کی مغربی فصیل کے نیچے ایک سرنگ کھولی گئی۔	اقصی میں ایک سرنگ کھولی گئی۔
۶۳	۴/۱۰/۱۹۹۶ء	مسجد اقصی کے راستوں پر فوج نے رکاوٹیں کھڑی کیں، اور ۳۵/برس سے کم کے نوجوانوں کو مسجد اقصی میں نماز سے روک دیا گیا۔	مسجد اقصی میں نماز کے لئے ۳۵/برس کی عمر کی تعیین
۶۴	۲۸/۱/۱۹۹۷ء	مسجد اقصی کے جنوب مغرب میں مغرب کی جانب ۶ سے ۹ میٹر اونچی اسرائیلی کھدائیاں جاری۔	اقصی کے نیچے کھدائیاں۔

٦٥	۱۱ر۳ر۱۹۹۷ء	اسرائیلی حکومت کے عدالتی مشیر نے اسرائیلی پولیس سے اجازت لے کر مسجد اقصی میں عبادت کرنے کی اجازت یہودیوں کو دے دی۔	عدالت نے یہودیوں کو مسجد اقصی میں عبادت کی اجازت دی۔
٦٦	۱ر۴ر۱۹۹۷ء	اسرائیل نے نالیوں کی کھدائی کے موقع کا دیوار گریہ کے پاس نئ کھدائیاں کرنے کے لئے غلط استعمال کیا۔	نالیوں کی کھدائی کا غلط استعمال کر کے کھدائیاں کی گئیں۔
٦٧	۱۲ر۴ر۱۹۹۷ء	ایک یہودی گروپ نے مسجد اقصی میں نماز پڑھنے کا منصوبہ بنایا۔	انتہا پسندوں کا نماز کے لئے گھسنا۔
٦٨	۲۴ر۴ر۱۹۹۷ء	جبل ہیکل کی تنظیم نے حرم قدسی کے اندر نماز پڑھنے کا ارادہ کیا۔	انتہا پسندوں کا نماز کے لئے گھسنا
٦٩	۲۷ر۴ر۱۹۹۷ء	تمیں انتہا پسند یہودیوں نے نماز پڑھنے کے لئے باب المغاربہ سے مسجد اقصی میں گھسنے کی کوشش کی۔	انتہا پسندوں کا نماز کے لئے گھسنا
٧٠	٦ر۵ر۱۹۹۷ء	میدان ''براق خورد'' کی توسیع کے اسرائیلی پلان کی اشاعت، یہ میدان مسجد اقصی کی مغربی دیوار کی محاذات میں ایک عربی محلّہ کے بیچ میں واقع ہے۔	میدان ''براق خورد'' کی توسیع۔
٧١	۱۰ر۵ر۱۹۹۷ء	حرم قدسی کی فصیلوں کے مغربی حصہ میں واقع کردی رباط میں نماز پڑھنے کی یہودی انتہا پسندوں کے ایک گروپ کی کوشش۔	انتہا پسندوں کا نماز کے لئے گھسنا

۷۲	۱۲/۵/۱۹۹۷ء	۱۲/انتہا پسندوں پر مشتمل ایک گروپ نے ظہر سے پہلے مسجد اقصی میں گھسنے کی کوشش کی۔	انتہا پسندوں کا نماز کے لئے گھسنا
۷۳	۱۳/۵/۱۹۹۷ء	میدان ''براق خورد'' کے پروجیکٹ کی تفصیلات کی اشاعت، بعد میں اسرائیل کی وزارت ادیان نے ان کا اعلان کیا۔	انتہا پسندوں کا نماز کے لئے گھسنا
۷۴	۲۴/۵/۱۹۹۷ء	کردی رباط کے پاس چیک پوائنٹ کا قیام	کردی رباط کے پاس چیک پوائنٹ کا قیام
۷۵	۲۸/۵/۱۹۹۷ء	انتہا پسند ربیوں کے حکم پر یہودیوں کو مسجد اقصی کے میدانوں میں نماز پڑھنے کی ترغیب دی گئی۔	ربیوں نے مسجد اقصی میں نماز کا حکم دیا۔
۷۶	۲۸/۵/۱۹۹۷ء	نوآبادکاروں کے ربیوں نے حرم قدسی کو مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان تقسیم کئے جانے کا مطالبہ کیا۔	ربیوں نے اقصی کی تقسیم کا مطالبہ کیا۔
۷۷	۴/۶/۱۹۹۷ء	حرم قدسی میں داخلہ کی یہودیوں کی کوشش۔	انتہا پسندوں کا نماز کے لئے گھسنا
۷۸	۱۱/۶/۱۹۹۷ء	مسجد اقصی میں گھسنے کی کوشش۔	انتہا پسندوں کا نماز کے لئے گھسنا
۷۹	۱۴/۶/۱۹۹۷ء	مسجد اقصی میں گھسنے کی کوشش۔	انتہا پسندوں کا نماز کے لئے گھسنا

۸۰	۱۹۹۷/۶/۲۰ء	یہودی انتہا پسند اقصی پر قبضہ کرنے کی تیاریوں میں مصروف۔	اقصی پر قبضہ کے لئے تیاریاں جاری
۸۱	۱۹۹۷/۱۲/۲۴ء	یہودی انتہا پسندوں کے دوگروپوں نے باب السلسلہ اور باب الاسباط سے مسجد اقصی میں گھسنے کی کوشش کی۔	انتہا پسندوں کا نماز کے لئے گھسنا
۸۲	۱۹۹۸/۷/۱۲ء	یہودی انتہا پسندوں نے حرم قدسی میں نماز پڑھی؟؟!!	انتہا پسندوں کا نماز کے لئے گھسنا
۸۳	۱۹۹۸/۸/۲ء	دینی رسموں کی ادائیگی کے لئے مسجد اقصی میں باب المغاربہ اور باب القطانین کے ذریعہ داخل ہونے کی یہودی انتہا پسندوں کی دوکوششیں۔	انتہا پسندوں کا نماز کے لئے گھسنا
۸۴	۱۹۹۸/۸/۲۶ء	قابض حکومت کے فوجی مسجد اقصی میں داخل ہوئے، انہوں نے ایک عرب کو بہت زیادہ زدوکوب کیا، حکومت نے اپنے فوجیوں کو ہٹانے سے انکار کیا اور اقصی میں فوجیوں کے داخل ہونے کی دھمکی دی۔	فوجی مسجد اقصی میں داخل ہوئے اور ایک نمازی کو زدوکوب کیا۔
۸۵	۱۹۹۸/۹/۹ء	ایک یہودی انتہا پسند نے سامنے اور جنوب کی جانب سے مسجد اقصی کے علاقے میں چپکے سے داخل ہونے کی کوشش کی۔	ایک یہودی اقصی میں داخل ہوا۔
۸۶	۱۹۹۸/۹/۲۷ء	یہودی انتہا پسندوں نے اسرائیلی پولیس سے اجازت لے کر مسجد اقصی کے میدانوں میں داخل ہونے کی کوشش کی۔	انتہا پسندوں کا نماز کے لئے گھسنا

۸۷	۱۷/۱/۱۹۹۹ء	سابق جج مناحیم آلیم نے حرم قدسی کی تقسیم کا مطالبہ کیا، اس نے اقصی کو نام نہاد ہیکل مانا۔	اقصی کو تقسیم کرنے کی ایک جج کی اپیل
۸۸	۲۴/۱/۱۹۹۹ء	اسرائیلی وزارت سیاحت نے اسرائیل میں سیاحت کو فروغ دینے کے لئے چلائی جا رہی پروپیگنڈہ مہم میں قبۃ الصخرہ کا استعمال کیا۔	سیاحتی مہم کے لئے قبۃ الصخرہ کا استعمال
۸۹	۲۷/۱/۱۹۹۹ء	اسرائیل میں دائیں بازو کے ایک کارکن ڈمین فیکو وچ کی ایک سازش کا پتہ چلا، اس نے خود یہ اعتراف کیا کہ وہ مسجد اقصی کو بم سے اڑادینے کا منصوبہ بنا رہا تھا۔	مسجد اقصی کو بم سے اڑادینے کا منصوبہ
۹۰	۴/۴/۱۹۹۹ء	اسرائیلی پولیس نے ''وفاداران جبل ہیکل'' کے ۱۹ یہودی انتہا پسندوں کو حرم قدس میں داخل ہونے اور اس کے میدانوں میں گھومنے کی اجازت دی۔	انتہا پسندوں کا نماز کے لئے گھسنا
۹۱	۸/۶/۱۹۹۹ء	مسجد اقصی کے علاقہ میں ایک نو آباد کار چپکے سے داخل ہوگیا، اس نے وہاں ایسی اشتعال انگیز حرکتیں کیں جن سے مسجد کے تقدس پر آنچ آتی تھی، یہ سب کچھ اسرائیلی پولیس کے سامنے ہوا، حرم قدسی کے محافظین نے اسے مسجد سے نکالا۔	ایک یہودی کے ذریعہ مسجد اقصی میں اشتعال انگیز حرکتیں۔

۹۲	۲۱/۷/۱۹۹۹ء	اسرائیلی سپریم کورٹ نے اپنے فیصلہ میں وفاداران جبل ہیکل کو اگلے دن حرم قدسی میں داخل ہونے کی اجازت دی۔	عدالت نے مسجد میں داخل ہونے کی اجازت دی۔
۹۳	۱۰/۸/۱۹۹۹ء	قابض حکومت کے اداروں نے پرانی اقصی کی دیوار کے ایک روشن دان کو بند کردیا، یہ روشن دان ہوا کے گزرنے اور سیلن کو روکنے کے لئے کھولا گیا تھا۔	قابض حکومت نے قدیم اقصی کے روشن دان کو بند کیا۔
۹۴	۳۱/۸/۱۹۹۹ء	اس علاقہ کو یہودیانے اور اسلامی عمارتوں کو تباہ کرنے کی نیت سے دیوار براق (گریہ) کی توسیع نیز مسجد اقصی کے سامنے واقع اموی محلوں کو زمین دوز کرنے کی سازشوں کا پتہ چلا۔	اموی محلوں کو منہدم کرنے کا منصوبہ
۹۵	۱۳/۹/۱۹۹۹ء	اسرائیلی حکومت نے حرم قدسی پر اپنی بالادستی قائم کرنے کے لئے متعدد منصوبوں پر غور کیا، مثلاً اس کی حفاظت پر مامور پولیس والوں کی جگہ وہاں الیکٹرونک دروازے اور ایسی باڑ لگانا جس پر کرنٹ دوڑ رہا ہو۔	قابض حکومت الیکٹرانک دروازے لگاکر اقصی پر بالادستی حاصل کرنے کی کوشاں
۹۶	۲۳/۹/۱۹۹۹ء	۲۷/۹/۱۹۹۹ء کو بروز دوشنبہ یہودیوں کی عید مظلہ کے موقع پر ''وفاداران جبل ہیکل'' کی جانب سے مسجد اقصی میں جانے کی اپیل۔	انتہا پسندوں کا نماز کے لئے گھسنا

۹۷	۱۹۹۹/۹/۲۷ء	ایک اسرائیلی کمپنی نے شراب کی بوتلوں پر ایسے لیبل چسپاں کیئے جس پر شہر قدس کی تصویر تھی، اور شہر قدس کے بیچ میں مسجد اقصی اور قبۃ الصخرہ نظر آرہے تھے۔	شراب کی ایک کمپنی نے مسجد اقصی کی تصویر کا غلط استعمال کیا۔
۹۸	۱۹۹۹/۱۰/۲ء	یہودی انتہا پسند گروپوں کی جانب سے ایسی کوششیں کئے جانے کا انکشاف جو وہ حرم قدسی کے اندر واقع ایک قطعہ اراضی پر قبضہ کے لئے چند برسوں سے کررہے تھے، خیال رہے کہ یہ قطعہ اراضی وقف علی الاولاد کے طور پر رجسٹرڈ ہے۔	اقصی کے ایک قطعہ اراضی پر قبضہ کی کوشش
۹۹	۱۹۹۹/۱۰/۲ء	نوآبادکاروں کے ذریعہ سوق قطانین کی جانب سے مسجد اقصی کے علاقہ میں داخل ہونے کی دو کوششیں کی گئیں، محافظوں نے یہ کوششیں ناکام کردیں۔	انتہا پسندوں کا نماز کے لئے گھسنا
۱۰۰	۱۹۹۹/۱۰/۳ء	اسرائیلی وزیراعظم باراک نے اقصی کے جنوبی حصہ میں واقع ایک برآمدہ کو کھولا تاکہ انتہا پسند یہودی یہاں پر اپنی مخصوص عبادتیں ادا کرسکیں۔	انتہا پسندوں کو مسجد اقصی میں عبادت کی ہمت دلانے کے لئے باراک کا اقصی میں واقع ایک برآمدہ میں جانا۔

۱۰۱	۳/۱۰/۱۹۹۹ء	مسجد اقصی کو شہید کئے جانے کے لئے اسرائیل کی جانب سے الٹی گنتی شروع کئے جانے کا انکشاف۔	مسجد اقصی کو شہید کرنے کے لئے الٹی گنتی
۱۰۲	۱۴/۱۱/۱۹۹۹ء	مشہور صیہونی ربی، میوڈل پارٹی کے لیڈر اور یہود باراک کی حکومت میں رہائشی امور کے وزیر اسحاق لیوی نے مصالحت کر کے حرم قدسی کو مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان تقسیم کرنے کا مطالبہ کیا۔	ربی نے اقصی کی تقسیم کا مطالبہ کیا
۱۰۳	۲۵/۱۱/۱۹۹۹ء	اسرائیلی پولیس نے ایک سابق اسرائیلی پولیس والے کو اقصی میں دہشت گردانہ کارروائی کی منصوبہ بندی کی وجہ سے گرفتار کیا۔	اقصی میں دشہت گردی کا ایک یہودی کا منصوبہ
۱۰۴	۲/۱۲/۱۹۹۹ء	قدس کے بلدیاتی ادارے کے خودساختہ کمانڈر یہود اولمرٹ نے اسلامی اوقاف بورڈ کو مروانی مصلی میں مرمت کے کاموں سے روکا۔	مروانی مصلی میں مرمت پر روک۔
۱۰۵	۳/۱۲/۱۹۹۹ء	مسجد اقصی اور مروانی مصلی میں مرمت کے کاموں کو روکنے کی اسرائیلی کوششیں	مسجد اقصی میں مرمت پر روک
۱۰۶	۱۰/۱۲/۱۹۹۹ء	حرم قدسی میں مرمت کرانے کی وجہ سے اسرائیلی اداروں نے اسلامی اوقاف کو پانی کی سپلائی روک دینے کی دھمکی دی۔	مرمت کی وجہ سے پانی کی سپلائی روکنے کی دھمکی

۱۰۷	۱۹۹۹/۱۲/۲۰ء	مسجد اقصی کے راستوں پر اسرائیلی پولیس نے کیمرے لگائے۔	یہودیوں نے کیمرے لگائے
۱۰۸	۱۹۹۹/۱۲/۲۱ء	ایک نوآبادیاتی تنظیم نے مروانی مصلی میں ایمرجنسی دروازہ کھولے جانے کے خلاف حرم قدسی کے آس پاس زبردست احتجاجی مظاہرہ کی منصوبہ بندی کی۔	مروانی مصلی میں ایمرجنسی دروازہ کھولنے پر احتجاج
۱۰۹	۲۰۰۰/۱/۶ء	اسرائیل کے آثار قدیمہ کے ادراہ میں کام کرنے والے دسیوں صہیونیوں نے حرم قدسی میں مرمت کے کاموں پر احتجاجی مظاہرہ کیا۔	اقصی میں مرمت کے کام پر احتجاج
۱۱۰	۲۰۰۰/۱/۱۱ء	اسرائیلی سپریم کورٹ نے ''وفاداران جبل ہیکل'' نامی گروپ کی وہ عرضی خارج کردی جس میں اس گروپ نے مسجد اقصی میں مرمت کے کام روکے جانے کی درخواست کی تھی۔	عدالت نے مسجد اقصی میں مرمت پر احتجاج کو مسترد کیا۔
۱۱۱	۲۰۰۰/۱/۱۱ء	اسرائیل کے سپریم کورٹ نے ایک فیصلہ میں مسجد اقصی کے مسائل میں فیصلے لینے کا ذمہ دار سیاسی حلقہ کو بتایا۔	اسرائیلی سپریم کورٹ: اقصی کے سلسلے میں ذمہ دار سیاسی حلقہ ہے۔

۱۱۲	۲۰۰۰/۱/۲۵ء	مسجد اقصی میں جاری مرمت کے کاموں کے لئے خام مال لے جارہے دوٹرکوں کو اسرائیلی پولیس نے مسجد اقصی میں داخل ہونے سے روک دیا۔	مسجد اقصی کی مرمت کے لئے جارہے تعمیری سامان کو روکا گیا
۱۱۳	۲۰۰۰/۳/۸ء	''وفاداران جبل ہیکل'' کی ایک یہودی نوجوان خاتون کو قابض حکومت کے اداروں نے باب السلسلہ کے علاقہ میں حرم قدسی میں جانے سے روکا۔	ایک یہودی نوجوان خاتون کو عبادت کے لئے مسجد اقصی میں جانے سے روکا گیا
۱۱۴	۲۰۰۰/۳/۹ء	ایک یہودی انتہا پسند تنظیم نے میدان براق میں ایک بڑے ہال کی تعمیر کے لئے کام شروع کیا، اس ہال کی تعمیر یہودی محفلوں کے انعقاد کے لئے ہوتی ہے۔	میدان براق میں ایک ہال کے قیام کا کام۔
۱۱۵	۲۰۰۰/۲/۱۵ء	عبرانی اخبار کول ہیعر نے ایک ایسے اسرائیلی منصوبہ سے پردہ اٹھایا جس کے تحت وزارت ادیان میدان گریہ (براق) کے نیچے نئی سرنگ کھودے گی۔	میدان براق کے نیچے ایک سرنگ کی کھدائی۔
۱۱۶	۲۰۰۰/۷/۱۴ء	قدس کے بلدیاتی ادارہ کے سربراہ یہوداولمرٹ نے یہودیوں کو مسجد اقصی میں عبادت کرنے کا ان کا حق دیئے جانے کا مطالبہ کیا۔	اولمرٹ نے یہودیوں کے لئے مسجد اقصی میں حق عبادت کا مطالبہ کیا۔

۱۱۷	۹/۸/۲۰۰۰ء	صہیونی ربیوں کی مجلس نے مسجد اقصی کے علاقہ میں ایک یہودی کلیسا (سینا گاگ) بنانے کا فتوی دیا۔	اقصی میں سینا گاگ بنانے کا فتوی
۱۱۸	۱۰/۹/۲۰۰۰ء	مسجد اقصی کی زیارت کی بابت صہیونی پولیس کے طریقۂ کار کا انکشاف، جس کے تحت وہ یہودیوں کو مسجد میں داخل ہونے سے نہیں روکے گی، اور ''وفاداران جبل ہیکل'' نامی تحریک کے ارکان کو زیادہ سے زیادہ سات آدمیوں کے گروپ کی صورت میں ایک یا ایک سے زائد پولیس والے کے ساتھ مسجد میں جانے کی اجازت دے گی۔	پولیس نے اقصی میں عبادت کرنے کی اجازت کا حق یہودیوں کے لئے مانگا۔
۱۱۹	۱۵/۹/۲۰۰۰ء	تحریک اسلامی کے ۴۸ سالہ سربراہ رائد صلاح نے ان امریکی وصہیونی تجویزوں سے خبردار کیا جن میں مسجد اقصی کو مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان اس طرح تقسیم کرنے کی بات کہی گئی ہے کہ زمین کے اوپر کا حصہ مسلمانوں کا ہو اور نیچے کا حصہ یہودیوں کا۔	اقصی کی تقسیم کی امریکی تجویز
۱۲۰	۱۹/۹/۲۰۰۰ء	صہیونی حکومت کے وزیر اعظم یہود باراک نے مسجد اقصی پر کسی طرح کی اسلامی بالادستی کو مسترد کیا۔	باراک نے مسجد اقصی پر اسلام کے حق کو مسترد کیا

۱۲۱	۲۰۰۰/۹/۲۵ء	امریکی نژاد یہودی خاندانوں نے جن کے افراد کی تعداد تین سوتھی، مسجد اقصی سے ملحق جنوبی میدان میں رات کے کھانے کی ایک محفل منعقد کی، اس میں گانے بجانے کا پروگرام بھی ہوا۔	مسجد اقصی کے جنوبی میدان میں امریکی خاندانوں کے ذریعہ رات کے کھانے کی محفل
۱۲۲	۲۰۰۰/۹/۲۸ء	جنگ کے مجرم ایریل شیرون نے مسجد اقصی کے اندر کے علاقہ میں تین ہزار فوجیوں کے ساتھ ۴۵ منٹ تک گھوم کر مسجد اقصی کی بے حرمتی کی، اس درمیان اس نے مسجد کے اندر نماز کے اہم مقامات میں داخل ہونے کی بھی کوشش کی۔	شیرون نے مسجد اقصی کی بے حرمتی کی۔
۱۲۳	۲۰۰۰/۲/۲۹ء	قابض فوجیوں نے جمعہ کے بعد مسجد اقصی کے اندر گھس کر بہت سے نمازیوں کو قتل کیا، اور بہت سوں کو قید کیا، اس واقعہ کو اقصی کا تیسرا قتل عام کہا جاتا ہے، اس کے بعد پورے فلسطین میں انتفاضہ پھوٹ پڑا۔	قابض فوجیوں نے اقصی کی بے حرمتی کی، اور نمازیوں کو قید کیا
۱۲۴	۲۰۰۰/۹/۲۹ء	یہودیوں نے مطالبہ کیا کہ مسجد اقصی کے شمال مغربی کونے میں واقع مدرسہ عمریہ کو یہودی عبادت گاہ (سینا گاگ) بنا دیا جائے۔	مدرسہ عمریہ کو سینا گاگ بنانے کا مطالبہ
۱۲۵	۲۰۰۱/۱/۵ء	قابض مملکت میں ربیوں کے مرکزی بورڈ کی ایک ذیلی کمیٹی نے باب الرحمۃ، عدالت کی عمارت، مدرسہ عمریہ، یا مروانی مصلی کے اندر (خیال رہے کہ یہ سب مسجد اقصی کے حصے ہیں) ایک سینا گاگ قائم کرنے کی تجاویز پر غور کیا۔	ربیوں کی کمیٹی نے اقصی میں سینا گاگ کی تعمیر کی تجویزوں پر غور کیا۔

۱۲۶	۲۰۰۱/۲/۱۸ء	ایریل شیرون نے سربراہ حکومت منتخب کیے جانے کے بعد انتفاضہ سے پہلے کی طرح یہودیوں اور غیر ملکی سیاحوں کو مسجد اقصی کی زیارت کی اجازت دینے کے امکانات کا جائزہ لیا	شیرون نے یہودیوں کو مسجد اقصی کی زیارت کی اجازت دینے کے امکانات کا جائزہ لیا۔
۱۲۷	۲۰۰۱/۲/۲۸ء	ایک صہیونی عدالت نے یہودی انتہا پسندوں کو مسجد اقصی کے قریب ہنگامہ کرنے کے الزام میں بری کیا اور کہا کہ مسجد اقصی کے علاقہ میں عبادت کرنا ہر یہودی کا حق ہے، اختلاف بس اس حق کے استعمال کی کیفیت کی بابت ہے۔	عدالت نے یہودیوں کو اقصی کے قریب ہنگامہ کے الزام سے بری کیا۔
۱۲۸	۲۰۰۱/۴/۱۰ء	صہیونی صدر موشیہ کتساف نے کہا کہ الخلیل میں جس طرح مسجد ابراہیمی تقسیم ہوئی ہے اسی طرح مسجد اقصی کی مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان تقسیم لازمی ہے۔	کتساف نے اقصی کو تقسیم کرنے کی بات کہی
۱۲۹	۲۰۰۱/۶/۲۳ء	صہیونی بارڈر فورسز کے افراد نے اقصی کے اندر الکحل والے مشروبات پیے۔	فوجیوں نے اقصی میں شراب استعمال کی۔

١٣٠	٢٠٠٢/٩/٣٠ء	امریکی صدر جارج بش جونیر نے ایک ایسے قانون پر دستخط کئے جس کی رو سے امریکی انتظامیہ پر شہر قدس کو صہیونی مملکت کا دار السلطنت ماننا لازمی ہے (کتاب الاقصیٰ فی خطر، ڈاکٹر محمد العامر: ٢٠٠٦)	بش جونیر نے ایک ایسے قانون پر دستخط کئے جو قدس کو صہیونی مملکت کا دار السلطنت مانتا ہے
١٣١	٢٠٠٢/١٠/٤ء	قابض فورسز نے مسجد اقصیٰ میں داخل ہوکر ان نمازیوں پر ظلم کیا جو قدس کے سلسلے میں حال ہی میں پاس ہونے والے امریکی قانون کے خلاف احتجاج کررہے تھے۔	امریکی قانون کے خلاف احتجاج کرنے والے نمازیوں پر ظلم
١٣٢	٩/٣/٢٠٠٣ء	صہیونی پولیس نے حکومت کے حکم پر لجنۃ التراث الاسلامی کے باب الرحمۃ میں واقع دفاتر بند کردیئے، اس مقام کو یہودی کلیسا میں تبدیل کئے جانے کا خدشہ ہے۔	یہودیوں نے لجنۃ التراث الاسلامی کے دفاتر بند کئے
١٣٣	١٣/٥/٢٠٠٣ء	مسجد اقصیٰ کی جنوبی دیوار میں واقع ایک بند دروازے (خیال کیا جاتا ہے کہ یہ الباب الثلاثی تھا) سے رمضان المبارک میں یہودیوں کے ذریعہ مروانی مصلیٰ (جو کہ مسجد اقصیٰ کا حصہ ہے) میں گھسنے کی کوشش ناکام بنائے جانے کے شیخ رائد صلاح (شیخ اقصیٰ) کے انکشاف کے بعد شیخ کو گرفتار کرلیا گیا۔	رائد صلاح نے یہودیوں کے ذریعہ مروانی مصلیٰ میں داخل ہونے کی کوشش کا انکشاف کیا

۱۳۴	۱۴/۵/۲۰۰۳	داخلی سیکوریٹی کے صہیونی وزیر تساحی ہنغبی نے کہا: مسجد اقصی جلد ہی یہودیوں اور غیر ملکی سیاحوں کے لئے اسلامی اوقاف سے معاہدہ کے ساتھ یا اس کے بغیر کھولدی جائے گی۔	سیکوریٹی وزیر: اقصی کو یہودیوں کے لئے جلد ہی کھول دیا جائے گا۔
۱۳۵	۱/۷/۲۰۰۳ء	عبرانی ذرائع ابلاغ نے یہ خبر دی کہ پولیس دو ہفتوں سے یہودیوں اور غیر ملکیوں کو مسجد اقصی کے علاقوں میں اپنے جوانوں کے ساتھ داخل کر رہی ہے۔	پولیس یہودیوں اور غیر ملکیوں کو اقصی میں داخل کر رہی ہے۔
۱۳۶	۲۲/۷/۲۰۰۳	لیبر پارٹی کے سربراہ شمعون پیریز نے مسجد اقصی کے علاقہ کو عالمی ورثہ قرار دیئے جانے اور اس کے انتظام کو ایک ایسے بین الاقوامی میونسپل بورڈ کے سپرد کئے جانے کی اپیل کی جس کا سربراہ اقوام متحدہ کا جنرل سکریٹری ہو، اور اس کے دو نائب ہوں، ایک عرب جو سطح زمین کے اوپر موجود اسلامی مقدسات کا ذمہ دار ہو، اور دوسرا صہیونی جو اس لیڈر کے الفاظ میں ''سطح زمین کے نیچے موجود یہودی دینی مقامات'' کا ذمہ دار ہو۔	پیریز نے اقصی کے علاقہ کو عالمی ورثہ قرار دینے کی اپیل کی۔

۱۳۷	۲۲/۷/۲۰۰۳ء	مسجد اقصی میں اوقاف کے دفتر نے نوآبادکاروں کو مسجد کے اندر اپنی دینی رسمیں انجام دینے سے روکا۔	انتہا پسندوں کا عبادت کے لئے گھسنا
۱۳۸	۱۱/۸/۲۰۰۳ء	داخلی سیکوریٹی کے صہیونی وزیر تساحی ہنغبی نے یہ اعلان کیا کہ یہودیوں اور غیر ملکی سیاحوں کی مسجد اقصی کی زیارتیں ایک ہفتہ کے اندر دوبارہ شروع ہوجائیں گی، خواہ اسلامی اوقاف کا ادارہ اس کی مخالفت ہی کیوں نہ کرے، اس نے کہا: کسی یہودی کو جبل ہیکل (مسجد اقصی) جانے سے روکنے کا واقعہ اب پیش نہیں آئے گا۔	سیکوریٹی وزیر: ایک ہفتہ کے اندر یہودیوں کو اقصی میں داخل ہونے کی اجازت دے دی جائے گی۔
۱۳۹	۲۰/۸/۲۰۰۳ء	پولیس اور صہیونی حکومت کے حلقوں نے یہودیوں اور غیر ملکی سیاحوں کو از سرنو مسجد اقصی میں داخل کرنے کا فیصلہ کیا، اس فیصلہ کو آج صبح سے ہی نافذ مانا گیا۔	پولیس نے یہودیوں اور غیر ملکیوں کو اقصی میں داخل کیا۔
۱۴۰	۲۲/۸/۲۰۰۳ء	عبرانی حکومت کے ربی یعازر شاخ کے بیٹے افرایم شاخ نے یہودیوں سے اپنے الفاظ میں عربوں اور مسلمانوں کی گندگی سے مسجد اقصی کو پاک کرنے کے لئے اس پر دھاوا بولنے کی اپیل کی۔	اقصی کو مسلمانوں سے پاک کرنے کی اپیل
۱۴۱	۲۴/۸/۲۰۰۳ء	تقریباً ایک سو پچاس یہودیوں نے مسجد اقصی میں داخل ہوکر اپنی دینی رسمیں انجام دینے کی کوشش کی۔	انتہا پسندوں کا عبادت کے لئے گھسنا

۱۴۲	۲۰۰۳/۸/۲۴	پولیس نے اسلامی اوقاف کے متعدد ذمہ داروں اور مسجد اقصی کے نمازیوں پر دست درازی کی، مسجد کے ڈائرکٹر وخطیب شیخ محمد حسین اور الھیئۃ الاسلامیہ العلیا کے رکن الحاج مصطفیٰ ابوزہرہ کو اس لئے اپنے ظلم کا نشانہ بنایا کہ یہ لوگ یہودیوں کو پھر مسجد اقصی میں داخل کرنے پر احتجاج کر رہے تھے۔	پولیس نے اوقاف کے ذمہ داروں اور مسجد اقصی کے نمازیوں پر ظلم کیا۔
۱۴۳	۲۰۰۳/۸/۳۱	ایک نمازی کو اس لئے گرفتار کرنے کے لئے صہیونی فورسز مسجد اقصی میں داخل ہوئیں کہ اس نے نو آباد کاروں کے ذریعہ مسجد اقصی کے اندر دینی رسمیں انجام دینے کی کوشش پر اعتراض کیا تھا۔	ایک نمازی کو گرفتار کرنے کے لئے پولیس مسجد میں داخل ہوئی۔
۱۴۴	۱/۹/۲۰۰۳ء	عینی شاہدوں اور مسجد اقصی کے بعض محافظوں نے بتایا کہ صہیونی پولیس نے ایسے نہایت بے حیا لباس میں ملبوس خواتین کو مسجد اقصی میں داخل کیا جن کے کپڑے مسجد اقصی کی حرمت کے شایان شان نہ تھے، اور جب کچھ لوگوں نے پولیس کے لوگوں کو اس جانب متوجہ کیا تو انہوں نے اعتراض کرنے والوں کو گرفتاری کی دھمکی دی۔	پولیس نے یہودیوں اور غیر ملکیوں کو اقصی میں داخل کیا۔
۱۴۵	۲۰۰۳/۱/۱۲ء	اس جنیوا معاہدہ کا اعلان جس میں مسجد اقصی اور شہر قدس کے ایک حصہ سے دست برداری کی گئی تھی، اور دیوار براق کا مکمل کنٹرول صہیونیوں کو دے دیا گیا تھا۔	جنیوا معاہدہ میں اقصی کے ایک حصہ سے دست برداری

۱۴۶	۲۰۰۳/۱۱/۱۰ء	فلسطین کے شرعی چیف جسٹس اور الخلیل کی مسجد ابراہیمی کے خطیب شیخ تیسیر تمیمی کو اس الزام میں گرفتار کیا گیا کہ وہ یہودیوں اور نو آباد کاروں کو مسجد اقصی میں داخل نہ ہونے دینے پر لوگوں کو اکسا رہے ہیں، شیخ موصوف کو اس کے بعد شہر قدس میں داخل ہونے سے روک دیا گیا۔	یہودیوں کو اقصی میں داخل ہونے سے روکنے کے الزام میں شیخ تمیمی گرفتار کئے گئے۔
۱۴۷	۲۰۰۳/۱۲/۱۰ء	بائیں بازو کے صہیونی ''یوسی بیلن'' نے (جو کہ جنیوا معاہدہ کے تیار کرنے والوں میں سے ایک تھا) کہا کہ صہیونی مسجد اقصی کی جگہ ہیکل سلیمانی کی تعمیر کے اپنے حق کو استعمال کرنے سے دست بردار نہیں ہوئے ہیں۔	یوسی بیلن: یہودی ہیکل کی تعمیر سے دست بردار نہیں ہوئے۔
۱۴۸	۲۰۰۴/۱/۲۸ء	داخلی سیکوریٹی کے صہیونی وزیر تساحی ہنغبی نے فخریہ لہجے میں کہا: ''میرے چند اہم کارنامے یہ ہیں: شیخ رائد صلاح کی گرفتاری، ناصرہ میں مسجد شہاب الدین کا انہدام اور یہودیوں کو مسجد اقصی میں داخل ہونے کی اجازت''۔	یہودیوں کو اقصی میں داخل ہونے سے روکنے کے الزام میں رائد صلاح کی گرفتاری
۱۴۹	۲۰۰۴/۲/۳ء	دائیں بازو کی ''تکوماہ'' پارٹی نے مسجد اقصی کی فصیلوں کے گرد اور اس کے دروازوں کے سامنے اشتعال انگیز مارچ کیا، اس مارچ کا سلوگن تھا ''مسجد اقصی کی جگہ پر (نام نہاد) ہیکل کی تعمیر''۔	اقصی کے اردگرد یہودیوں کا اشتعال انگیز مارچ

۱۵۰	۲۷/۲/۲۰۰۴ء	صہیونی فورسز نماز جمعہ کے درمیان مسجد اقصی میں داخل ہوئیں جس کے نتیجے میں ۲۴/افراد کو جن میں عورتیں بھی شامل تھیں ہلکے اور درمیانی درجے کے زخم آئے۔	اقصی میں فوجی داخل ہوئے۔
۱۵۱	۳/۳/۲۰۰۴ء	اسرائیلی پولس کی اجازت سے مسجد اقصی میں داخل ہونے والے اور اس کے علاقہ میں گھومنے جانے والے یہودی زائرین کی راہ نمائی کے لئے معلمین کی تیاری کے مقصد سے مخصوص کیمپوں کا آغاز کیا گیا۔	اقصی کے سیاحتی گائڈس کی تربیت کے لئے کیمپ کا افتتاح
۱۵۲	۲/۴/۲۰۰۴ء	قابض فورسز نے نماز جمعہ کے درمیان مسجد اقصی میں گھس کر ۴۵ نمازیوں کو مارا اور ۱۵ دیگر کو گرفتار کیا۔	فوجی اقصی میں داخل ہوئے۔
۱۵۳	۸/۴/۲۰۰۴ء	صہیونی پولیس نے ''حرم ومعبد'' نامی تنظیم کو یہودیوں کی عید فصیح کے موقع پر مسجد اقصی کے اندر قربانیاں گزارنے سے روک دیا، نتیجتاً ان لوگوں نے یہ عمل جبل طور پر کیا، اس لئے کہ یہ پہاڑ مسجد اقصی کے سامنے واقع ہے۔	یہودیوں نے اقصی کے اندر قربانیاں گزارنے کا ارداہ کیا۔
۱۵۴	۸/۴/۲۰۰۴ء	وفاداران جبل ہیکل نامی جماعت نے مسجد اقصی کے اندر ایک رسم /روایت ادا کرنے کی اپیل کی، اس رسم /روایت کو یہ لوگ مسجد اقصی کے اندر مغربی پٹی اور غزہ کے علاقوں کی مٹی چھڑکنا کہتے ہیں، اس عمل کو وہ اپنے نزدیک صہیونی مٹی کے ایک ہونے کا اظہار مانتے ہیں، لیکن پولیس نے ایسا نہیں کرنے دیا، تو پھر ان لوگوں نے یہ کام مسجد اقصی کے سامنے آباد شہر قدس کے ایک قدیم محلّہ میں کیا۔	انتہا پسندوں کا اقصی میں عبادت کے لئے جانا۔

۱۵۵	۷/۷/۲۰۰۴ء	قدس کا پولیس سربراہ میکی لیوی مروانی مصلی میں خفیہ طور پر گھسا، اور پولیس نے مسجد اقصی کے اندر مشتبہ انداز میں سروے کی کارروائی کی۔	پولیس سربراہ مروانی مصلی میں گیا۔
۱۵۶	۱۸/۷/۲۰۰۴ء	۴۰۰۰ نو آبادکاروں نے مسجد اقصی کی فصیلوں اور اس کے دروازوں کے گرد ہونے والے اشتعال انگیز مارچ میں حصہ لیا، اس مارچ میں مسجد اقصی پر حملے کی تلمودی ترغیب دی گئی۔	اقصی کے اردگرد یہودیوں کا اشتعال انگیز مارچ۔
۱۵۷	۱۹/۷/۲۰۰۴ء	صہیونی پولیس نے نہایت بے حیالباسوں میں ملبوس نیم عریاں غیرملکی سیاحوں اور یہودیوں کو مسجد اقصی میں باقاعدہ داخل کیا۔	بے حیا لباسوں میں ملبوس یہودیوں کو پولیس نے اقصی میں داخل کیا۔
۱۵۸	۹/۹/۲۰۰۴ء	تلواع کی نوآبادیات کے ربی مناحیم فرومان نے اپنے بیٹے کی شادی کی تقریب مسجد اقصی کے اندر منعقد کی، اس تقریب میں شراب بھی پی گئی۔	اقصی میں شادی کی محفل منعقد ہوئی جس میں شراب پی گئی۔

۱۵۹	۲۰۰۴/۹/۲۱ء	چار سو سے زائد یہودی طلبہ مسجد اقصی میں اجتماعی طور پر داخل ہوئے، اور یہودی نوآبادکار راہ نماؤں (گائڈوں) کے ساتھ وہ باب المغاربہ کے سامنے جمع ہوئے، ان کے ایک گروپ نے مشتبہ دینی رسمیں ادا کرنے کی کوشش کی، جس کی وجہ سے ان نوآبادکاروں اور اوقاف کے نمائندوں کے درمیان تلخ کلامی ہوئی۔	انتہا پسندوں کا عبادت کے لئے اقصی میں گھسنا۔
۱۶۰	۲۰۰۴/۱۰/۳ء	قدس کا پولیس سربراہ ایلان فرانکو اور خفیہ محکمہ کے کچھ افراد مروانی مصلی میں جو کہ اقصی کا ہی ایک حصہ ہے، داخل ہوئے، ایک فوجی طیارہ ان کے اوپر منڈلاتا رہا۔	پولیس سربراہ مروانی مصلی میں داخل ہوا۔
۱۶۱	۲۰۰۴/۱۲/۲۸ء	ایک یہودی آبادکار نے مسجد اقصی کے اندر گھس کر شراب پی اور اقصی کے علاقہ میں شراب کی بوتل توڑی۔	ایک یہودی نے اقصی کے اندر گھس کر شراب پی
۱۶۲	۲۰۰۵/۳/۳ء	اقصی پر برتری کو پختہ کرنے کے لئے دیوار براق کے جنوب میں ایک نئی یہودی عبادت گاہ کا یہودی محافظین کے لئے افتتاح	ایک سینا گاگ کا افتتاح

۱۶۳	۱۶/۳/۲۰۰۵ء	عبرانی ٹیلی ویژن کے چینل نمبر دو نے ایک ایسی میٹنگ کی بابت رپورٹ نشر کی جو قدیم شہر قدس میں مسجد اقصی کے قریب واقع ایک ہال میں منعقد ہوئی تھی، اس رپورٹ میں یہ انکشاف کیا گیا کہ تیس سے زائد یہودی تنظیموں کے ارکان نے مسجد اقصی پر قبضہ اور اسے تباہ کرنے کا منصوبہ بنایا ہے، تا کہ غزہ سے واپسی کے منصوبے کو ختم کیا جا سکے۔	اقصی کو تباہ کرنے کا منصوبہ
۱۶۴	۲۴/۳/۲۰۰۵ء	مشتبہ انتہا پسندوں نے قبۃ الصخرہ کے دروازے پر (قبۃ الصخرہ مسجد اقصی کا ہی ایک حصہ ہے) ایک صلیب رکھی، شراب پی اور بدترین رسمیں ادا کیں۔	انتہا پسندوں کا عبادت کے لئے گھسنا
۱۶۵	۷/۴/۲۰۰۵ء	سیکڑوں انتہا پسند یہودیوں نے میدان براق میں جمع ہو کر وہاں رقص و سرور کی محفلیں منعقد کیں، کرتب دیکھے اور دکھائے، پھر اس کے بعد اپنے الفاظ میں فصیل مارچ کیا، اس کے تحت وہ مسجد اقصی کی دیواروں کے گرد اور اس کے دروازوں کے سامنے چکر لگاتے ہیں۔	انتہا پسندوں کا عبادت کے لئے گھسنا۔
۱۶۶	۱۰/۴/۲۰۰۵ء	سخت ترین سیکوریٹی اقدامات کے باوجود تیس ہزار مسلمانوں اور باشندگان قدس نے مسجد اقصی کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے اس کے علاقہ میں حفاظتی پہرہ دیا اور ریفافاہ نامی تنظیم کے مسجد میں داخل ہونے کے منصوبے کو ناکام کر دیا۔	اقصی کے اردگرد سخت اقدامات

۱۶۷	۲۰۰۵/۴/۲۰ء	یہودیوں وغیر ملکی سیاحوں کے ٹولے مسجد اقصی میں بے حیا لباس میں اس طرح گھومے کہ نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں نے ایک دوسرے کے بازو تھامے ہوئے تھے، اور اپنے گروپ فوٹو کھینچوار ہے تھے، انہیں مسجد اقصی کی حرمت کا ذرہ برابر پاس نہیں تھا۔	عبادت کے لئے انتہاء پسندوں کا اقصی میں داخل ہونا۔
۱۶۸	۲۰۰۵/۴/۲۸ء	پچاس پچاس افراد پر مشتمل سیکڑوں یہودیوں کے گروپ یکے بعد دیگرے مسجد اقصی میں داخل ہوئے۔	عبادت کے لئے انتہا پسندوں کا اقصی میں داخل ہونا۔
۱۶۹	اپریل تا نومبر ۲۰۰۵ء	''وفاداران جبل ہیکل'' کی قیادت میں یہودی تنظیموں نے مسجد اقصی میں داخل ہوکر نام نہاد تیسرے ہیکل کا سنگ بنیاد رکھنے کے لئے متعدد بار تاریخیں طے کیں، لیکن مقبوضہ قدس کے مسلمانوں نے ہر مرتبہ انہیں ایسا کرنے سے روک دیا (کتاب: رسالۃ من المسجد الاقصی اِلی کل غیور، شیخ رائد، صلاح، ۲۰۰۷ء)	عبادت کے لئے انتہا پسندوں کا مسجد میں داخل ہونا۔
۱۷۰	۲۰۰۵/۵/۱۹ء	صہیونی پولیس نے دوسو فلسطینی طالبات کو مسجد اقصی میں عبادت کے لئے داخل ہونے سے روکا، اور دوسری جانب دسیوں صہیونی نوآبادکاروں کو مسجد اقصی کی بے حرمتی کی اجازت دی۔	فلسطینی طالبات کو اقصی میں نماز پڑھنے سے روکا گیا۔

۱۷۱	۲۰۰۵/۶/۶ء	نوآبادکاروں کی ایک جماعت نے پولیس کے زبردست پہرے میں مسجد اقصیٰ میں داخل ہونے کی کوشش عین اس وقت کی جب مسجد کے علاقہ میں فجر کے وقت مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد پہرہ دے رہی تھی، اس کوشش نے موجود مسلمانوں کی غیرت کو بھڑکا دیا، انہوں نے نوآبادکاروں پر پتھراؤ کیا اور ان کی پٹائی کی، جس سے ان میں سے دو افراد زخمی ہوگئے، اسی درمیان صہیونی پولیس نے دخل اندازی کرتے ہوئے متعدد نمازیوں کو زخمی کردیا، ان میں سے کچھ سنگین زخمی بھی ہوئے۔	عبادت کے لئے انتہا پسندوں کا مسجد میں داخل ہونا۔
۱۷۲	۲۰۰۵/۹/۲۸ء	مسجد اقصیٰ کے نیچے کی گئی کھدائی کے دس برس بعد قابض اداروں نے مسجد کے مغربی حصہ کی زیریں فضا میں اپنی نوعیت کے پہلے مقام کو کھولا، اس کا نام رکھا ''آپ تاریخی پس منظر میں'' اس میں انہوں نے مسجد اقصیٰ کی بابت جھوٹی باتیں پھیلائیں۔	تاریخ میں تبدیلی
۱۷۳	۲۰۰۵/۱۰/۸ء	انتہا پسندوں نے باب الاسباط کے علاقہ میں اقصیٰ کی دیوار پھاندنے کی کوشش کی، اصل باشندوں (عربوں) نے انہیں اقصیٰ کے پاس آباد محلّہ سلوان کی نوآبادیات کی جانب بھاگنے پر مجبور کردیا۔	انتہا پسندوں کا اقصیٰ میں عبادت کے لئے جانا

۱۷۴	۲۰۰۵/۱۰/۱۹ء	''وفاداران جبل ہیکل'' کے دسیوں انتہا پسند یہودی قابض فورسز کی حفاظت میں مسجد اقصی میں داخل ہوئے، ایسا انہوں نے صہیونی سپریم کورٹ کے اس پرانے فیصلے کے نام پر کیا جس میں یہودیوں کو مسجد اقصی کے اندر صبح سات بجے سے دس بجے تک دینی رسمیں ادا کرنے کی اجازت دی گئی تھی، اس لئے کہ اس وقت مسلم نمازیوں کی تعداد کم ہوتی ہے۔	انتہا پسندوں کا اقصی میں عبادت کے لئے جانا۔
۱۷۵	۲۰۰۵/۱۰/۱۹ء	ایک خاتون سمیت تین یہودی نوآبادکاروں نے باب الناظر اور باب حطہ سے مسجد اقصی میں تراویح کے وقت داخل ہونے کی کوشش کی، مسجد کے محافظوں نے انہیں روک دیا، قابض حکومت کی پولیس نے انہیں گرفتار کرنے کا دعوی کیا۔	انتہا پسندوں کا اقصی میں عبادت کے لئے جانا۔
۱۷۶	۲۰۰۵/۱۰/۲۳ء	عبرانی مملکت کے سپریم کورٹ نے اپنے اس فیصلہ کو چوک قرار دیا جس میں ''وفاداران جبل ہیکل'' کو مسجد اقصی کے علاقہ میں ''عبادت کرنے'' کی اجازت دی گئی تھی، سپریم کورٹ نے کہا کہ اس کا مقصد یہودیوں کو مسجد میں صرف داخل ہونے کی اجازت دینا تھا نا کہ دینی رسمیں یا نماز پڑھنے کی اجازت دینا، فیصلہ کی سابقہ عبارت ''یہودیوں کو جبل ہیکل (مسجد اقصی) میں نماز پڑھنے کی اجازت'' کو بدل کر یوں کر دیا گیا ''یہودیوں کو جبل ہیکل میں جانے اور اس کی زیارت کرنے کی اجازت''۔	اسرائیلی سپریم کورٹ نے اقصی میں یہودیوں کو نماز پڑھنے کی اجازت دیئے جانے کے اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کی۔

۱۷۷	۹/۱۱/۲۰۰۵ء	قابض حکومت کے خفیہ محکمہ کے ۳۵/افراد پر مشتمل ایک گروپ اپنے مخصوص اسلحہ لے کر مسجد اقصی باب المغاربہ سے داخل ہوا، دو گھنٹے تک یہ گروپ مسجد اقصی کے علاقوں میں گھومتا رہا، یہ لوگ جامع قبلی، مروانی مصلی اور قبۃ الصخرہ میں بھی گئے (یہ تمام مقامات مسجد اقصی میں ہی ہیں) انہوں نے ان تمام مقامات کے فوٹو لئے اوران کی ویڈیو گرافی کی۔	انتہا پسندوں کا اقصی میں عبادت کے لئے جانا
۱۷۸	۸/۲/۲۰۰۶ء	قابض حکومت کی وزارت تعلیم اور یہودی خبر رساں ایجنسی نے روس کے دسیوں اسکولوں میں تعلیم حاصل کرنے والے بچوں میں قدس کے پرانے شہر کا نقشہ تقسیم کیا، جس میں مسجد اقصی کے اندر قبۃ الصخرہ کی جگہ پر تیسرے ہیکل کے ماڈل کی تصویر تھی۔	وزارت تربیت نے قدس کے پرانے شہر کے نقشے تقسیم کئے۔
۱۷۹	۱۴/۲/۲۰۰۶ء	چار یہودوں انتہا پسندوں کی رات کے آخری حصہ میں مسجد اقصی میں چپکے سے داخل ہونے کی کوشش مسجد اقصی کے محافظوں نے ناکام بنادی، یہ لوگ مسجد اقصی تک پہنچنے کے لئے قبرستان رحمت میں کھدائی کررہے تھے، قبرستان رحمت مسجد اقصی کی مشرقی فصیل سے ملحق ہے، اوراس میں سیکڑوں صحابہ وعلماء مدفون ہیں۔	مسجد اقصی میں انتہا پسندوں کا عبادت کے لئے داخل ہونا

۱۸۰	۱/۳/۲۰۰۶ء	صہیونی صدر موشیہ کتساف نے مدرسہ تکنزیہ میں (جسے عدالت کی عمارت کہتے ہیں) ایک سینا گاگ کا افتتاح کیا، یہ مدرسہ مسجد اقصی کی مغربی دیوار کا ایک حصہ ہے۔	مدرسہ تکنزیہ کے نیچے کتساف کے ہاتھوں ایک سینا گاگ کا افتتاح
۱۸۱	۱۲/۴/۲۰۰۶ء	عید فصیح کے موقع پر ''قربانی گزارنے'' کے عنوان پر یہودی انتہا پسندوں کا ایک گروپ مسجد اقصی میں داخل ہوا، ان لوگوں کے ساتھ بکری کا ایک بچہ تھا، ان کا ارادہ باب المغاربہ تک پہنچ کر اس کو وہاں ذبح کرنے کا تھا، پولیس نے ان کو روک دیا۔	مسجد اقصی میں انتہا پسندوں کا عبادت کے لئے داخل ہونا
۱۸۲	۱۲/۴/۲۰۰۶ء	ایک نوآبادکار مسجد اقصی میں ظہر کی نماز کے وقت عرب لباس پہن کر داخل ہوا اس کو مسجد اقصی کے اندر موجود قابض حکومت کے پولیس اسٹیشن کی جانب جاتے ہوئے دیکھا گیا۔	مسجد اقصی میں عبادت کے لئے ایک انتہا پسند کا جانا
۱۸۳	۱۳/۶/۲۰۰۶ء	قابض حکومت کے وزیر اعظم یہود اولمرٹ نے برطانوی پارلیمنٹ میں دیئے گئے اپنے خطاب میں اس بات پر زور دیا کہ وہ فلسطینیوں کے ساتھ ہونے والی گفتگوؤں میں کسی بھی صورت میں (اپنے الفاظ میں) جبل ہیکل سے دست بردار نہیں ہوگا، جبل ہیکل سے اس کی مراد مسجد اقصی تھی۔	اولمرٹ نے کہا: وہ ہیکل کی تعمیر سے کبھی بھی دست بردار نہ ہوگا۔

۱۸۴	۲۰۰۶/۸/۳ء	مسجد اقصی میں پہرہ دینے والے مسلمانوں نے یہودی انتہا پسندوں کی مسجد میں داخل ہونے کی اس کوشش کو ناکام کردیا جو وہ نام نہاد ''تباہی ہیکل'' کی یاد منانے کے لئے کررہے تھے۔	انتہا پسندوں کا مسجد اقصی میں داخل ہونا۔
۱۸۵	۲۰۰۷/۲/۶ء	صہیونی قابض حکومت کے اداروں نے باب المغاربہ کے راستہ اور مسجد اقصی کے دو کمروں کو منہدم کر کے احاطہ اقصی میں سب سے بڑا ردوبدل کیا، مؤسسۃ الاقصی نے اس عمل کو مسجد اقصی کی تقسیم کے صہیونی حکومت کے منصوبہ کا نقطہ آغاز قرار دیا۔	باب المغاربہ کا انہدام شروع
۱۸۶	۲۰۰۷/۲/۸ء	مقبوضہ قدس کی اسلامی قیادت کی سربراہی میں سیکڑوں فلسطینی قدس کی فصیل میں قائم باب المغاربہ کے سامنے مسلسل مظاہرہ پر بیٹھتے رہے، یہ لوگ مسجد اقصی کی مغربی دیوار میں قائم دوسرے باب المغاربہ اور مسجد اقصی کے دو کمروں کو صہیونی اداروں کی جانب سے شہید کئے جانے کے خلاف احتجاج کررہے تھے۔	مسلمانوں کی جانب سے باب المغاربہ کے سامنے مظاہرہ۔
۱۸۷	۲۰۰۷/۲/۹ء	قابض فورسز نے جمعہ کی نماز کے دوران مسجد اقصی میں داخل ہوکر ۱۷ نمازیوں کو اس عنوان پر گرفتار کیا کہ وہ باب المغاربہ میں جاری انہدامی کارروائیوں پر احتجاج کی کوشش کررہے تھے۔	قابض حکومت کے فوجیوں نے مسجد اقصی کی بے حرمتی کی اور نمازیوں کو گرفتار کیا۔

۱۸۸	۲۰۰۷/۲/۱۳ء	شیخ رائد صلاح نے ایک یہودی دستاویز سے پردہ اٹھایا، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صہیونی باب المغاربہ کے راستہ کے بدلہ میں ایک زبردست پل بنانا چاہتے ہیں، تاکہ ایک ساتھ سیکڑوں فوجیوں، جنگی آلات اور بلڈوزروں کو اقصی میں اندر لایا جاسکے۔	باب المغاربہ کے راستہ کی جگہ پر پل بنانے کا منصوبہ
۱۸۹	۲۰۰۷/۳/۵ء	موسسۃ الاقصی نے اپریل کے آغاز میں عید فصیح کے موقع پر یہودیوں کی جانب سے مسجد اقصی کے اندر قربانیاں گزارنے کی کوششیں کئے جانے سے آگاہ کیا۔	اقصی میں قربانیاں گزارنے کی انتہا پسندوں کی کوشش
۱۹۰	۲۰۰۷/۷/۲۳ء	تقریباً تین ہزار یہودیوں نے مسجد اقصی میں داخل ہوکر مشتبہ رسمیں انجام دیں، اوران کے دینی رسمیں ہونے کا دعوی کیا۔	انتہا پسندوں کا مسجد اقصی میں داخل ہونا۔
۱۹۱	۲۹/رجب ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۰۰۸/۸/۱ء	بستان نامی محلّہ کے باشندگان نے قدس کی میونسپلٹی کے بلڈوزروں کا مقابلہ کیا: کل سلوان کے محلّہ بستان کے کچھ خاندانوں نے قدس کی خود ساختہ میونسپلٹی بورڈ کے کچھ بلڈوزروں کو روکا، یہ بلڈوزر بستان میں واقع سلوان کے کچھ خاندانوں کی اراضی کو علاقہ کی زیارت کے لئے آنے والے سیاحوں کی گاڑیوں کی پارکنگ بنانے کے عنوان پر اجاڑنا چاہ رہے تھے۔	سلوان کے محلّہ بستان میں بلڈوزر چلائے گئے۔

۱۹۲	۳رشعبان ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۰۰۸/۸/۵ء	قابض حکومت نے مقبوضہ قدس کے پچاس گھروں کو منہدم کرنے کا فیصلہ کیا: مرکز قدس برائے اقتصادی حقوق نے یہ انکشاف کیا کہ صہیونی حکومت کے اداروں نے قدس کے حقیقی باشندگان کے قدس کے علاقۂ عیسویہ میں واقع پچاس گھروں کو اس عنوان پر منہدم کرنے کا نوٹس دیا کہ ان گھروں کی تعمیر کے وقت ان کی تعمیر کی اجازت نہیں لی گئی تھی۔	پچاس گھروں کا انہدام
۱۹۳	۳رشعبان ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۰۰۸/۸/۵ء	''قدس کے عبرانی میونسپلٹی بورڈ کے بلڈوزروں نے محلّہ طور پر ایک گھر گرایا''، نام نہاد قدس میونسپلٹی بورڈ نے آج محلّہ طور میں امین عباسی مرحوم کا گھر اور قدس میں واقع راس العمود ووادی قدم میں ایک گھر کا شیڈ اور سامان برباد کیا۔	ایک گھر کو زمیں دوز کیا گیا۔
۱۹۴	۴رشعبان ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۰۰۸/۸/۶ء	مرکز القدس برائے معاشی وسماجی مطالعات نے بتایا کہ قابض حکومت کے ادارے فلسطینیوں کے اسی سے زائد گھر اور عمارتیں اس سال اب تک زمیں دوز کر چکے ہیں، ان اداروں نے گھروں کو منہدم کرنے کے ہزاروں احکام صادر کئے ہیں، اس وقت ایک سو پچاس سے زائد ایسے گھر ہیں جنہیں کسی بھی وقت منہدم کیا جا سکتا ہے۔	۱۵۰ گھروں پر انہدام کا خطرہ

۱۹۵	۱۰رشعبان ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۰۰۸/۸/۱۲ء	مقبوضہ قدس کے قریب ایک اور نو آبادیاتی کالونی تعمیر کرنے کی قابض حکومت کی تجویز کی خبریں آج صہیونی ذرائع ابلاغ نے دیں۔	قابض حکومت نے قدس کے قریب ایک نئی نو آبادیاتی کالونی بسانے کا ارادہ کیا
۱۹۶	۲۰۰۸/۸/۱۶ء	انتہا پسند یہودیوں پر مشتمل کئی گروپ آج باب المغاربہ کی جانب سے مسجد اقصی کے علاقہ میں داخل ہوئے۔	انتہا پسندوں کا عبادت کے لئے مسجد میں جانا
۱۹۷	۱۹رشعبان ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۰۰۸/۸/۲۲ء	قابض حکومت نے مسجد اقصی کے کچھ حصوں پر مشتمل ایک یہودی مقدس شہر کی تاسیس کا حکم دیا، قابض حکومت نے کہا کہ اگلے چند برس مسجد اقصی کے انجام کے تعین کی بابت فیصلہ کن ہوں گے، میونسپلٹی کے انجینئر یورام زاموش نے اپنے تیار کردہ منصوبہ ''سب سے پہلے قدس'' کا اعلان کیا جسے اسرائیلی جلد ہی سرکاری طور پر اختیار کرے گا، اس کی عملی تطبقی کا آغاز ''سب سے پہلے یروشلم'' نامی منصوبہ میں ہوگیا ہے۔	ایک یہودی شہر کی تاسیس

۱۹۸	۲۴؍شعبان ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۰۰۸/۸/۲۶ء	فلسطینی ذرائع نے بتایا کہ یہودی آبادکار قدس کے پرانے شہر کے اس حصے میں جہاں یہ لوگ باشندگان قدس کے گھروں پر قبضہ کرکے رہتے ہیں، مسجد اقصی پر حملہ کرنے کے لئے راکٹ لانچرس لائے ہیں، اسی طرح صہیونی دشمن پہلی ستمبر سے (جب کہ رمضان کا بھی آغاز ہوگا) باب المغاربہ کے پاس ایک نئے پل کی تعمیر کرنا چاہتا ہے تاکہ مسجد اقصی کے علاقہ میں آسانی سے ٹینک پہنچائے جاسکیں۔	اقصی پر راکٹوں سے حملے کی کوشش
۱۹۹	۴؍رمضان ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۰۰۸/۹/۴ء	صہیونی ماہرین آثار قدیمہ کا دعوی: یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ شہر قدس کی فصیل کا ایک حصہ دوہزار برس پہلے کا یعنی ان کے دعوے کے مطابق دوسرے ہیکل کے زمانہ کا ہے۔ لجنۃ اعمار المسجد الاقصی وقبۃ الصخرہ انجینئر رائف نجم نے ان دعووں کی شدت سے تردید کی۔	صہیونی دعوی: فصیل کا ایک حصہ دوہزار سال پرانا ہے۔
۲۰۰	۱۱؍رمضان ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۰۰۸/۹/۱۱ء	اس مہینے میں اقصی کے اندر دوسرا اعتکاف کامیاب ہونے کے بعد کل بروز جمعہ صہیونی پولیس مغربی پٹی کے نمازیوں کے لئے رمضان کا دوسرا جمعہ پڑھنے کی بابت مزید شرطیں نافذ کرے گی۔	اقصی میں نمازیوں کے داخلہ کی مزید شرطیں لگائی گئیں

۲۰۱	۱۹ رمضان ۱۴۲۹ھ مطابق ۱۹/۹/۲۰۰۸ء	ام کامل کرد مقدسیہ نے محلّہ شیخ جراح میں واقع اپنا گھر خالی کرائے جانے کی مخالفت کی، غیر ملکیوں کی ایک تعداد نے روزہ رکھ کر ان کے ساتھ اظہار ہمدردی کیا۔	مقدسیوں (باشندگان قدس) کو ان کے گھروں سے بے دخل کرنا۔
۲۰۲	۱۹ رمضان ۱۴۲۹ھ مطابق ۱۹/۹/۲۰۰۸ء	قابض حکومت نے گزشتہ رات ایک بجے کے بعد سے اور رمضان المبارک کے تیسرے جمعہ کی صبح کے آغاز سے ہی بہت زیادہ سختی کردی، مقبوضہ قدس کے تمام علاقوں اور محلوں نیز ۱۹۴۸ء سے پہلے کے علاقوں سے بڑی تعداد میں نمازی بسوں سے اور اپنی ذاتی گاڑیوں سے آرہے تھے، تاکہ وہ یہ بتاسکیں کہ ان کے دلوں میں اقصیٰ کا نہایت اہم مقام ہے۔	نمازیوں کے اقصیٰ میں داخلہ پر سختی کی گئی۔

۲۰۳	۲۱؍رمضان ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۱/۹/۲۰۰۸ء	موسسۃ القدس للوقف والتراث نے آج اتوار کے دن یہ انکشاف کیا کہ قابض ادارے جلد ہی ایک بڑے یہودی کلیسا کا افتتاح کریں گے جو مسجد اقصی سے محض پچاس میٹر دور ہوگا، یہ کلیسا ایسی سرنگوں کے جال سے مربوط ہے جن میں کی کچھ مسجد اقصی کی حدود کے اندر سے ملتی ہیں، ساتھ ہی ان اداروں کا ارادہ ایک اور یہودی کلیسا (سیناگاگ) کے دوسرے دروازوں کے کھولنے کا بھی ہے جو بیت المقدس کے گھروں کے درمیان ہے اور اسلامی اوقاف کی زمین پر قائم ہے۔	کلیسائے تباہی کے افتتاح کا اعلان
۲۰۴	۲۳؍رمضان ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۳/۹/۲۰۰۸ء	مرکزی حکومت نے مسلمانی اور ججموم کے دو خاندانوں کی وہ درخواست مسترد کردی جو انہوں نے میونسپلٹی بورڈ کی عدالت کے اس فیصلہ کے خلاف دائر کی تھی جس میں ان دونوں خاندانوں کے گھروں کو اس عنوان پر منہدم کرنے کا حکم دیا گیا تھا کہ یہ نام نہاد اسرائیل کے علاقہ میں آتے ہیں۔	اپنے گھروں سے بے گھر کئے جانے کا سلسلہ

۲۰۵	۲۳؍رمضان ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۳؍۹؍۲۰۰۸ء	دائیں بازو کی ایک صہیونی ممبر نے پارلیمنٹ میں ایک ایسا قانون بنائے جانے کی تجویز رکھی جس کی رو سے قابض حکومت اور اس کے متعلقہ ادارے مقبوضہ شہر قدس کی مسجدوں میں لاؤڈاسپیکر کے ذریعہ اذان دیئے جانے پر پابندی لگائے جانے کے پابند ہوں، اس لئے کہ لاؤڈاسپیکروں پر اذان دیئے جانے سے نوآبادکاروں کو پریشانی ہوتی ہے۔	دائیں بازو کی ایک صہیونی ممبر نے پارلیمنٹ میں قدس میں اذان پر پابندی لگائے جانے کی بابت مجوزہ قانون پیش کیا۔
۲۰۶	۲۴؍رمضان ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۴؍۹؍۲۰۰۸ء	صہیونی دشمن نے قدیم قدس میں یہودیوں اور غیر ملکی سیاحوں کے رات کے ٹور شروع کئے، تاکہ اس کی اسلامی عربی تاریخ اور ان قدیم فصیلوں کو ناقابل اعتنا بنایا جاسکے جو عثمانی حکمراں سلیمان قانونی کے زمانے کی ہیں، نیز اس شہر کے بہت سے آثار قدیمہ اور مقدس اسلامی وعربی مقامات بنوامیہ کے اولین ایام، صلاح الدین ایوبی اور عہد غلامان کے وقت کے ہیں۔	رات میں قدس کو یہودیانے کا عمل

۲۰۷	۲۵؍رمضان ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۰۰۸/۹/۲۵ء	''سرزمین اسرائیل'' نامی تنظیم سمیت متعدد صہیونی تنظیموں نے خاموشی کے ساتھ بالخصوص قدس کے مسجد اقصیٰ کے پاس کے قدیم محلوں میں واقع قدس وفلسطین کے حقیقی باشندگان کی جائیدادیں ضبط کرکے غاصبوں کو دے دیں، تاکہ وہ ان میں رہیں، اور ان کو نوآبادیاتی مراکز بنائیں، ایسے بعض مراکز میں کچھ سیناگاگ بھی قائم کئے گئے ہیں۔	صہیونی تنظیموں نے خاموشی کے ساتھ فلسطینیوں کی جائیدادیں ضبط کیں۔
۲۰۸	۲۵؍رمضان ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۰۰۸/۹/۲۵ء	اقوام متحدہ کی جاری کردہ ایک رپورٹ کے مطابق قابض فوج نے بیریرس کا جو نظام مغربی پٹی اور مقبوضہ قدس میں قائم کیا تھا اور جس کے تحت تقریباً ۷۰۰ بیریرس لگائے گئے تھے، اس نظام کے بیریرس اب بہت دور تک لگادیئے گئے ہیں۔	مغربی پٹی میں بیریرس کا نظام
۲۰۹	۲۶؍رمضان ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۰۰۸/۹/۲۶ء	مغربی پٹی اور فلسطین کے جو مسلمان آخری جمعہ کی نماز پڑھنے اور شب قدر گزارنے کے لئے مسجد اقصیٰ آرہے تھے ان پر پولیس نے بہت سخت شرطیں لگائیں اور صرف ۵۵ برس یا اس سے زائد کے مردوں اور ۴۵ برس یا اس سے زائد کی عورتوں کو ہی اجازت دی۔	مسلمان نمازیوں پر مسجد اقصیٰ میں داخلہ کے لئے سخت شرطیں

۲۱۰	۲۶ر رمضان ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۰۰۸/۹/۲۶ء	بیریبرس نے ہزاروں مسلمانوں کو مسجد اقصی میں نماز پڑھنے اور اعتکاف کرنے کے لئے جانے سے روکا، اس کے نتیجہ میں مغربی پٹی کے ہزاروں فلسطینی قدس میں داخلہ اور مسجد اقصی میں نماز پڑھنے کی سعادت سے محروم رہے۔	مسلمان نمازیوں پر مسجد اقصی میں داخلہ کے لئے سخت شرطیں
۲۱۱	۲۶ر رمضان ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۰۰۸/۹/۲۶ء	صہیونی اداروں کی جانب سے ممانعت اور گھیرابندی کی وجہ سے اہل غزہ اقصی میں نماز سے محروم رہے، تین لاکھ پچاس ہزار باشندگان قدس وفلسطین نے شب قدر مسجد اقصی میں یہ دعا کرتے ہوئے گزاری: اے اللہ! اقصی کو ہر ظالم سے نجات دلایئے۔	قدس میں داخلہ سے اہل غزہ محروم
۲۱۲	۲۹ر رمضان ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۰۰۸/۹/۲۹ء	کل صبح مسجد میں موجود نمازیوں نے انتہا پسند صہیونیوں کے ایک گروپ کے مسجد میں گھسنے کی کوشش کو ناکام بنادیا، نو آبادکاروں کے ایک دوسرے گروپ نے شام میں باب حطہ کی طرف نمازیوں کو مشتعل کرنے کی کوشش کی، کل صبح کے وقت نوآبادکاروں کا ایک گروپ باب المغاربہ سے مسجد میں صہیونی پولیس کے زیر حفاظت داخل ہوا، مسجد اقصی کے محافظوں اور نمازیوں نے ان کو اندر آنے سے روکا اور باہر نکلنے پر انہیں مجبور کیا۔	اقصی میں یہودیوں کے داخل ہونے کے واقعات میں اضافہ

۲۱۳	۲۰۰۸/۱۰/۹ء	نوآباد کاروں، ربیوں اور اسرائیلی سیاست دانوں کے مختلف گروپس اسرائیلی پولیس کی زبردست حفاظت میں مسجد اقصی میں داخل ہوئے۔	نوآبادکاروں اور ربیوں کے گروپ مسجد اقصی میں داخل ہوئے۔
۲۱۴	۲۰۰۹/۲/۹ء	سیکڑوں بے حیا لباس زیب تن کئے ہوئے سیاح مردوں اور خواتین کو اسرائیل نے مسجد اقصی میں داخل کیا۔	بے حیا لباس زیب تن کئے خواتین کو مسجد میں داخلہ دیا گیا۔

۲۱۵	۴/۳/۲۰۰۹ء	مؤسسۃ القدس للوقف والتراث نے بتایا کیا اسرائیل دس ملین شیکل یعنی ڈھائی ملین امریکی ڈالر کے خرچ سے دو سرنگیں کھودنے کی تیاری کررہا ہے، ان سرنگوں کا مقصد پرانے شہر میں واقع محلّہ شرف کو (جس پر اسرائیل نے ۱۹۶۷ء میں قبضہ کرکے اس کے عرب باشندوں کو ہجرت پر مجبور کردیا تھا اور اس کا نام یہودی محلّہ رکھا تھا) مسجد اقصی کے مغرب میں واقع میدان براق سے جوڑنا ہے، یہ منصوبہ قدس کو یہودیانے کی اسرائیلی کوششوں کا ایک حصہ ہے، پہلی سرنگ کی لمبائی ۵۶ میٹر ہوگی، جب کہ دوسری سرنگ ۲۲ میٹر لمبی ہوگی، قابض حکومت کے اداروں کا یہ بھی ارادہ ہے کہ اوپر سے نیچے جانے والی سرنگ میں جو کہ افقی (Horizontal) ہوگی خودکار راستہ بنایا جائے، تاکہ اسرائیلیوں اور غیر ملکی سیاحوں کو مقبوضہ محلّہ شرف سے دیوار براق اور مسجد اقصی آسانی سے پہنچایا جاسکے، ان ہی دنوں میں قابض حکومت کے اداروں نے ۵۵ فلسطینی خاندانوں کو شہر کے شمال میں واقع ان کے گھر خالی کرنے کے نوٹس دیئے۔	اقصی کے نیچے دو سرنگوں کی تعمیر

۲۱۶	۱۱/ ۳/ ۲۰۰۹ء	۳۰ انتہا پسند یہودیوں پر مشتمل ایک گروپ مسجد اقصی کے اندر اور باب رحمت کے پاس تلمودی عبادتیں کرنے کے لئے بھیس بدل کر مسجد کے میدانوں اور برآمدوں میں داخل ہوئے۔	اقصی کے میدانوں میں انتہا پسندوں کا داخلہ
۲۱۷	۱۴/ ۴/ ۲۰۰۹ء	دسیوں یہودی نوآباد کار عید فصیح کے موقع پر اپنی عبادت کرنے کے لئے مسجد اقصی کے علاقہ میں داخل ہوئے۔	اقصی کے میدانوں میں انتہا پسندوں کا داخلہ
۲۱۸	۴/ ۷/ ۲۰۰۹ء	اسی مہینے کی ۲۷ تاریخ کو منعقد ہونے والی عرب چوٹی کانفرنس میں عرب قائدین صہیونیوں کے اس اعلان کے حوالہ سے اپنی ذمہ داری ادا کریں کہ وہ تاریخ یہود کے عظیم ترین کلیسا (کلیسائے تباہی) کو کھولنے جارہے ہیں، یہ کلیسا مسجد اقصی کے گردوپیش میں موجود کلیساؤں میں سے نمبر ۶۰ ہے، اعلان کے مطابق اس کا افتتاح صدر شمعون پیریس اور وزیر اعظم نیتن یاہو کریں گے، اس سنگین واقعہ پر آپ قائدین کیا کریں گے؟ کیا بس بے سود قرارداد مذمت پاس کردیں گے؟ یا مسجد اقصی کی حفاظت کے لئے کوئی سنجیدہ اور حقیقی قدم اٹھائیں گے؟ اقصی کو آپ کا بہت انتظار ہے، اگر آپ اقصی کی مدد کو آئے تو آپ کی قومیں آپ کے ماضی کو معاف کردیں گی۔	کلیسائے خراب کے کھولے جانے کے اعلان پر سخت موقف لئے جانے کی عرب قائدین سے اپیل

۲۱۹	۲۰۰۹/۹/۲۴	قابض حکومت کی پولیس کی یونٹ ”دھماکہ خیز مادوں کے ماہرین“ کے ارکان نے مسجد اقصی میں داخل ہوکر وہاں چکر لگایا۔	دھماکہ خیز مادوں کے ماہرین اقصی کے علاقہ میں داخل ہوئے۔
۲۲۰	۲۰۰۹/۹/۲۷	صہیونیوں کی جانب سے مسجد اقصی میں گھسنے کی مسلسل ہورہی کوششوں کے جواب میں مغربی پٹی اور غزہ کے اداروں اور قبیلوں نے ”صہیونیوں کے قتل عام“ کی دھمکی دی، ان اداروں اور قبیلوں نے تمام اسلامی ممالک سے جہاد کرنے اوران ممالک کے حکمرانوں سے سرزمین اسراء کی مدد کے لئے ہنگامی طور پر چوٹی کانفرنس منعقد کرنے کی اپیل کی، یہ اپیل یہودی انتہا پسندوں کی جانب سے اقصی میں داخل ہونے کی کوششوں کے بعداس وقت ہوئی ہے جب سابق وزیر اعظم ایریل شیرون کے ذریعہ تین ہزار اسرائیلی فوجیوں کے مسجد اقصی میں داخل ہونے کو نو برس ہونے جارہے ہیں، شیرون کی اس حرکت کے بعد انتفاضہ پھوٹ پڑا تھا، فجر کے ابتدائی اوقات میں انتہا پسند یہودیوں کے داخل ہونے کے منصوبہ کو وہاں پہرے دے رہے نمازیوں نے ناکام بنادیا، اس کے لئے انہیں سخت مقابلہ کرنا پڑا، جس کے دوران مسلمان پہرہ دینے والوں نے بلند آواز میں بار بار نعرہ تکبیر لگایا جس سے یہودی گھبرا گئے، بالآخر اسرائیلی فوج نے ربر کی گولیوں اور گیس کے گولے چھوڑے، جنہوں نے ۱۶ مسلمانوں کو زخمی کردیا، اس کے بعد فلسطینی اداروں اور قبیلوں کے متعدد بیانات سامنے آئے۔	اقصی میں انتہا پسندوں کے داخلہ کے واقعات میں اضافہ، اور اس بابت فلسطینی اداروں اور قبیلوں کا موقف

۲۲۱	۲۰۰۹/۱۲/۱۶ء	''مؤسسۃ الاقصی للوقف والتراث'' نے اپنے ایک بیان میں یہودی تنظیموں اور جماعتوں کی اس اپیل کے بارے میں آگاہ کیا جس میں انہوں نے کل بروز جمعرات (۲۰۰۹/۱۲/۱۷ء) کو یہودیوں سے اجتماعی طور پر مسجد اقصی میں داخل ہونے اور وہاں دینی، یہودی وتلمودی عبادتیں کرنے بالخصوص تیسرے نام نہاد ہیکل کی تعمیر کی اپیل کی ہے، یہ اپیل ''عید خانوکاہ شمعدان'' کے موقع پر کی گئی ہے،اس کے علاوہ موسسۃ الاقصی نے بتایا کہ اس ہفتہ یہودی مسجد اقصی کے اردگرد مسجد اقصی کے ملبے پر نام نہاد ہیکل کی تعمیر کے لئے مظاہروں کا انتظام کررہے ہیں۔	اقصی میں انتہا پسندوں کے داخلہ کے واقعات میں اضافہ
۲۲۲	جنوری ۲۰۱۰ء کا نصف آخر	انتہا پسند یہودیوں کے بہت سے گروپ شہر قدس کے پرانے علاقہ میں واقع سوق قطانین میں داخل ہوئے ان یہودیوں نے وہاں مسجد اقصی کی مغربی فصیل میں واقع باب القطانین سے چند میٹر دور پر اشتعال انگیز انداز میں شور مچا کر تلمودی اعمال ورسمیں انجام دیں۔	انتہا پسند سوق قطانین میں داخل ہوئے۔
۲۲۳	جنوری ۲۰۱۰ء کا نصف آخر	اسلامی مسیحی بورڈ برائے حفاظت قدس ومقدس مقامات نے بتایا کہ مسجد اقصی کے نیچے کی گئی صہیونی کھدائیوں کی وجہ سے مسجد اقصی کی دیواروں میں نئی دراریں پڑی ہیں۔	مسجد اقصی کے نیچے کھدائیوں کے بارے میں آگاہ کیا گیا

۲۲۴	جنوری ۲۰۱۰ء کانصف آخر	مسجد اقصی کے محافظوں نے ایک ایسے انتہا پسند یہودی کی مسجد اقصی میں داخل ہونے کی خفیہ کوشش کو ناکام بنادیا جس کے ساتھ چاقو بھی تھا۔	چاقو لے کر ایک یہودی کے ذریعہ مسجد اقصی میں داخل ہونے کی کوشش
۲۲۵	جنوری ۲۰۱۰ء کانصف آخر	اسی دن صہیونی پولیس کے بعض ارکان نے مسجد اقصی کے ایک فلسطینی ومقدسی محافظ مہند ادریس (۲۵ ربرس) پر دست درازی کی۔	پولیس نے اقصی کے ایک محافظ پر ظلم کیا۔
۲۲۶	جنوری ۲۰۱۰ء کانصف آخر	صہیونی حکومت کی فورسز نے مسجد اقصی کے اندر تعینات اپنے پولیس والوں کو مسجد اقصی کے میدانوں میں حیاسوز فلمیں دیکھنے کی اجازت دی۔	صہیونی اقصی میں حیاسوز فلمیں دیکھتے ہیں
۲۲۷	جنوری ۲۰۱۰ء کانصف آخر	متعدد اہل بیت المقدس کے گھر منہدم کردیئے گئے ان گھروں میں قدس کے شمال مشرق میں واقع جبع شمال نامی گاؤں میں حسن سالم کا اور پرانے شہر میں واقع حارۃ السعدیہ میں ابوفرحہ کا مکان بھی شامل تھا، ان دونوں گھروں کو بنا اجازت تعمیر کے نام پر منہدم کیا گیا،صہیونی پبلک پروسیکیوشن نے قدس کی صہیونی دیوار سے باہر واقع محلوں میں تعمیر وغیرہ کے قوانین پرعمل درآمد کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دیے جانے کا حکم دیا تاکہ شہرقدس کے پاس واقع علاقوں اورمحلوں میں فلسطینیوں کی تعمیر کو روکا جاسکے۔اس کے علاوہ قدس میں قائم قابض حکومت کی میونسپلٹی کی تعمیر سے متعلق لوکل باڈی نے باشندگان قدس کی ٦٦٠ دونم اراضی کو یہودی پارک میں بدل دیا۔	گھروں کا انہدام اور اراضی پر قبضہ

۲۲۸	جنوری ۲۰۱۰ء کا نصف آخر	متعدد فرقہ پرستانہ بیانات سامنے آئے، مثلاً: قدس میں قائم قابض حکومت کی میونسپلٹی کے انتہا پسند سربراہ نیر برکات نے کہا کہ قدس میں فلسطینیوں کی تعداد میں ہورہا اضافہ صہیونی حکومت کے لئے ایک اسٹراٹیجک چیلنج ہے، صہیونی وزیر اعظم بنیامین نیتن یاہو کے دفتر کے ایک اعلی عہدہ دار نے کہا: مقبوضہ مشرقی قدس میں تازہ نوآبادیاتی پروجیکٹس نیتن یاہو اور واشنگٹن کے درمیان تعاون سے پورے ہوئے ہیں، مشرقی قدس میں بند کئے گئے فلسطینی اداروں کو دوبارہ کھولنے کی یورپی تجویز کا جواب دیتے ہوئے صہیونی وزیر مالیات نے کہا: ''مشرقی قدس میں کسی فلسطینی سیاست داں کے وجود کا کوئی امکان نہیں ہے، قابض حکومت کی وزارت داخلہ نے مشرقی قدس میں کام کررہے بین الاقوامی امدادی اداروں کے کارکنان کو لائسنس دینے کا سلسلہ روک دیا، صہیونی اخبار معاریف نے قابض حکومت کے وزیر اعظم بنیامین نیتن یاہو کے بارے میں یہ خبر دی ہے کہ اس نے فریقین کے درمیان ازسرنو گفتگو شروع کرنے کے بدلے میں قدس میں جاری خفیہ تعمیر کے سلسلہ کو روکنے کی محمود عباس کی تجویز ٹھکرادی ہے۔	صہیونی فرقہ پرستی کے بیانات

۲۲۹	۱۹/۱/۲۰۱۰ء	مسجد اقصی کے جنوب میں جن علاقوں کی کھدائی ہوچکی ہے وہاں سے رات کے آخری حصہ میں اسرائیلی محکمہ آثار قدیمہ نے دسیوں بوری مٹی اور پتھر کرین کے ذریعہ بڑے ٹرکوں میں بھر کر عیزریہ کی اراضی پر واقع کوڑا گھر پہنچائے، ان کھدائیوں کے نتیجے میں محلّہ بستان، باب المغاربہ اور مسجد اقصی کی جنوبی دیوار کے درمیان واقع مرکزی سڑک میں مزید نئی جگہوں پر زمین دھسی۔	مٹی کی منتقلی
۲۳۰	۱۹/۱/۲۰۱۰ء	انتہا پسند یہودی جماعتوں اور فوجی اداروں کی جانب سے مسجد میں داخل ہونے کے واقعات میں اضافہ، قابض حکومت کی یونیورسٹیوں کے شعبہ آثار قدیمہ کے پچاس طلبہ مسجد اقصی کے علاقوں میں داخل ہوئے اور وہاں کی مٹی اور پتھروں کے نمونے اپنے ساتھ لے گئے۔	آثار قدیمہ کے پچاس طلبہ مسجد اقصی میں داخل ہوئے۔
۲۳۱	۱۹/۱/۲۰۱۰ء	قابض حکومت کی میونسپلٹی کے تحت قائم ''تعمیر وترقی کی مقامی کمیٹی'' کی منظوری، اس سے پہلے ''شہر کے آثار قدیمہ کی حفاظت کی کمیٹی'' اور مقامی کمیٹی (یہ دونوں کمیٹیاں قابض حکومت کی ہی ہیں) نے ایک ایسے پارکنگ اسٹیشن کی تعمیر کے منصوبے کو پاس کردیا تھا جو باب المغاربہ کے سامنے پانچ منزلوں پر مشتمل ہوگا، اس پروجیکٹ میں ۶ء۵ دونم اراضی استعمال ہوگی۔	باب المغاربہ کے سامنے کثیر منزلہ پارکنگ اسٹیشن کی تعمیر کا منصوبہ

۲۳۲	۱۹/۱/۲۰۱۰ء	مسجد اقصی میں ظہر کی نماز پڑھ رہے چار ترک مسلمانوں کو قابض حکومت کی خفیہ ایجنسی اور پرائیوٹ اداروں کے لوگوں نے مسجد سے باہر نکالدیا۔	چار ترکیوں کو مسجد اقصی سے نکالا گیا
۲۳۳	۱۹/۱/۲۰۱۰ء	ایک غاصب مسجد قبۃ الصخرہ میں اس وقت گھس گیا جب عورتیں نماز ظہر پڑھ رہی تھیں، پھر قابض حکومت کی خواتین پولیس کی ایک تعداد نے مسجد اقصی میں داخل ہو کر گشت کیا اور کچھ تصویریں لیں۔	ایک یہودی مسجد قبۃ الصخرہ میں داخل ہوا، خواتین پولیس اقصی کے میدانوں میں داخل ہوئی

۲۳۴	۱۹/۱/۲۰۱۰ء	کل شہر سلوان کی اس شاہ رام عام پر زمین دھسی جو مسجد اقصی کی جنوبی دیوار سے صرف چند میٹر دوری پر ہے، اس کا علاقہ کافی وسیع تھا، پھر لگاتار ہورہی بارشوں نے اس میں مزید اضافہ کردیا، ایسا اس علاقہ کی ان متعدد عمارتوں کے ساتھ بھی ہوسکتا ہے جن کی دیواریں پہلے سے ہی مسجد اقصی کی جنوبی دیوار اور اس کے نیچے تک جانے والی سرنگوں کی کھدائی کی وجہ سے ہی چیخ چکی ہیں۔ شہر قدس کے اخبارات نے بتایا کہ قابض حکومت کی پولیس نے اس شاہراہ کو شہر سلوان اور اس کے محلوں نیز شہر سواحرہ اور ثوری، جبل مکبر نیز وادی قدوم جیسے محلوں میں رہائش پذیر اصل فلسطینی باشندوں کے لئے مجبوراً بند کردیا ہے، اخبارات نے یہ بھی بتایا کہ اس علاقہ کے اصل باشندوں نے جمع ہوکر زمین دھسنے کے واقعات پر اپنے غصہ کا اظہار کیا، ان لوگوں نے کہا کہ جب تک علاقہ میں کھدائیاں ہوتی رہیں گی زمین دھسنے کے اس طرح کے واقعات ہوتے رہیں گے۔ عینی شاہدوں نے بتایا کہ انہوں نے علاقہ میں بچھائے جارہے سرنگوں کے جال اور ہورہی کھدائیوں کی مٹی ہٹائے جانے کے بعد سڑک کے نیچے کافی بڑے ہول دیکھے ہیں، اس کی وجہ سے یہ علاقہ کسی وقت بھی کسی بڑے حادثہ کا شکار ہوسکتا ہے۔	سلوان کی شاہراہ عام پر جگہ جگہ سے زمین دھسی۔

۲۳۵	۱۵/۳/۲۰۱۰ء	یہودیوں کے عقائد کے مطابق اقصی کے ملبے پر ہیکل کی تعمیر کے آغاز کے ایک قدم کے طور پر کلیسائے تباہی کا افتتاح ہوا، یہ ایک یہودی عبادت گاہ ہے، جو مسجد اقصی کی مغربی دیوار کے پاس ہی واقع ہے،اس کے بالکل پڑوس میں تاریخی مسجد عمری ہے جو بند پڑی ہے،اس کلیسا (سینا گاگ) کی تعمیر کا فیصلہ صہیونی حکومت نے ۲۰۰۱ء میں کیا تھا، اس کے لئے ۱۲ ملین ڈالر کا بجٹ مختص کیا گیا تھا، جو حکومت اور دنیا بھر کے یہودیوں نے فراہم کیا۔ ۱۹۴۹ء میں اس کے انہدام سے پہلے کی پرانی تصویروں کو دیکھ کر اس کا نقشہ بنائے جانے کے فوراً بعد ۲۰۰۶ء میں اس کی تعمیر کا آغاز ہوا، ایک دوسرے حکومتی فیصلہ کے ذریعہ اسرائیل نے اس سینا گاگ کی انتظامی ذمہ داریاں ایک کمپنی کو دے دی تھیں جو اسرائیلی حکومت کے تابع ہے، اور وزیر اعظم کے دفتر سے براہ راست دیوار گریہ کے معاملات پر نظر رکھتی ہے،کلیسائے تباہی ۲۴ میٹر بلند ہے، اس کے قبہ میں ۱۲ کھڑکیاں ہیں، قبہ کو سفید رنگ سے پینٹ کیا گیا ہے۔	کلیسائے تباہی کا افتتاح

۲۳۶	۲۰۱۰ءمیں	قابض حکومت کے زیر اہتمام قائم یونیورسٹیوں کے شعبۂ آثار قدیمہ کے ۵۰ طلبہ مسجد اقصی کے میدانوں میں داخل ہوئے، اور وہاں کی مٹی اور چٹان کے نمونے ساتھ لے گئے۔	۵۰ طلبہ مٹی جمع کرنے کے لئے اقصی میں داخل ہوئے۔
۲۳۷	۲۰۱۰ءمیں	دائمی طور پر مسجد اقصی کی ایسی تقسیم کی حقیقی کوششیں جس کے تحت اس کے جنوب مغربی میدانوں کو یہودیوں کے لئے خاص کردیا جائے، اوراس طرح مسجد پر صرف مسلمانوں (اردن کے وزارت اوقاف) کے حق ہونے کا خاتمہ کردیا جائے، حکومت کے متعلقہ ادارے اور انتہا پسند تنظیموں کی یہ کوشش ہوگی کہ وہ اس فیصلہ کو وجود میں لانے کے لئے یہودی تیوہاروں اور مخصوص ایام کا استعمال کریں، اس لئے کہ ایسا لگ رہا ہے کہ قابض حکومت باب المغاربہ پر لوہے کا پل بنانے کا کام جاری رکھے گی تاکہ تقسیم کے لئے لازمی بنیاد قائم کرسکے۔	مسجد اقصی کو تقسیم کرنے کی کوششیں

۲۳۸	۲۰۱۰ء میں	کھدائی کے جن مقامات میں کام آخری مراحل میں جاری ہے، (بالخصوص مسجد کی جنوب مغربی سمت میں) ان میں سے کئی مقامات کو کھول کر مسجد کے نیچے اور اندر یہودی مقدس شہر کے پروجیکٹ کی تکمیل، کچھ بعید نہیں مسجد کی جنوب مغربی سمت میں ہونے والی کھدائی مروانی مصلی تک پہنچ جائے، ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ یہ کھدائیاں مسجد کی مغربی سمت میں پرانے شہر کی مغربی فصیلوں کی جانب پھیل جائیں۔	قدس میں مقدس یہودی شہر کو مکمل کرنے کی کوششیں
۲۳۹	۲۰۱۰ء میں	قدس کے پرانے شہر میں مزید یہودی عمارتوں اور علامتوں کی تعمیر، کلیسائے تباہی پرانے شہر میں سب سے اہم اور بڑا یہودی رمز (Symbol) ہے۔ اس کی تعمیر کے بعد ہوسکتا ہے کہ قابض حکومت مزید تعمیری منصوبے شروع کرے، تاکہ شہر میں اس کا دینی وجود اور مستحکم ہو، ان منصوبوں میں سب سے اہم ''قدس النور'' نامی وہ سینا گاگ ہوسکتا ہے جس کا تذکرہ ''سب سے پہلے یروشلم'' نامی منصوبہ میں ۲۰۰۸ء میں کیا گیا تھا، خیال کیا جاتا ہے کہ یہ سینا گاگ مغربی فصیل سے ملی ہوئی اسلامی عدالت کے اوپر قائم کیا جائے گا۔	قدس کو یہودیانے کا عمل، قدس النور نامی سینا گاگ

باب پنجم:

بیت المقدس اور اس کے مضافات کے تئیں امت کی ذمہ داریاں

بیت المقدس مسئلۂ فلسطین کا اہم ترین حصہ اور اس کی اساس ہے، ہر مسلمان وعرب کے دل میں اس کے تئیں احترام وعظمت کے زبردست احساسات پائے جاتے ہیں، یہ ایک اسلامی رمز ہے، اس لئے کہ یہ مسلمانوں کا قبلۂ اول ہے اور یہیں سے رسول اکرم ﷺ آسمانوں کے سفر (معراج) پر گئے تھے، بیت المقدس کے تئیں پائے جانے والے یہ احساساتِ تعظیم واحترام مسلمانوں کے اندر اپنے غصب شدہ حق کو دوبارہ حاصل کرنے اور مسجد اقصی کو آزاد کرانے کے جذبہ کو تقویت پہنچاتے ہیں، یہ ایک طویل اور پرمشقت کام ہے، جسے صہیونی نوآبادیاتی عزائم اور اسلامی بیداری کے منصوبوں کے درمیان پائی جانے والی کشمکش کا ماضی اور مستقبل لازم قرار دیتا ہے، یہ کام مسلمانوں سے طویل جدوجہد، مزید منصوبوں، لائحۂ عمل، قدس کی حفاظت، مقدس مقامات کے دفاع اور اقصی کے دفاع کے مزید منصوبوں کا طالب ہے، عربی واسلامی معاشرہ کے کسی ایک طبقے سے ہی یہ کام مطلوب نہیں ہے، بلکہ یہ تمام طبقوں سے مطلوب ہے، حکمرانوں سے بھی، علماء، داعیوں اور خطیبوں سے بھی، عوام سے بھی اور ذرائع ابلاغ سے وابستہ افراد سے بھی (۱)۔

قدس کی بابت حکام کی ذمہ داری:

قدس اور مسجد اقصی کی بابت عرب ومسلم حکمرانوں کی اکثریت کا کردار وہ نہیں ہے جو ان سے مطلوب ہے، یا جس کی اس مسئلہ کو ضرورت ہے، یہ لوگ بس زیادہ سے زیادہ اس مسئلہ کے

(۱) ملاحظہ ہو: ماجد کیلانی: ہکذا ظہر صلاح الدین، ص: ۱۴۵۔

لئے کسی چوٹی کانفرنس کے انعقاد کا مطالبہ کر لیتے ہیں، یا اسے کسی کانفرنس کے موضوعات میں شامل کر لیتے ہیں، ایسی کانفرنسوں کی تجویزیں عام طور پر کاغذات تک محدود رہتی ہیں، یہ تجویزیں محض مذمت اور اپیلوں تک محدود رہتی ہیں، ان کی عبارتیں اور تعبیرات بے سود ہوتی ہیں، مسئلہ قدس کی بابت عرب و مسلم حکمرانوں سے درج ذیل اقدامات مطلوب ہیں:

۱- عرب و مسلم حکمراں مسئلہ قدس و فلسطین کو سنجیدگی سے لیں، اسے اپنی اولین ذمہ داری تصور کریں، اور فلسطین جب تک آزاد نہ ہو چین کی نیند نہ سوئیں۔

۲- مسلح فلسطینی مزاحمت کی مادی، معنوی و ابلاغی مدد، اس کو تقویت دینا، اور بالخصوص گزشتہ برسوں میں اس کو ملنے والی زبردست کامیابیوں کے بعد اس کے ساتھ قومی و حکومتی سطح پر رابطہ، تاکہ یہ تحریک مزاحمت میدان میں بے یارومددگار نہ رہ جائے۔ اس لئے کہ قابض کے خلاف جہاد کے وجوب پر فقہاء اسلام کا اجماع ہے، تمام فقہاء کے نزدیک مسلمانوں کے ملک کے ایک بالشت حصہ پر قبضہ کی صورت میں جہاد ہر مسلمان پر ایسا فرض عین ہو جاتا ہے کہ اس میں بیوی بغیر شوہر کی اجازت کے، غلام بغیر آقا کی اجازت کے اور لڑکا بغیر والد کی اجازت کے شرکت کر سکتا ہے، مسجد اقصی پر قبضہ کافی دنوں سے چلا آرہا ہے لیکن اب وہاں کی صورت حال اس اقدام کی زیادہ متقاضی ہے تاکہ اس سے پہلے کہ یہودی اسے شہید کر کے اس کی جگہ پر ہیکل تعمیر کریں اسے آزاد کرالیا جائے۔

۳- عرب و اسلامی ممالک کے ایک مشترکہ فنڈ کی تشکیل، جس کے ذریعہ اسرائیلی دست درازیوں سے حفاظت کے طور پر اسلامی و مسیحی مقدس مقامات کی مرمت کے اخراجات برداشت کئے جائیں، انہیں گردش زمانہ کے سپرد کر کے زمیں بوس ہونے سے بچایا جائے اور ان مقامات کا متعلقہ بین الاقوامی اداروں میں رجسٹریشن کرایا جائے، اس فنڈ کی رقم کا استعمال تمام مقبوضہ اراضی بالخصوص قدس میں فلسطینیوں کی مزاحمت کی مدد کے لئے بھی کیا جائے، تاکہ وہ اس

علاقہ میں جمے رہیں، اور اونچے داموں پر اپنی زمینوں کو یہودیوں کے ہاتھ نہ بیچیں، اس فنڈ میں مال فراہم کرنے کے لئے زکوۃ کی ایک مقدار بھی مخصوص کی جاسکتی ہے، اس لئے کہ قرآن مجید کے بتائے ہوئے زکوۃ کے آٹھ مصارف میں سے ایک انفاق فی سبیل اللہ بھی ہے۔

۴-تمام بین الاقوامی اداروں میں مسئلۂ فلسطین، بالخصوص مسئلۂ قدس کو اٹھانا، اور فلسطین و بالخصوص قدس میں اسلامی عمارتوں کو ختم کرنے، علاقہ کو یہودیانے اور اسرائیلی دست درازیوں کے صہیونی منصوبوں کو واضح کرنا۔

۵-عرب و مسلم ممالک کے سفارت خانوں کو یہ ہدایت کہ وہ قدس کے مسئلہ پر توجہ دیتے ہوئے جن ممالک میں ہیں وہاں اسے اپنی ڈپلومیسی سرگرمیوں کا ایک محور جانیں۔

۶-عرب مسلم ممالک کے اکیڈمک و تعلیمی اداروں یعنی یونیورسٹیز اور اسکولوں کو مسئلہ فلسطین، بالخصوص بیت المقدس کے مقدس مقامات کی بابت مضمون کی نصاب تعلیم کے لازمی حصہ کے طور پر تدریس کی ہدایت، قدس کی بابت تحقیق و مطالعہ کی ہمت افزائی اور اس سلسلے میں انعامی مسابقوں کا انعقاد۔

۷-عرب لیگ، او آئی سی، اور قدس کمیٹی جیسے بین الاقوامی اسلامی و عربی اداروں کو سرگرم کرنا، اور ان کو عالمی رائے کی تبدیلی نیز مسئلہ فلسطین کی مدد کے وسائل کے طور پر استعمال کرنا، اس لئے کہ مسئلہ فلسطین کا ایک انسانی و بین الاقوامی پہلو بھی ہے، اس پہلو کا استعمال انسانی بین الاقوامی ضمیر کو فلسطینیوں پر ہو رہے ظلم پر خاموش رہنے اور یہودی منصوبوں سے آنکھیں موندے رکھنے کے گناہ کا احساس کرانے نیز تمام انسانی بین الاقوامی تنظیموں سے مکالمہ کے لئے کرنا چاہئے (مثلاً تنظیم حقوق انسانی، مامتا اور بچپن کا خیال رکھنے والی تنظیمیں، تنظیم انصاف، سیکوریٹی کونسل اور جنرل اسمبلی وغیرہ)، اسی طرح اس بات کی بھی وضاحت کہ دہشت گردی کا ارتکاب صہیونی کررہے ہیں، فلسطینیوں کی جانب سے کی جانے والی مزاحمت کو ہم دہشت گردی

نہیں کہہ سکتے ہیں، فلسطینیوں کی مشکلات کا ذمہ دار امریکہ کو ٹھہرائے جائے، اور یہ بتایا جائے کہ وہ ہماری امت کے حقوق تلف کرنے میں دشمنوں کا کیسا ساتھ دے رہا ہے، اور یہودیوں کو فائدہ پہنچانے کے لئے کیسا دوہرا رویہ اختیار کر رہا ہے، اس پہلو میں بین الاقوامی تنظیموں سے یہ مطالبہ بھی شامل ہے کہ وہ اصول پسندی کا رویہ اختیار کریں، دوہرا رویہ نہیں۔

قدس کی بابت علماء، داعیوں اور خطیبوں کی ذمہ داری:

حقائق اسلام کی تشریح، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سلسلہ میں علماء انبیاء کے جانشیں ہیں، اور اس عہد کا سب سے بڑا منکر قدس پر قبضہ اور اس کو یہودیانے کی صہیونی منصوبہ بندی ہے۔ علماء داعیوں اور خطیبوں سے مسئلہ قدس کی بابت مندرجہ ذیل امور مطلوب ہیں:

۱- دینی وثقافتی منبروں (اسٹیجوں) سے نیز سمیناروں، کانفرنسوں اور علمی مذاکروں کے ذریعہ مسئلہ فلسطین بالخصوص مسئلہ قدس کی حقیقت بیان کرنا اور صہیونی منصوبوں کو طشت از بام کرنا، تاکہ قدس کی اسلامیت، عربیت اور اس کے تشخص کی حفاظت کو یقینی بنایا جاسکے۔

۲- اس بات کی وضاحت کہ فلسطین صرف فلسطینیوں کی ملکیت نہیں ہے، بلکہ وہ اسلامی وقف ہے، اور قیامت تک کے لئے تمام انسانوں کی ملکیت ہے، اور ہر چیز کے مالک پر اپنی مملوکہ چیز کی ذمہ داری لازمی ہے، اس لئے تمام مسلمانوں پر یہ واجب ہے کہ وہ سرزمین اسراء ومعراج کی حفاظت کرنے والے فلسطینیوں کی مدد کریں تاکہ وہ سرزمین فلسطین کی حفاظت کرتے رہیں۔

۳- علمی وفقہی اکیڈمیوں سے یہ مطالبہ ہے کہ وہ امت کے اندر روح پیدا کریں، اور ایسے فتوے واخباری بیانات جاری کریں جو تمام مسلم حکمرانوں اور عوام کو مسجد اقصی کو آزاد کرانے کا پابند بنائیں، اور اسے ان کا دینی فرض اور ان کی شرعی واخلاقی ذمہ داری بتائیں۔

۴- ان پیداواروں (Products) کے بائیکاٹ کی اپیل جن کا نفع اسرائیلی قابض

اداروں اوران کے معاونین کو پہنچتا ہو، اس لئے کہ ایسی پیداواروں کا نفع براہ راست یا بالواسطہ طور پر اہل فلسطین کے قتل میں استعمال ہوتا ہے۔

۵-فلسطین پر اسرائیلی قبضہ کا مقابلہ کرنے کے لئے لوگوں کو جہاد کی ترغیب دینا، تمام فقہی مسالک کے فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر مسلم ممالک کی ایک بالشت زمین پر بھی غیروں کا قبضہ ہوجائے تو جہاد فرض عین ہوجاتا ہے یہاں تک کہ عورت بغیر شوہر کی اجازت کے نکل سکتی ہے۔

۶-فلسطین اور اس کے مجاہد باشندگان کے لئے تنہائی میں اور برسر منبر دعا، کسی عالم اور داعی کے لئے اس سے پہلوتہی کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ اسے دیگر مسلمانوں کو بھی اس کی تاکید کرنی چاہئے اس لئے کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، اور تمام مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں، جس کے ایک عضو کو کوئی تکلیف ہوتی ہے تو پورا جسم بے خوابی اور بخار کا شکار ہوجاتا ہے، اور دعا کرنے والا یقین کے ساتھ دعا کرے تو اللہ تعالی ضرور دعا کو قبول کرتے ہیں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وإذا سألک عبادی عنی فإنی قریب أجیب دعوة الداع إذا دعان فلیستجیبوا لی ولیؤمنوا بی لعلهم یرشدون﴾ (بقرہ:۱۸۶) (اور جب آپ سے ہمارے بندے ہماری بات پوچھیں تو ہم قریب ہی ہیں، جب کوئی دعا کرتا ہے تو ہم قبول کرتے ہیں، پس لوگوں کو ہم سے دعا کرنی چاہئے اور ہم پر یقین رکھنا چاہئے، تاکہ وہ راہ یاب ہوں)۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مانگو تو اللہ سے مانگو، مدد لو تو اللہ سے لو''(۱)۔ اس لئے اس پر ہم کو خوب توجہ دینی چاہئے، اور ہر نماز جمعہ میں امام یہ دعا کرائے۔

قدس کی بابت عرب و مسلم قوموں کی ذمہ داری:

قدس، اس کے ساتھ ہورہی بے حرمتیوں اور اس کو یہودیائے جانے کے خطرے کی

(۱) ترمذی: سنن، کتاب صفة القیامة، باب (۵۹) حدیث نمبر: ۲۵۱۶، یہ حدیث صحیح ہے۔

بابت عرب ومسلم قوموں کا کردار وہ نہیں ہے جو ان سے مطلوب ہے، اس مسئلہ کی بابت ان تمام اقوام کی آواز ایک جیسی نہیں ہے، کچھ ملکوں میں یہ آوازیں بلند ہیں، کچھ میں ہلکی ہیں، اور بہت سے ملکوں میں اس بابت مکمل خاموشی ہے، اس لئے کہ ان کی عوام اپنے اوپر ہورہے ظلموں کی وجہ سے سڑکوں پر نکل کر مظاہرے نہیں کرسکتی۔ اس کے علاوہ بعض مسلم وعرب ممالک کے عوام ایمانی طور پر ایسے نہیں ہیں کہ قربانی دینے، اخلاص کے ساتھ سنجیدہ کوششیں کرنے، اور اس مسئلہ کو پرامن ومہذب طریقوں سے اٹھانے کے لئے سامنے آئیں، عوام سے مطلوب یہ امور ہیں:

۱- مسئلہ قدس کے لئے مالی تعاون، ہر شخص اپنی استطاعت کے بقدر کرے، رسول اکرم ﷺ کی باندی حضرت میمونہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمیں بیت المقدس کے بارے میں بتایئے، آپ ﷺ نے فرمایا: وہ جائے حشر ونشر ہے، وہاں جاکر نماز پڑھو، کہ وہاں کی ایک نماز دیگر مقامات کی ایک ہزار نمازوں کے بقدر ہے، میں نے عرض کیا: اگر میرے اندر اس کی استطاعت نہ ہو تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر تم وہاں تیل بھیج دیا کرو جو وہاں کے چراغوں میں جلادیا جایا کرے، ایسا کرنے والا ویسے ہی ہے جیسا وہاں جانے والا''(۱)۔ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے امتیوں کو یہ ہدایت کی ہے کہ وہ مسجد اقصی جائیں، اور جو لوگ ایسا نہ کرسکیں جیسے کہ آج کل فلسطین سے باہر آباد عربوں اور مسلمانوں کا حال ہے کہ وہ اسرائیل کے ظالمانہ قبضہ کی وجہ سے وہاں نہیں جاسکتے ہیں ان کے اوپر ایک بہت بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ فلسطین بالخصوص قدس میں مقابلہ کررہے اپنے بھائیوں، محافظوں، تاجروں، طلبہ، تعلیمی اداروں، اسپتالوں، وہاں کے باشندگان اور لوگوں کی مدد کریں جو عربوں اور مسلمانوں کی جانب سے فلسطین کے اسلامی مقدس مقامات کی حفاظت کررہے ہیں، اس مدد کے لئے رہائشی پروجیکٹس قائم کئے جائیں، پرانے شہر کے گھروں کی مرمت کی جائے تاکہ شہر قدس میں

(۱) اس حدیث کا حوالہ گزرچکا ہے۔

فلسطینیوں کی بڑھتی آبادی کی رہائشی ضرورتیں پوری کی جاسکیں۔اسی طرح شہرمقدس میں سرمایہ کاری کی ترغیب دی جائے تاکہ وہاں کے لوگ قابضوں کے ذریعہ اراضی حاصل کرنے کی سازشوں کا مقابلہ کرسکیں، اپنی مقدس شناخت کا تحفظ کرسکیں، پرانے شہر کے ان گھروں میں جمے رہ سکیں جن کو قابض حکومت کے ادارے ان کے باشندگان سے خالی کرا کر ان میں نوآبادکاروں کو بسا رہے ہیں۔ یہ مددان منصوبوں میں حصہ لے کر کی جاسکتی ہے جو فلسطینیوں کی اپنے علاقہ میں جمے رہنے کی بابت مدد کررہے ہیں، اس کے لئے ان اسلامی فنڈوں کو رقم فراہم کی جاسکتی ہے جن کے ذمہ داران قابل اعتماد ہوں، اس طرح ہم اپنی مجاہد و مستقیم قوم کی مزاحمت کو مدد پہنچائیں گے، مسجد اقصی سے قریب واقع زمین کی قدروقیمت جاننے کے لئے ہمیں رسول اکرم ﷺ کی حضرت ابوذر کی روایت کردہ یہ حدیث یادرکھنی چاہئے: ''جس شخص کے پاس ایک کمان کے برابر زمین کسی ایسی جگہ پر ہو جہاں سے بیت المقدس نظر آئے تو وہ اس کے لئے پوری دنیا سے بہتر ہے''(۱)۔

۲- ان پیداواروں (Products) کے بائیکاٹ کی علماء کی اپیل پر عمل جن کا نفع قابض اسرائیلی اداروں اوران کے معاونین کوملتا ہے، اس لئے کہ یہ نفع بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر اہل فلسطین کے قتل میں استعمال ہوتا ہے۔

۳-فلسطین، اس کے مجاہد باشندگان اور مسجد اقصی کے لئے اللہ تعالی سے حفاظت اور تکلیف دہ حالات کے خاتمہ نیز باطل کی ہر سازش کو ناکام بنانے کی دعا، دعا مؤمن کا ہتھیار ہے، اس لئے کسی مومن کے لئے اس ہتھیار کو چھوڑنا جائز نہیں ہے، آخر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، اور تمام مسلمانوں کی مثال اس ایک جسم جیسی ہے جس کے اگر کسی ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو پورا جسم بے خوابی اور بخار کا شکار ہوجاتا ہے، اور دعا کرنے والا یقین کے ساتھ دعا کرے تو اللہ تعالی ضرور دعا قبول کرتے ہیں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وإذا سألک عبادی

(۱) اس حدیث کا حوالہ پیچھے گزر چکا ہے۔

عنی .... لعلھم یرشدون﴾ (بقرہ:۱۸۶) (اور جب آپ سے ہمارے بندے ہماری بابت پوچھیں تو ہم قریب ہی ہیں، جب کوئی دعا کرتا ہے تو ہم قبول کرتے ہیں، پس لوگوں کو ہم سے دعا کرنی چاہیے، اور ہم پر یقین رکھنا چاہیے تا کہ راہ یاب ہوں)، حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مانگو تو اللہ سے مانگو، مدد چاہو تو اللہ سے چاہو''(۱)، اس لئے اس پر ہم کو خوب توجہ دینی چاہیے۔

۴- جن لوگوں کی رہائش مسجد اقصی کے پاس ہو اور وہ وہاں پہرہ دے سکتے ہوں انہیں وہاں پہرہ دینا چاہیے، ایک صحیح حدیث میں آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ ''ہر متوفی شخص کے انتقال پر اس کا سلسلہ اعمال ختم ہو جاتا ہے سوائے اللہ کی خاطر رباط (پہرہ) کا کام کرنے والے کے''(۲)۔

۵- جو لوگ مسجد اقصی کی زیارت اس طور پر کر سکیں کہ اس سے قابض حکومت کو تسلیم کرنا لازم نہ آئے وہ لوگ اس کی زیارت کریں، ایک صحیح حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ زیارت صرف تین کی کی جائے، مسجد حرام، میری یہ مسجد اور مسجد اقصی''(۳)، ایک صحیح حدیث میں آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ ''وہاں جا کر نماز پڑھو، اور اگر ایسا نہ کر سکو تو وہاں کے چراغوں کے لئے تیل بھیج دیا کرو''(۴)۔

قدس کی بابت ذرائع ابلاغ سے وابستہ افراد کی ذمہ داری:

عصر حاضر میں میڈیا مملکتوں کا چوتھا ستون ہے، اس سے وابستہ افراد کو اپنی ذمہ

---

(۱) اس حدیث کا حوالہ پہلے گزر چکا ہے۔
(۲) اس حدیث کا حوالہ پہلے گزر چکا ہے۔
(۳) اس حدیث کا حوالہ پہلے گزر چکا ہے۔
(۴) اس حدیث کا حوالہ پہلے گزر چکا ہے۔

داریاں ادا کرنی چاہئیں جو یہ ہیں:

۱-عربی و اسلامی چینلس کے پروگراموں کا ایک اچھا خاصہ حصہ مسئلہ فلسطین بالخصوص مسئلہ قدس کی بابت حقیقت عام کرنے کے لئے مختص کرنا، تا کہ شرعی، تاریخی، عقائدی اور تہذیبی دلائل سے فلسطین پر مسلمانوں کا حق ثابت کیا جا سکے، تمام زبانوں میں قدس اور فلسطین کی اہمیت اور اس کے مقام پر گفتگو، اس لئے کہ حقوق کو ثابت کرنے، اعتراضات اور جھوٹوں کا جواب دینے نیز شہر قدس کے اسلامی امور کو ختم کر کے اس کو یہودیانے کے صہیونی منصوبوں کو سامنے لانے میں ذرائع ابلاغ بڑا کردار ادا کر سکتے ہیں، اس کے لئے مضبوط اور متحد آواز کی ضرورت ہے۔

۲- قدس اور فلسطین میں اسلامی عربی حقوق پر صہیونی حملہ سے واقفیت کے لئے انٹرنیٹ کا سرگرم استعمال۔

۳-فلسطینی عربی اسلامی حق کی مدد، فلسطینی قوم کی حمایت، اصل باشندگان قدس کے خلاف جاری خطرناک یہودی حملوں کے مقابلہ، اور شہر قدس کو قابض حکومت کے پنجہ سے آزاد کرانے کے لئے مغربی اور عالمی رائے عامہ بالخصوص مسیحی رائے عامہ کو ہموار کرنے کی کوشش، اس لئے کہ کلیسائے قیامت اور کلیسائے مہد جیسے مسیحیوں کے مقدس ترین مقامات فلسطین میں پائے جاتے ہیں، اس مقصد کے لئے مختلف زندہ زبانوں میں علمی، حقیقی تاریخی مطالعات کو نشر کیا جائے نیز ابلاغی مہمیں چلائی جائیں۔

اختتامیہ

پچھلے صفحات میں ہم نے بیت المقدس اور اس کے مضافات کی خصوصیات واضح انداز میں اور مضبوط دلائل کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کی ہے، ان صفحات میں ہم نے بیت المقدس سے متعلق فقہی مسائل پر بھی استدلال وتحقیق کے تقاضوں کا خیال کرتے ہوئے گفتگو کی ہے، اس کتاب سے مندرجہ ذیل امور واضح ہوجاتے ہیں:

۱- بیت المقدس اور اس کے مضافات کا علاقہ مبارک ہے، اس کو اللہ نے اپنے خاص فضل سے نوازا ہے، مادی اعتبار سے یہ علاقہ جنت نظیر ہے، یہ انبیاء وصالحین کا علاقہ ہے، نہ جانے کتنے انبیاء اور خدا کے دیگر برگزیدہ بندوں نے اپنی زندگی یہاں گزاری، اور نہ جانے ان میں سے کتنے یہاں مدفون ہیں، یہ جائے حشر ونشر ہے، یہاں کی گئی نیکیوں کا ثواب دوچند ہوجاتا ہے، صالحین یہاں کی زیارت اور رہائش کے مشتاق رہتے ہیں، اس کی زیارت کا سلسلہ جاری رہنا چاہئے، اس کے راستے پرامن رہنے چاہئیں، اور یہاں پہنچنے کی راہ میں آڑے آنے والی تمام رکاوٹوں کو ختم کیا جانا چاہئے۔

۲- بیت المقدس اور اس کے مضافات کا علاقہ مقدس اور شرک وظلم سے پاک ہے۔

اسی لئے یہ علاقہ توحید خالص کے منافی شرک کو برداشت نہیں کرتا ہے، فاسد وسرکش قوموں اور ظالم ومتکبر ملکوں کے وجود کو قبول نہیں کرتا ہے، اور ایسی قوموں یا ایسے ملکوں کو زیادہ دن تک اپنے یہاں نہیں رہنے دیتا ہے، جس طرح آگ چاندی کے خراب حصہ کو دور کردیتی ہے، اسی طرح یہ علاقہ خراب قوموں کو دور کردیتا ہے، یہ اس علاقہ کی ازلی وابدی خصوصیت ہے، اللہ تعالی نے ظالم قوموں اور ملکوں کا یہ انجام کرنے کی ذمہ داری لی ہوئی ہے، ارشاد ہوا ہے: ﴿وإن عدتم عدنا﴾ (بنی اسرائیل:۱) (اگر تم نے اپنی سابق روش کا اعادہ کیا تو ہم پھر اپنی سزا کا اعادہ

کریں گے)، یقیناً یہ وعید آج کے ان یہودیوں پر بھی ضرور صادق آئے گی جو علاقہ میں ظلم کرر ہے ہیں، فساد برپا کرر ہے ہیں، دوسروں کے وطنوں پر قبضہ کرکے ان کے گھروں کو تباہ کرر ہے ہیں، اور یوں حرث ونسل کوختم کرر ہے ہیں، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''تم یہودیوں سے جنگ کرکے ان کوشکست دوگے، یہاں تک کہ پتھر کہے گا: اے مسلمان! اے اللہ کے بندے! یہ میرے پیچھے یہودی چھپا ہوا ہے اس کو قتل کردو۔لیکن یہودیوں کے خلاف اللہ کی یہ سزا مومنین کی ایسی جماعت کے ہاتھوں ہی نافذ ہوگی جو اللہ ورسول کے احکام پر عمل کریں گے، اور اللہ کی خاطر اپنے جان ومال کی قربانی دیں گے، لہذا آج کے مسلمانوں کو اس فیصلہ کن دن کے لئے تیاریاں کرنی چاہئیں، ﴿ویقولون متی هو قل عسی أن یکون قریبا﴾ (بنی اسرائیل:۵۱) (یہ پوچھتے ہیں کہ یہ دن کب آئے گا، کہئے امید ہے کہ جلد ہی آئے گا)۔

۳- بیت المقدس اور اس کے مضافات کا علاقہ اسلامی ہے، اس کی اسلامیت کا آغاز اس وقت سے ہوگیا تھا جب رسول اللہ ﷺ کو روحانی وجسمانی طور پر یہاں لایا گیا تھا، پھر ۱۶ھ میں خلیفہ راشد حضرت عمر بن خطابؓ نے اس کو فتح کیا تھا، اسی وقت سے یہ علاقہ اسلامی ہوکر دار الاسلام کا ایسا جزو لاینفک بن گیا جو قیامت تک دار الاسلام ہی رہے گا، اس کی یہ اسلامیت غیروں کے کسی قبضہ کی وجہ سے ختم نہ ہوگی، مسلمانوں پر اس علاقہ کے دفاع میں اپنی تمام صلاحیتوں کا استعمال کرنا واجب ہے، ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس زمین کو ان غاصبوں کے ہاتھ سے مکمل طور پر آزاد کرانے کی جدوجہد کریں جو اس علاقہ کی اسلامی نشانیوں: مساجد، قدیم محلے اور اسلامی بازاروں کو رفتہ رفتہ ختم کرر ہے ہیں۔

۴- مسجد اقصی: قدیم فصیل بند شہر قدس کے جنوب مشرقی حصہ میں جس قدر علاقہ فصیل کے اندر ہے وہ پورا علاقہ مسجد اقصی ہے، اس علاقہ کو اب ''قدیم شہر'' کہتے ہیں، اور یہ موریا نامی پہاڑی پر آباد ہے، قدس جن چار پہاڑیوں پر آباد ہے یہ پہاڑی ان میں سے ہے، مسجد اقصی کا رقبہ تقریباً ۱۴۴ دونم (ایک لاکھ چوالیس ہزار مربع میٹر) ہے، یہ رقبہ فصیل بند شہر قدس کا ۱/۶

حصہ ہے، اس میں مسجد قبلی، قبۃ الصخرہ، اور مسجد مروانی وغیرہ داخل ہیں۔

۵- براہ راست مقبوضہ علاقہ کی قابض صہیونی حکومت یا اس کے کسی سفارت خانے سے ویزا لے کر قدس ومسجد اقصی کی زیارت غیر فلسطینیوں کے لئے جائز نہیں ہے، اس لئے کہ اس زیارت کے حکم شرعی کی تعیین کا بنیادی محور ''صہیونی قبضہ کو تسلیم کرنا'' ہے، یہ زیارت چونکہ صہیونی قبضہ کو تسلیم کرنے کے مرادف ہے اس لئے یہ جائز نہ ہوگی، اگر زیارت کی کوئی صورت ایسی ہو کہ اس میں صہیونی قبضہ کو تسلیم کرنا لازم نہ آئے تو پھر یہ زیارت جائز بلکہ تقریباً واجب ہوگی، جیسے کہ وہ فلسطینی جو فلسطین کے اندر یا باہر مقیم ہو اور وہ اپنے اقرباء کی زیارت کے لئے جائے۔

۶- ان خصوصیات کا علم مسلمان کو اس بات کا پابند بناتا ہے کہ وہ صلح کی ان تمام تجویزوں کو مسترد کردے جو مسئلہ فلسطین کو حل کرنے کے لئے اس وقت پیش کی جارہی ہیں، اس لئے کہ تمام تجویزیں اسلامی فلسطین کے اکثر حصہ سے دست برداری پر مشتمل ہیں۔

۷- ان خصوصیات کا علم مسلمان کو اس بات کا پابند بناتا ہے کہ وہ سرزمین اسراء ومعراج کی جگہ دوسرے وطن کے تصور کو مسترد کردے، اس لئے کہ یہ سرزمین صرف ایک قوم کا وطن نہ ہوکر وہ مبارک ومقدس سرزمین ہے جس میں عقیدۂ توحید اور تہذیب اسلامی کو فروغ ملا، اس علاقہ کا ہر حصہ تمہیں وسیع وعظیم تاریخ کا پتہ دے گا، اس کی پاک مٹی میں انبیاء اور حواریین کا خون جذب ہے، رسول اکرم ﷺ سفر معراج میں یہاں لے جائے گئے، بہت سے صحابہ وتابعین یہاں مدفون ہیں، لہذا یہ مسئلہ مسلمانوں کے لئے محض کسی زمین یا علاقہ کا مسئلہ نہ ہوکر عقیدہ وتہذیب کا مسئلہ ہے۔

۸- ماضی کے خلفاء اور حکمرانوں نے مسجد اقصی کی جیسی تعمیر کی ہے اور جب جب اس کو کوئی نقصان پہنچا ہے تو جس طرح اس کی مرمت کی ہے اس کی وجہ سے موجودہ عہد کے تمام مسلم حکمرانوں پر یہ واجب ہے کہ وہ مسجد اقصی کو ان یہودیوں کے قبضہ سے چھڑانے کی سنجیدہ کوشش کریں جو اس کو منہدم کرکے اس کی جگہ ہیکل تعمیر کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

۹- بیت المقدس اور اس کے مضافات میں صہیونی ایک بہت ہی خطرناک منصوبے کے مطابق عمل کرر ہے ہیں جس کا مقصد بیت المقدس اور اس کے مضافات کے حقیقی باشندگان کو وہاں سے ہٹا کر ان کی زمینوں پر قبضہ کرکے اور پھر جو فلسطینی وہاں رہ جائیں ان کو یہودی اکثریت کے بیچ آباد اقلیت بنا کر اس پورے علاقہ کو یہودیانا، اسلامی مقدس مقامات کی بے حرمتی، مسجد اقصی کو شہید کرکے اس کے ملبے پر نام نہاد ہیکل کی تعمیر اور قدس میں عربی واسلامی تمام علامتوں وعمارتوں کو ختم کرکے ان کی جگہ یہودی وتلمودی عمارتیں تعمیر کرنا ہے۔

۱۰- بیت المقدس مسئلۂ فلسطین کا محور اور اس کا اہم ترین حصہ ہے، ہر مسلمان وعرب کے دل میں اس کا عظیم مقام ہے، یہ ایک اسلامی رمز ہے اس لئے کہ یہ مسلمانوں کا قبلۂ اول ہے، اور یہیں سے نبی کریم ﷺ آسمانوں کے سفر پر گئے تھے، بیت المقدس کی یہ حیثیت اپنے مغصوب حق کو واپس حاصل کرنے اور مسجد اقصی کو آزاد کرانے کے جذبہ کو جلا بخشتی ہے یہ ایک لمبا اور پرمشقت کام ہے جسے صہیونی نوآبادیاتی عزائم اور اسلامی بیداری کے منصوبوں کے درمیان پائی جانے والی کشمکش کا ماضی اور مستقبل لازم قرار دیتا ہے، یہ کام ہم مسلمانوں سے طویل جدوجہد کا متقاضی ہے، اور اس کا تقاضا ہے کہ ہم قدس کی حفاظت، مقدس مقامات اور اقصی کے دفاع اور پھر انہیں صہیونی غاصبوں کے قبضہ سے آزاد کرانے کے لئے نئے منصوبے اور پالیسیاں بنائیں، مسلمانوں کے ہر طبقے (حکمرانوں، علماء، داعیوں اور خطیبوں، عوام اور ذرائع ابلاغ سے وابستہ لوگوں) سے یہ مطلوب ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالی سے دعا ہے کہ وہ اس امت میں پھر کوئی مجدد بھیجے جو امت کو پھر اللہ کے پسندیدہ بندوں کی راہ دکھائے، اور اسے گمراہوں اور اللہ کے غصہ کا نشانہ بنے لوگوں کی راہ سے بچائے نیز تمام انسانوں پر اللہ کا قانون نافذ کرنے کے لئے امت کو جہاد پر آمادہ کرے۔

سبحانک اللھم وبحمدک أشھد أن لا إلہ إلا أنت أستغفرک وأتوب إلیک۔

مراجع ومصادر

کتب تفسیر:

۱- تفسیر القرآن الکریم، از: ابوالفداء اسماعیل بن کثیر دمشقی (۷۷۴ھ) دارالمعرفۃ بیروت۔

۲- الجامع لأحکام القرآن، از ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی (۶۷۱ھ) دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۹۶۵ء۔

۳- زادالمسیر فی علم التفسیر از: ابوالفرج عبدالرحمٰن بن الجوزی (۵۹۶ھ)، المکتب الاسلامی بیروت، طبع اول ۱۹۶۴ء۔

۴- تفسیر منار، سید محمد رشید رضا، دارالمعرفۃ، بیروت، طبع دوم۔

کتب حدیث:

۵- تہذیب التہذیب، از: ابوالفضل شہاب الدین احمد بن علی بن حجر (۸۵۲ھ) دار صادر، بیروت، مطبعہ دائرۃ المعارف العثمانیہ کا عکس، ۱۳۲۵ھ۔

۶- جامع الاصول فی احادیث الرسول، از مجد الدین، ابوالسعادات بن اثیر، (۶۰۶ھ) دار البیان دمشق ۱۳۸۹ھ-۱۹۶۹ء۔

۷- سنن ابن ماجہ، از ابوعبداللہ محمد بن زید القزوینی، معروف بہ ابن ماجہ (۲۷۵ھ)، مطبعہ عیسی البابی الحلبی، قاہرہ ۱۳۷۳ھ-۱۹۵۳ء۔

۸- سنن ابوداؤد، از: داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، (۲۷۵ھ) دار احیاء السنۃ المحمدیہ، عکسی۔

۹- سنن ترمذی، از ابوعیسی محمد بن عیسی بن سورہ (۲۷۹ھ)، دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

۱۰- السنن الکبری از: ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی (۴۵۸ھ)، دارالفکر بیروت۔

۱۱- شرح نووی علی مسلم، از: یحیٰی بن شرف بن مری حورانی نووی (۶۷۶ھ) مطبعہ مصریہ، قاہرہ۔

۱۲- صحیح بخاری، از: ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، (۲۵۶ھ)، المکتب الاسلامی، استانبول ۱۹۷۹ء۔
۱۳- صحیح مسلم از: ابوحسین مسلم بن حجاج قشیری نیساپوری، (۲۶۱ھ)، مطبوعہ ادارۃ البحوث العلمیۃ، ریاض، ۱۴۰۰ھ-۱۹۸۰ء۔
۱۴- طرح التثریب فی شرح التقریب، از: ابوالفضل عبدالرحیم بن حسین عراقی، (۸۰۶ھ)، داراحیاء التراث العربی، بیروت۔
۱۵- عمدۃ القاری فی شرح صحیح البخاری، از: شیخ بدرالدین بن محمد محمود ابن احمد عینی (۸۵۵ھ)، دار الفکر، بیروت۔
۱۶- فضائل بیت المقدس، از: ضیاء الدین محمد بن عبد الواحد مقدسی، (۶۴۳ھ)، دار الفکر، دمشق، طبع اول ۱۴۰۵ھ-۱۹۸۵ء۔
۱۷- فضائل الشام، از: ابوالحسن ربعی (۴۴۴ھ)، المکتب الاسلامی بیروت، طبع چہارم ۱۴۰۳ھ۔
۱۸- فیض القدیر، از: عبدالرؤف مناوی (۱۰۳۱ھ) دارالمعرفۃ بیروت ۱۳۹۱ھ-۱۹۷۲ء۔
۱۹- مجمع الزوائد، از: حافظ نورالدین علی بن ابی بکر ہیثمی (۸۰۷ھ) دارالکتاب العربی بیروت۔
۲۰- مسند الامام احمد، از: ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل (۲۴۱ھ) دارصادر بیروت۔
۲۱- مناقب الشام واہلہ، از: ابوالعباس تقی الدین احمد بن تیمیہ، (۷۲۸ھ) المکتب الاسلامی، بیروت، طبع چہارم ۱۴۰۳ھ۔
۲۲- نیل الاوطار، از: محمد بن علی شوکانی (۱۲۵۰ھ) مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی قاہرہ، آخری ایڈیشن۔

کتب فقہ:

۲۳- الاحکام السلطانیہ، از ابوالحسن علی بن حبیب ماوردی (۴۵۰ھ) مطبعہ مصطفیٰ الحلبی قاہرہ ۱۹۵۸ء۔
۲۴- الاحکام السلطانیہ، از: ابویعلی محمد بن حسین فراء حنبلی (۴۵۸ھ) مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی، قاہرہ طبع دوم ۱۳۸۶ھ-۱۹۶۶ء۔

۲۵- اعلام الساجد باحکام المساجد، از محمد بن عبد اللہ زرکشی، (۷۹۴ھ)، طبعۃ المجلس الاعلی للشؤن الاسلامیہ قاہرہ ۱۳۸۵ھ۔

۲۶- الافصاح عن معانی الصحاح، از: یحییٰ بن محمد بن ہبیرہ (۵۶۰ھ) مطبعہ کیلانی، قاہرہ ۱۹۸۰ء۔

۲۷- الاموال، از: ابوعبید القاسم بن سلام (۲۲۴ھ) مکتبۃ الکلیات الازہریہ، قاہرہ، طبع اول، ۱۳۸۸ھ-۱۹۶۸ء۔

۲۸- البحر الزخار الجامع لمذاہب الامصار، احمد بن یحییٰ بن مرتضی زبیدی، (۸۴۰ھ) مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، طبع دوم ۱۳۹۴ھ۔

۲۹- بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، از: علاء الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی (۵۸۷ھ) مطبعۃ الامام، قاہرہ، ۱۹۷۲ء۔

۳۰- در المنتقی فی شرح الملتقی، از: امام محمد بن علاء الدین حصفکی (۱۰۸۸ھ)، برحاشیہ مجمع الانہر دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

۳۱- تحفۃ الراکع والساجد، از: تقی الدین ابوبکر بن زید جراعی حنبلی (۱۸۸۳ء) المکتب الاسلامی بیروت، طبع اول، ۱۴۰۱ھ-۱۹۸۱ء۔

۳۲- تحفۃ المحتاج بشرح المنہاج، از: احمد بن حجر ہیثمی۔

۳۳- حاشیۃ البجیرمی علی شرح المنہج للانصاری، از: سلیمان بن عمر ابن محمد بجیرمی (چودھویں صدی ہجری) المکتبۃ الاسلامیہ ترکی۔

۳۴- رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ، از: محمد بن عبد الرحمٰن دمشقی، عثمانی، (آٹھویں صدی ہجری) مطبوعہ برحاشیہ المیزان للشعرانی، دار احیاء الکتب العربیۃ قاہرہ۔

۳۵- رد المحتار علی الدر المختار حاشیۃ ابن عابدین، از: محمد امین معروف بہ ابن عابدین (۱۲۵۲ھ)، دار الفکر بیروت ۱۳۹۹ھ-۱۹۷۹ء۔

۳۶- روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین، از: یحییٰ بن شرف بن مری حورانی، نووی (۶۷۶ھ)، المکتب الاسلامی، بیروت، طبع دوم، ۱۴۰۵ھ-۱۹۸۵ء۔

۳۷- شرح السیر الکبیر، از: محمد بن احمد سرخسی (۴۸۳ھ)، مطبعہ مصر، قاہرہ۔
۳۸- فتاوی ابن تیمیہ، عکس طبع اول ۱۳۹۸ھ۔
۳۹- فتاوی ہندیہ، شیخ نظام اور علماء ہند کی ایک جماعت (۱۰۷۰ھ)، دار احیاء التراث العربی، بیروت، طبع سوم، ۱۴۰۰ھ-۱۹۸۰ء۔
۴۰- قوانین الاحکام الشرعیہ ومسائل الفروع الفقہیہ، از: محمد بن احمد بن جزی غرناطی مالکی (۷۴۱ھ)، دار العلم للملایین، بیروت۔
۴۱- المبدع فی شرح المقنع، از: ابوعبداللہ محمد بن مفلح (۷۶۳ھ)، المکتب الاسلامی، بیروت، طبع اول، ۱۴۰۱ھ-۱۹۸۱ء۔
۴۲- المجموع شرح المہذب، از: یحیٰی بن شرف بن مری حورانی نووی (۶۷۶ھ)، دار العلوم للطباعۃ قاہرہ ۱۹۷۲ء۔
۴۳- المحلی، از: ابومحمد بن علی بن احمد بن سعید بن حزم ظاہری (۴۵۶ھ)، دار الاتحاد العربی، قاہرہ، ۱۳۸۸ھ-۱۹۶۸ء۔
۴۴- المغنی علی مختصر الخرقی، از: ابومحمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ (۶۲۰ھ) مکتبۃ الریاض الحدیثہ، ریاض۔

کتب تاریخ:

۴۵- اتحاف الأخصا بفضائل الاقصی، از: ابوعبداللہ محمد بن شہاب الدین احمد بن علی منہاجی سیوطی (۸۸۰ھ)، الہیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، قاہرہ: طبع اول ۱۹۹۸ء۔
۴۶- آثار البلاد واخبار العباد زکریا بن محمد قزوینی (۶۸۲ھ)، دار صادر بیروت، ودار بیروت ۱۳۸۰ھ-۱۹۶۰ء۔
۴۷- احسن التقاسیم، از: مقدسی، معروف بہ بشاری (۳۸۰ھ)، مطبعہ بریل، لیدن ۱۹۰۶ء۔
۴۸- البدایۃ والنہایۃ از: ابوالفداء حافظ ابن کثیر دمشقی (۷۷۴ھ) مکتبۃ المعارف، بیروت، طبع دوم ۱۹۷۷ء۔

۴۹- بلادنا فلسطین، از: مصطفیٰ مراد دباغ، دار الطلیعہ، بیروت طبع اول ۱۳۹۵ھ-۱۹۷۵ء۔
۵۰- تاریخ الامم والملوک، از: ابوجعفر محمد بن جریر طبری (۳۱۰ھ)، دار الفکر بیروت، ۱۳۹۹ھ-۱۹۷۹ء۔
۵۱- تاریخ الخلفاء، از: جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی (۹۱۱ھ)، دارنہضہ، مصر قاہرہ۔
۵۲- تاریخ فلسطین القدیم، از: ظفر الاسلام خان، دار النفائس، بیروت طبع سوم ۱۴۰۱ھ-۱۹۸۱ء۔
۵۳- تاریخ الیعقوبی، از: احمد بن ابویعقوب بن جعفر بن وہب یعقوبی (۲۹۲ھ کے بعد)، دار صادر بیروت۔
۵۴- تقویم البلدان، از: ابوالفداء عماد الدین بن اسماعیل صاحب حماۃ (۷۳۲ھ) دار الطباعۃ السلطانیہ پیرس ۱۸۴۰ء۔
۵۵- خریدۃ العجائب وفریدۃ الغرائب، از: سراج الدین ابوحفص عمر بن وردی، (۷۴۹ھ) مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی قاہرہ طبع دوم، ۱۳۵۸ھ-۱۹۳۹ء۔
۵۶- خطط الشام، از محمد محمد کرد علی۔
۵۷- الحضرۃ الانسیۃ فی الرحلۃ المقدسیۃ، از: عبدالغنی نابلسی، (۱۱۴۳ھ) مکتبہ قاہرہ مصر۔
۵۸- ذیل طبقات الحنابلۃ، ابن رجب حنبلی (۷۹۵ھ) مطبعۃ السنۃ المحمدیہ قاہرہ۔
۵۹- رحلۃ ابن بطوطہ، دار التراث بیروت ۱۳۸۸ھ-۱۹۶۸ء۔
۶۰- زبدۃ کشف الممالیک، غرس الدین خلیل بن شاہین ظاہری، (۸۷۳ھ)، مطبعہ جمہوریہ پیرس ۱۸۹۴ء۔
۶۱- صورۃ الارض، از: ابوالقاسم بن حوقل نصیبی، (۳۶۷ھ کے بعد)، منشورات دار مکتبہ الحیاۃ بیروت۔
۶۲- الطبقات الکبریٰ، از: ابن سعد دار صادر بیروت۔
۶۳- فتوح الشام، از: ابوعبداللہ محمد بن عمر الواقدی (۲۰۷ھ) المکتبۃ الاہلیہ بیروت، طبع اول ۱۹۶۶ء۔

۶۴- فضائل القدس، از: ابوالفرج بن الجوزی (۵۹۷ھ) دار الآفاق الجدیدہ بیروت طبع دوم، ۱۴۰۰ھ-۱۹۸۰ء۔
۶۵- القلائد الجوہریۃ، از: محمد بن طولون (۹۵۳ھ)، مطبوعہ مکتب الدراسات الاسلامیہ دمشق، ۱۳۶۸ھ-۱۹۴۹ء۔
۶۶- الکامل فی التاریخ، از: علی بن محمد بن اثیر (۶۳۰ھ) دار الکتاب العربی، بیروت طبع دوم، ۱۴۰۱ھ-۱۹۸۱ء۔
۶۷- معجم البلدان، از: شہاب الدین ابوعبداللہ یاقوت بن عبداللہ حموی (۶۲۶ھ) دار صادر بیروت، ۱۳۷۶ھ-۱۹۵۷ء۔
۶۸- المقدمۃ، از: ابن خلدون، دار النشر العربیۃ المصریۃ، قاہرہ۔
۶۹- نخبۃ الدہر فی عجائب البر والبحر، از: شمس الدین ابوعبداللہ محمد دمشقی۔

لغات:

۷۰- تہذیب الاسماء والصفات، از: ابوزکریا محی الدین بن شرف نووی (۶۷۶ھ) دار الکتب العلمیۃ بیروت۔
۷۱- المصباح المنیر، از: ابوالعباس احمد بن محمد فیومی (۷۷۰ھ) مطبعہ امیریہ، قاہرہ، طبع ششم: ۱۹۲۶ء۔
۷۲- المفردات فی غریب القرآن، از حسین بن محمد راغب اصفہانی، (۵۰۲ھ) مطبعہ مصطفیٰ الحلبی، قاہرہ۔
۷۳- النہایۃ فی غریب الحدیث، از: مبارک بن محمد بن اثیر (۶۰۶ھ) دار الفکر بیروت۔

جدید کتابیں:

۷۴- آثار الحرب فی الفقہ الاسلامی، از: ڈاکٹر وہبہ الزحیلی، دار الفکر دمشق، طبع سوم، ۱۴۰۱ھ-۱۹۸۱ء۔

۷۵- احکام الصیام وفلسفتہ، از: ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی، المکتب الاسلامی بیروت۔

۷۶- الاسلام والقضیۃ الفلسطینیۃ عبد اللہ ناصح علوان، مکتبۃ المنار، عمان، طبع اول ۱۴۰۲ھ-۱۹۸۲ء۔

۷۷- الحروب الصلیبیہ، از: لارنسٹ پارکر۔

۷۸- عروبۃ بیت المقدس، از: ڈاکٹر اسحاق موسیٰ حسین، منشورات مرکز الابحاث، منظمۃ التحریر الفلسطینیۃ، بیروت، ۱۹۶۹ء۔

۷۹- العلاقات الخارجیۃ فی دولۃ الخلافہ، از: ڈاکٹر عارف ابوعید دار الارقم، کویت طبع اول ۱۴۰۴ھ-۱۹۸۳ء۔

۸۰- فلسطین فی الادب الجغرافی العربی، از: ڈاکٹر عماد الدین خلیل، مصنف کی کتاب دراسات تاریخیۃ میں شامل مقالہ، المکتب الاسلامی بیروت طبع اول، ۱۴۰۳ھ ۱۹۸۲ء۔

۸۱- المدارس فی بیت المقدس، از: ڈاکٹر عبد الجلیل حسن عبد المہدی مکتبہ اقصی، عمان، ۱۹۸۱ء۔

۸۲- مستقبل اسرائیل بین الاستئصال والتذویب، کمال محمد الاسطل، دار الموقف العربی، قاہرہ۔

۸۳- مصنفۃ النظم الاسلامیۃ ڈاکٹر مصطفیٰ وصفی، مکتبہ وہبہ قاہرہ، طبع اول: ۱۳۹۷ھ-۱۹۷۷ء۔

۸۴- من تاریخنا، محمد عامری۔

۸۵- المؤامرات الصہیونیۃ من خیبر الی القدس، حسن فتح الباب۔

رسائل:

۸۶- مجلۃ الأمۃ، قطر۔

۸۷- مجلۃ البلاغ، کویت۔

☆ ☆ ☆